

حضور کو تمام علوم لازمہ نبوت حاصل تھے تو ضرور حیوانات کو بھی حاصل ہوں گے اور حجب ان کو علوم لازمہ نبوت حضور کو تمام علوم لازمہ نبوت حاصل تھے۔ تو بتلاتے کیا آپ کے دھرم میں گدھا بھی نہیں ہو سکتا ہے، کتا بھی نہیں ہو سکتا ہے، مکھی، مکرٹی، بچھر، پتو نہی ہو سکتے ہیں۔ اگر ہو سکتے ہیں تو کبھی نبی ہوئے ہیں یا نہیں اگر ہوئے ہیں تو ان کا ذکر قرآن میں حدیث میں کہیں ہے۔ آپ دکھا سکتے ہیں۔ یہ بھی بتلائیے گا کہ کتے، سور کو کتنا علم غیب تھا۔ بچھر، پتو، مکرٹی، مکھی وغیرہ کو کس قدر علم غیب تھا اور کس نص قطعی سے ثابت ہے میرے چچ سوال پہلے آپ پر سوار ہیں اور نو یہ سوار ہوئے آپ پہلے ان پندرہ سوالات قاہرہ کو اپنی پیٹھ سے اتار دیجئے اس کے بعد ہم علم غیب پر دلیل بھی پیش کر دیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) اگر اس سخت کلامی سے جناب کا مقصد یہ ہے کہ میں بھی جواب
ترکی بترکی دوں اور دونوں جماعتوں میں اشتعال پیدا ہو کر تصادم ہو جائے اور آپ کی جان مناظرہ سے چھوٹ
جائے تو یہ خیال غلط ہے ع

این خیال است و محال است و جنون

قرآن عزیز نے ہم کو پہلے ہی یہ بتلا دیا ہے۔

وَلْتَسْمَعْنَ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ
أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ
مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (آل عمران ١٨٦)

یعنی اے مسلمانو! شمع محمدی کے پروانو! تم اہل کتاب اور عام مشرکوں سے بڑی گندی اور
مکلیف دہ باتیں سنو گے اگر تم نے صبر اور تقویٰ سے کام لیا تو یہ بڑا کام ہے۔“

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لہذا ان کا تو یہ مذہب ہو نہیں سکتا۔ ہاں رضا خانی و ہرم میں ایسی خرافات کا ہونا ممکن ہے کیونکہ ان

کے خاؤں ساز مذہب میں خدائے قدوس کے لئے بھی بری سے بری صفات ماننا عین اسلام ہے۔ دیکھو فتاویٰ رضویہ ص ۴۵، و

لہذا میں آپ کی اس سخت کلامی پر صبر کرنے کو اپنے کامل ایمان کی علامت سمجھتا ہوں اور اس پر فخر،

کرتا ہوں۔ ۷

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغ

سر دستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور اپنے احباب سے بھی یہی کہتا ہوں کہ وہ بھی صبر سے کام لیں اور پوری طرح قبیح سنت ہونے کا ثبوت لیں

اور اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ میں بھی ان غرافات کی طرف متوجہ ہو جاؤں اور مسئلہ علم غیب پر روشنی نہ پڑے اور آپ کا خارج از اہلسنت اور خلاف خدا و رسول، مخالف فقہ حنفی غیر مقلد ہونا لوگوں کو معلوم نہ ہو تو یہ بھی غلط ہے۔

بجہ اللہ بندہ ان چالوں میں آنے والا نہیں ہے

عقلاش کار کس نہ شود دام باز چسپیں

کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

بندہ نواز یہاں کی سپک اتنی جاہل نہیں کہ آپ کی ان چالوں کو نہ سمجھے۔ حاضرین آپ کی ان کاروائیوں کو

خوب سمجھ رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ آپ مسئلہ علم غیب پر دلیل پیش کرنے سے قطعی عاجز ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں

کہ یہ آپ کے پندرہ سوال، سوال نہیں بلکہ مناظرے سے بھاگنے کے راستے ہیں۔ لہذا میں بطور خیر خواہی عرض کرتا ہوں

کہ اگر کچھ رہا سہا وقار قائم رکھنا ہے تو علم غیب پر دلیل پیش کیجئے۔ ورنہ اپنے عاجز ہونے کی تحریر دیجئے۔ آپ کے

یہ پندرہ سوال قطع نظر اس سے کہ اصول مناظرہ کے خلاف ہیں کیونکہ اذروئے شرائط مناظرہ میں مسائل ہوں اور

آپ مجیب ہیں ان سب کا جواب اسی تقریر میں ہو چکا ہے جو حاضرین کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے میں نے لکھی

لہذا کیوں کہ یہ سوالات اسی وقت ہو سکتے ہیں جب کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے معاذ اللہ علم دین و غیرہ کو علم

نبوی کے مساوی قرار دیا ہو۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے وسعت علم عطائی کے اثبات کو شرک کہا ہو۔ اور جب کہ یہ ثابت

کر دیا گیا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے برابری کا اثبات نہیں کیا بلکہ رضا خانیوں کو برابری سے بچا یا ہے۔ اور حضرت مولانا خلیل

صاحب نے وسعت علم ذاتی کے ثابت کرنے کو شرک کہا ہے نہ علم عطائی کے ثابت کرنے کو تو پھر سوالات کو پیش کرنا سراسر حماقت

اور جہالت ہے۔

اب ان سوالات کا پیش کرنا آپ ہی کی حیا داری ہے۔

اس کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ مناظرہ کا یہی رنگ رہا۔ مولوی شمس علی صاحب اپنے انہیں مایہ ناز سوالات کو دہرا دیتے تھے اور اسی گندہ دہنی سے کام لیتے تھے جو خان بریلوی کے گھر کی ممتاز دولت تھی اور جس پر رضا خانیوں کو ناز ہے۔

اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مناظرہ اہلسنت اس کے جواب میں صرف یہ فرما دیتے تھے کہ آج بحث حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی نہیں ہے مسئلہ علم غیب کی بحث ہے۔ آپ مدعی ہیں اگر کوئی گری پڑی بھی دلیل ہو تو پیش کیجئے۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ کے پاس مکڑی کے جالے کے برابر، چڑیا کے پر کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں۔ آپ اور آپ کی ساری جماعت اگر زور لگائے تو قیامت تک پیش نہیں کر سکتے۔ اور اگر آپ علم غیب پر بحث کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے۔ اور پھر پندرہ نہیں پندرہ سو سوالات کیجئے اور ان سب کے شافی جواب لیجئے۔ آپ نے جو کچھ سخت کلامی میرے یا میرے اکابر و مشائخ کے متعلق کہے ہیں اس کو معاف کرتا ہوں۔

ہرم گفتی و خبر سندم عفاک اللہ عنک و گفتی

جواب تلخ نے زبید لب لعل شکر خارا

یہ دن اسی طرح ختم ہوا۔ اور دوسرے روز ۹ بجے صبح کو اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مناظرہ کا دوسرا دن

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ یوم جمعہ وقت صبح



مولانا محمد منظور صاحب : (خطیب سنو) رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا

بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ۔ اما بعد !

کل ہمارے فاضل مخاطب نے نہایت بے دردی کے ساتھ سارا وقت بے کار باتوں میں ضائع کر دیا تھا اور حفظ الایمان و براہین قاطعہ کی ایک خارجی بحث شروع کر دی تھی۔ جس کو سید زریحہ سے کوئی تعلق نہ تھا میں نے بار بار دلیل کا مطالبہ کیا۔ لیکن اس مطالبہ کے جواب میں مولوی صاحب نے ہر چیز اپنے پندرہ یا سولہ نہایت معقول سوالات کی ایک فرست پڑھ کر سنا دی۔ جس کی معقولیت یا نامعقولیت پر روشنی ڈالنے کی بھی ضرورت نہیں۔ حاضرین خود فیصلہ کر لیں بلکہ کہہ چکے۔ لیکن بہر حال کل مولوی صاحب ایک درجہ معذور بھی تھے کیوں کہ مناظرہ بلائے ناگہانی کی طرح سر پر آگیا تھا۔ شاید مسئلہ علم غیب کے متعلق رسالے دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا ہوگا۔ لہذا ان سوالات کے سوا وقت پورا کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ لیکن خیر اب وہ وقت بھی گزر گیا اور مولوی صاحب کو رسالے دیکھنے کے لئے کل سے اب تک تقریباً ۲۰ گھنٹے کی مہلت بھی مل گئی۔ لہذا رات بھر کے مشوروں کے بعد اگر کوئی دلیل ہمیں سے نکالی ہو تو پیش فرمائیے۔ لیکن اپنا دعوے یا در ہے۔ آپ کا دعوے یہ ہے کہ۔

”اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک جو کچھ کہ ہو چکا یا ہو رہا ہے یا ہوگا اس سب کا علم تفصیلی محیط حضور کی وفات شریف سے محض اکیاسی روز پہلے عطا فرمایا ہے۔“

آپ کے پاس کون سی ترازو ہے جس سے آپ نے حضور کے علم شریف کو تول کر یہ حکم لگایا ہے۔

مولوی حسرت علی صاحب : ایک خطبہ طولانی کے بعد۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً۔

حضرات میں تو اس تمنا پر تھا کہ مولوی صاحب نے میرے سوالات قاہرہ کارات بھر محنت کر کے کچھ جواب سوچا ہوگا مگر اس وقت جب کھڑے ہوئے تو میری سب آرزوں پر پانی پھیر دیا۔ اور وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہ علم غیب پر دلیل لائیے۔

مولوی صاحب ! میں پھر عرض کرتا ہوں کہ ہمارے ان سوالات قاہرہ کے جوابات دیکھئے۔ اور اس وقت

یہ پانچ سوال اور کئے جاتے ہیں۔

۱ : کیا شرک نص سے ثابت ہو سکتا ہے۔

۲ : کیا یہ ممکن ہے کہ بہائم کو علم غیب ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو۔

۳ : میں نے کل یہ کہہ دیا تھا کہ جلدی مت کیجئے۔ جلدی کرنا شیطان کا کام ہے تو اس میں آپ کی توہین ہو گئی اور مولوی خلیل احمد صاحب نے حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کہہ دیا تو اس میں حضور کی کچھ توہین نہیں ہوئی۔

۴ : میں نے کل کہا تھا کہ ڈھائی منٹ میں کر دوں گا اپنا کام تو اس میں آپ کے صدر صاحب کے نزدیک توہین ہو گئی اور تھانوی صاحب نے حضور کے علم کو جانوروں اور پالگوں کے برابر بتایا اس میں حضور کی کچھ توہین نہیں ہوئی۔

۵ : آپ ہم سے سوال کرتے ہیں کہ تم نے حضور کے علم کو کس ترازو میں تولیا۔ اچھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے پاس وہ کون سی ترازو ہے جس میں آپ نے حضور اقدس کے علم کو تول کر یہ حکم لگایا کہ آپ کو جمعہ کا دن دیا گیا ہے۔

آپ پہلے ان میں سوالات کا ہرہ کا جواب دے دیجئے اس کے بعد ہم علم غیب پر دلیل پیش کریں گے آپ یہ کہتے ہیں کہ میں سائل ہوں مجیب نہیں۔ لیکن یہ غوثِ پاک کی کرامت ہے کہ انہوں نے آپ کو مجیب بنا دیا۔ اگر آپ مجیب نہ تھے تو آپ نے کل حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی عبارت کا جواب کیوں دیا۔ تھانوی صاحب کی محبت آپ کے دل میں جگہ کر گئی۔ وہ حضور کو گالیاں دیتے ہیں اور آپ ان کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ ارے کیا آپ کو لگتا ہے صاحب حضور سے زیادہ محبوب ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنون) جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی سے محبت کرے وہ ہمارے نزدیک مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَ

النَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

کوئی شخص تم میں سے مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو میری محبت اپنے ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔

بھدا اللہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ ایک حضرت گنگوہی کیا سننے کر وڑوں مولانا رشید احمد قرآن ہوں حضور کی

خاک پا پر۔ اللہ شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ مبارکہ کی خاک پا کے برابر بھی ہمارے قلب میں مولانا رشید صاحب صاحب وغیرہ کی حرمت نہیں اور جو بھی کچھ تھوڑی بہت حضرت گنگوہی سے ہے وہ بھی محض اس وجہ سے ہے کہ وہ حضور اقدس کے غلام اور سچے عاشق ہیں۔ آپ نے مجھ پر یہ افتراء کیا ہے کہ معاذ اللہ مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حضرت گنگوہی کی محبت ہے۔ میں اس کا انتقام خدا کے یہاں لوں گا وہ خوب دلوں کے حال کو جانتا ہے۔ رب آپ کے سوالات ان کا وہی ایک جواب ہے کہ وہ خارج از بحث ہیں ان کا جواب از روئے شرائط اہل تامل ضروری تو ضرور درست بھی نہیں کیونکہ آپ محض مجیب ہیں آپ کو کسی سوال کا حق نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث پاک نے مجھے سائل اور تم کو مجیب بنادیا۔ بہت خوب۔ تو معاذ اللہ حضرت غوث پاک کا کام یہی خصب کرنا اور سائل کا حق مجیب کو دلانا ہے؟ آپ کیوں خواہ مخواہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے دامن کو ایسا دھبہ لگاتے ہیں۔ کیا یہی حضرت غوث پاک کی محبت ہے؟ استغفر اللہ۔

رہ جناب کا یہ فرمانا کہ تو نے پہلے حفظ الایمان اور براین کی عبارت کا جواب کیوں دیا۔ تو مہربان بن! اس کا جواب یہ ہے کہ شاید جناب کو یاد نہیں رہا۔ میں نے اسی وقت یہ عرض کر دیا تھا کہ۔

”حاضرین کی غلط فہمی رفع کرنے کے لئے میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب نے

حفظ الایمان اور براین کی عبارت پڑھنے میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا ہے :

الغرض وہ جو کچھ عرض کیا گیا تھا محض حاضرین کی غلط فہمی رفع کرنے کے لئے عرض کیا گیا تھا نہ آپ کے سوال

کے رد کرنے میں۔ میرے نزدیک تو از روئے اصول مناظرہ آپ کے ان سوالات کا جواب جائز ہی نہیں یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ اس سے آپ کے سوالات کا کافی جواب بھی نہو گیا۔

آپ نے اس مرتبہ مجھ سے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ تمہارے پاس کون سی ترازو ہے جس سے تم نے یہ معلوم کر

لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم نہیں تھا۔ اگرچہ بحیثیت مدعی ہونے کے یہ آپ کا فرض

تھا کہ آپ کوئی ترازو بتاتے جس سے معلوم ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط حاصل تھا۔ لیکن چونکہ محمد اللہ کل

اور آج کی بحث نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ دلیل پیش کرنے سے قطعی عاجز ہیں آپ کے پاس علم غیب کے بارے میں

کڑی کے جالے کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں اس لئے اب میں ہی آپ کو وہ ترازو بتاتا ہوں۔ سنئے اور غور سے سنئے

ہمارے پاس کوئی خانہ ساز ترازو نہیں بلکہ ہمارے پاس وہ کانٹا ہے جو حق و ناحق کے جانچنے کے لئے آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا تھا۔ وہی حق کا کانٹا اور وہی حق کی کسوٹی ہم کو بتاتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم نہیں تھا۔

قال الله تعالى وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشَّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر نہیں سکھایا اور نہ

ان کی شان کے مناسب ہے۔

علامہ نسفی حنفی اپنی مشہور و معتبر تفسیر مدارک التنزیل میں فرماتے ہیں۔

وما علمناه الشعر اى قول الشعراء - يعنى نهيهم عن ان يطلعوا على شعره كما قال

اس آیت کریمہ اور تفسیر مدارک کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہیں تھا۔ اور وہ بھی ماکان و مایکون میں داخل ہے۔ لہذا اس خدائی ترازو اور خدائی کسوٹی سے معلوم ہو گیا کہ ماکان و مایکون میں سے بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔ بہت ممکن ہے کہ کسی کو یہ شبہ ہو کہ شعر کا علم اس آیت کے نازل ہونے کے وقت تک نہیں دیا ہو گا بعد میں دے دیا گیا ہو گا۔ جیسا کہ ہمارے فاضل مخاطب نے فرمایا ہے کہ اس علم محیط کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے کیا سی روز قبل ہوئی ہے لیکن قرآن عزیز نے وَمَا يَنْبَغِي لَهُ فرما کر اس شبہ کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور بتلایا کہ یہ علم حضور کے لئے مناسب ہی نہیں۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ کسی وقت بھی حضور کو یہ علم دیا گیا ہو۔ اور اس مناسب نہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ اس سے آپ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل یعنی قرآن عزیز پر ایک قسم کا پردہ پڑتا تھا۔ اگر حضور کو شعر کا علم دیا جاتا تو کفایت کہہ سکتے تھے کہ صاحب ان کو تو شعر کا علم آتا ہی تھا اگر انہوں نے خود بخود قرآن شریف بنالیا ہو تو کون سی بڑی بات ہے۔ پس اللہ جل شانہ نے اپنی حجت تمام کرنے کے لئے حضور کو شعر کا علم نہیں دیا۔ اور قرآن عزیز میں وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشَّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ فرما کر مسئلہ علم غیب کا بھی خاتمہ کر دیا۔

میں نے تو اپنی ترازو بتلا دی اب آپ بھی کوئی ترازو پیش کیجئے۔ یا آپ کی ترازو یہی ہیں سوالات ہیں۔ یہ مسئلہ

علم غیب کی ترازو تو میں نہیں۔ ہاں آپ کے علم و قابلیت کی ضرورت ترازو ہیں۔

مولوی حسرت علی صاحب : آپ ہمارے سوالات کا جواب دیں گے یا نہیں۔ اگر آپ کے حلی میں دہر تو پھر ہم آپ کی دلیل ہی کو توڑیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : میں شرائط اور اصول مناظرہ سے مجبور ہوں۔ جب تک کہ یہ بحث علم غیب کی ختم نہ ہو جائے گی میں ہرگز ان خرافات کا جواب نہیں دوں گا۔ جس کا نام آپ نے سوالات دکھایا ہے۔ البتہ اگر آپ اپنے اس مصنوعی عقیدہ سے توبہ کر لیں یا مجھ کو عاجزی کی تحریر دے دیں تو ابھی اس کا بھی جواب دے دیا جائے گا۔

مولوی حسرت علی صاحب : ہمارے مخاطب صاحب نے آیت ”وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ“ پڑھی ہے اس پر آپ سے دو سوال ہیں۔ ۱۱۔ بتلائیے کہ علم کے کیا معنی ہیں ؟ ۲۔ شعر سے اس جگہ کیا مراد ہے ؟ دیکھتے ہمارے بیس سوال آپ پر جوں کے توں قائم ہیں ان کو آپ نے ابھی نہیں اٹھایا ہے شاید آپ بھول گئے۔ لہذا میں پھر سناتے دیتا ہوں اس کے بعد انہیں نام نہاد سوالات اور درحقیقت خرافات کا پھر اعادہ کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا مولوی صاحب میں خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ آپ پہلے ہمارے ان بیسوں اور دو بائیس سوالات کا جواب دے دیکھئے اس کے بعد ہم غیب کا مسئلہ دو منٹ میں سمجھا دیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنو) میں نے بطور پیشین گوئی عرض کیا تھا کہ بریلوی جماعت مسئلہ علم غیب پر دلیل پیش کرنے سے عاجز اور بالکل عاجز ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ گنہگار کی پیش گوئی سچ کر دکھائی۔ اس وقت تک کی بحث سے آپ حضرات نے بھی اندازہ کر لیا ہو گا کہ ہمارے فاضل مخاطب سب کچھ کر سکتے ہیں گالیاں بھی دے سکتے ہیں۔ زور سے بھی بول سکتے ہیں۔ نقل بھی اتار سکتے ہیں۔ لیکن دلیل پیش کرنے سے بال ہی عاجز ہیں۔ اور اس عاجزی پر پردہ بھی نہیں ڈال سکتے۔ واللہ اعلم۔

آپ نے بڑے زور شور کے ساتھ فرمایا تھا کہ اگر آپ کا ارادہ سوالات کے جواب دینے کا نہ ہو تو ہم تہدیی دلیل کو توڑ دیں۔ میں نے عرض کر دیا تھا کہ تا وقتیکہ مسئلہ علم غیب کے متعلق کوئی فیصلہ نہ ہو جائے میں دوسری طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ میرا خیال تھا کہ اب ہمارے مخاطب صاحب میری پیش کردہ دلیل پر ہی کچھ اعتراض کریں گے لیکن آپ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ ”شعر سے کیا مراد ہے۔ علم کے کیا معنی ہیں“ کیا انہی سوالات سے قرآن عزیز کے نفع قطعی کو توڑا جائے گا۔ کیا آپ ہی وہ نازک خیال ہیں جو شیشے سے پتھر کو توڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

مازک خیا لیاں میری تقدیریں عس و کا دل

میں وہ بلا ہوں شیشہ سے پتھر کو توڑ دے دل

غیر چونکہ آپ کے ان دونوں سوالوں کا تعلق مسئلہ زیر بحث سے ہے لہذا جواب دیتا ہوں۔ علم کے معنی صراح
(بلکہ میزان) میں ہیں ذَا نِسْتَقْنُ یعنی جاننا۔ شعر کی مراد۔ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ تفسیر مدارک التنزیل
سے بتا چکا ہوں۔ یعنی قول شعراء۔

اس کے بعد بتلادینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے ہمت کی تو انشاء اللہ العزیز چالیس آیتیں قرآن عزیز سے
پیش کروں گا۔ آپ ذرا جواب ہی دینے کی ہمت کیجئے۔ جس میں سے ایک پیش کر چکا ہوں اور دوسری سنئے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ
أَكَادُ أَخْفِيهَا لِتُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا
تَسْعَى۔ (ظہ - ۱۰)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ قیامت کے چھپانے کا ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ
فَعَالٌ لِّمَآ يُرِيدُ ہے جو ارادہ کرتا ہے اس کو ضرور پورا کرتا ہے۔ لہذا ضرور اس نے قیامت کو چھپایا ہوگا۔
اور کسی کو بھی بتلایا ہوگا۔ سید المفسرین حیر الامت سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جن کے لئے جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر دعا فرمائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْنَا الْكِتَابَ کہ لے اللہ میرے
اس چچا زاد بھائی کو قرآن کا علم دے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

يَقُولُ لَا اُظْهَرُ عَلَيْهَا احَدًا غَيْرِي۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے سوا اس قیامت

پر کسی دوسرے کو مطلع نہیں کروں گا۔ روایت کی

۱ رواہ ابن ابی حاتم

اس کو ابن ابی حاتم نے۔

اور ایسا ہی ہوا بھی کسی کو اللہ تعالیٰ نے اس کا علم نہیں دیا۔ چنانچہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اسی آیت کے تحت
فرماتے ہیں۔

وَلَعَمْرِي لَقَدْ اخْفَاهَا اللَّهُ مِنْ بَخْدِ قِيَامَتِ كُؤْخِطِهَا لِيَا هِيَ اللَّهُ تَعَالَى لَمْ يَقْرَبْ

فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں سے۔

الملائكة المقربين ومن الانبياء

المرسلين (رواہ ابن المقدمہ ابن ابی خاتم)

بلکہ میں کہتا ہوں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے ضرور اسے یہ علم تھا کہ پھر ہویں صدی کے آخر میں ایک فرقہ ایسا پیدا ہوگا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام ماکان و مایکون کا علم ثابت کرے گا اس لئے غالباً اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس فرقہ پر حجت قائم کرنے کے لئے اس مسئلہ کو قرآن شریف میں بھی زیادہ صاف کیا جیسا کہ کچھ معلوم ہو چکا اور کچھ معلوم ہو جائے گا اور جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر لکھا ہے بھی بہت زیادہ صاف کہ ایا حبیباً انشاء اللہ میں ثابت کروں گا۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ امت کو اس کا مشاہدہ کرا دیا کہ ہم نے بعض ماکان و مایکون کا علم نہ افضل البشر سید الانبیاء یوم الحشر کو دیا ہے اور نہ افضل الملائکہ المقربین سیدنا حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو۔ اور ان کی توہمتی بھی کیا ہے۔

چنانچہ بخاری شریف و مسلم شریف اور دوسری کتب حدیث میں بکثرت یہ روایت موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صحابہ کے مجمع میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک بدوی کی صورت میں تشریف لائے اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوؤں پر ہاتھ رکھ کر سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ پھر سوال کیا کہ سلام کیا ہے؟ آپ نے اس کا بھی جواب دیا۔ پھر دریافت کیا کہ احسان کیا ہے؟ آنحضرت نے اس کا بھی جواب دیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام دریافت فرماتے ہیں۔ متى الساعة یعنی قیامت کب آئے گی؟ سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہیں۔ ما المسئول عنها با علم من السائل یعنی قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ اس کے بارے میں علم نہیں رکھتا۔ یعنی اس کا علم نہ مجھ کو ہے اور نہ تم کو۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت کیا کہ تم جانتے ہو یہ کون تھے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ ورسولہ اعلم اللہ اور اس کا رسول (جل ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہی خوب جانتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ انہ جبرئیل جاء ليعلمکم دينکم یہ جبرئیل امین تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لئے آئے تھے۔ یعنی التسلالات سے مقصد خود دریافت

کرنا نہیں تھا بلکہ تم کو بتلانا مقصود تھا۔

دیکھئے اس جگہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے مجمع میں حضرت جبرئیل سے قیامت کا سوال کرا کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا جواب یہ دلوایا کہ صَالِمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمٍ مِنَ السَّائِلِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو یہ مشاہدہ کرا دیا کہ بعض ماکان و مایکون کا علم نہ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے اور نہ سید الملائکہ کو۔ بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں جاء ليعلمكم دينكم رہنماری میں تم کو سکھانے کے لئے آئے تھے، فرما کر یہ بھی بتلادیا کہ قیامت کا علم کسی کو نہ ہونا یہ دین کا جز ہے۔ جس طرح اسلام و احسان سے مسلمانوں کو واقف ہونے کی ضرورت ہے اسی طرح اس عقیدہ کی بھی ضرورت ہے کہ قیامت کا علم کسی کو نہیں دیا گیا۔ کیا ان نصوص کے بعد بھی کسی کو یہ گنجائش رہتی ہے کہ وہ یہ کہے کہ تمام ماکان و مایکون کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ ہاں جو علوم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھے وہ سب آپ کو حاصل تھے اور جو شان نبوی کے مناسب نہ تھے وہ آنحضرت کو نہیں عطا فرمائے اور اس سے آنحضرت کی کوئی شان نہیں گھٹی۔ جس طرح کہ خالق اور رزاق نہ ہونے کی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔

مولوی حسرت علی صاحب : حضرات گرامی آپ نے دیکھا خدا اپنے محبوب کے دشمنوں سے یوں اقرار کرتا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منکروں سے یوں کہلوا لیتے ہیں۔ مولوی صاحب کو خبر بھی نہیں ہوئی اور وہ پیارے مصطفیٰ کے علم غیب کا اقرار کر گئے۔ آپ تعجب نہ کیجئے میں ابھی بتائے دیتا ہوں۔ سنتے۔ ابھی مولوی صاحب نے یہ کہا ہے کہ جس قدر علوم حضور کی شان کے مناسب تھے وہ سب حضور کو حاصل تھے۔ کیوں بھائیو! کہا ہے یا نہیں؟ (ہاں صاحب ہاں) بس میں کہتا ہوں کہ حضور کے مناسب یہی ہے کہ تمام ماکان و مایکون کا علم ہو۔ اب تو آپ نے خود ہی اقرار کر لیا۔ اب علم غیب پر مناظرہ کیا ہوگا۔ چلئے اب تو آپ کی ہوس بھی مٹ گئی۔ رسول پاک نے اپنے علم غیب کا اقرار خود آپ سے کرا لیا۔ اب تو آپ ہمارے سوالوں کا جواب دیجئے۔ یا اب بھی آپ نہیں دیں گے۔ ہمارے پہلے بائیس سوال جن کو مولوی صاحب نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہے یہ ہیں (اس کے بعد سوالات کی فہرست پھر پڑھ کر سنادی) اسکے بعد کہا بائیس تو یہ ہیں اب ان پر تین سوالوں کا اور اضافہ

۱ : وما علمناه الشعر میں شعرے شعر عرضی مراد ہے یا مطلق۔

۲ : اکاد اخفیہا پر میرا یہ سوال ہے کہ یہ اخفا کب تک رہے گا۔

۳ : ما المسئول عنها با علم من السائل کا تو یہ مطلب ہے کہ میں تم سے زیادہ اس کو جاننے والا نہیں

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کا علم مجھ کو بھی ہے اور تم کو بھی ہے آپ نے نفی کہاں سے نکال

بائیں پہلے تھے اور تین یہ ہوئے۔ آپ پہلے ان پچیس سوالات کا جواب دے دیجئے اس کے بعد آگے بڑھئے۔

میں آپ کو ہرگز نہ بڑھتے دوں گا۔ آپ کو علم غیب کی نفی میں آیتیں حدیثیں پڑھنی آتی ہیں اپنے اپنے بڑوں

کے سرے کفر اٹھانا نہیں آتا۔ آپ علم غیب کا اقرار کر چکے ہیں۔ لہذا اس کو تو اب چھڑیئے ہی مت۔ اب بس

جلدی سے ہمارے سوالات کا جواب دے دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : بعد از خطبہ مسنونہ ہمارے مخاطب فرماتے ہیں کہ مسئلہ علم غیب کا فیصلہ

ہو گیا اور تو نے خود ماکان و مایکون کے علم کا اقرار کر لیا۔ اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے وہی

مناسب ہے۔ آپ نے تقریر تو بڑے زور شور سے کی اور واقعی بات بھی ایسی ہی عجیب کہی ہے کہ سو اس شخص کے

جو ایک زمانہ تک بریلی میں رہا ہو، دوسرا شخص مشکل ہی سے کہے گا۔ لیکن ذرا ایمان کی خبر لیجئے۔ آپ نے صریح قرآن

عزیز کا مواضع کیا ہے قرآن شریف توصاف الفاظ میں لکھا ہے : وما علمناه الشعر وما ينبغي له ۵

جس سے صاف معلوم ہوتا کہ ماکان و مایکون میں سے شعر کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب

نہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ تمام ماکان و مایکون کا علم ہی (جس میں شعر بھی داخل ہے) شان نبوی کے مناسب

ہے آپ کو توبہ کرنی چاہئے۔ پھر یہ کہ آپ کے اس قول سے لازم آتا ہے کہ جوئے بازی شراب سازی وغیرہ کا علم

بھی معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہو۔ کیوں کہ یہ چیزیں بھی ماکان و مایکون

میں داخل ہیں حالانکہ کوئی مسلمان اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔ کیا ان چیزوں کا علم بھی آپ کے نزدیک جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہے۔ پھر تو آپ نے شان نبوت کی بہت ہی توقیر و تعظیم کی۔

ہمارے مخاطب صاحب نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ اب علم غیب کی بحث کو نہ چھیڑیئے وہ ختم ہو گئی

مہربان من ؟ ابھی تو ۲ آیتیں ہی پیش ہوئی ہیں آیتیں باقی ہیں آپ کا ابھی سے یہ حال ہے ہمیں تو ابھی اس مسئلہ پر بہت کچھ کہنا ہے۔ ۵

سحر ہے دور تر از رنگِ فنی ابھی سے ہے

اس کے بعد میں ان سوالات کا جواب دیتا ہوں جو جناب نے میری تقریر پر فرمائے تھے۔
۱ : شعر سے وہی مراد ہے جس کو اہل عرب اپنے محاورات میں شعر کہتے ہیں۔ قضا یا شعر کہنا قرآن عزیز کے نازل ہونے سے سینکڑوں برس بعد کی منطقیوں کی ایجاد ہے قرآن شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی عربی زبان میں نازل ہوا ہے نہ مناطق کی اصطلاح میں۔ چنانچہ وہ خود صاف کہہ رہا ہے۔ *وهذا القرآن عربی مبین* اور اگر لفظ شعر منطقی بھی مراد ہے تو مجھ کو مضر نہیں میرا مدعا پھر بھی ثابت ہے اس لئے کہ وہ بھی ماکان و مایکون میں سے ایک چیز ہے جب اس کے علم کی نفی کر دی جائے گی تو لامحالہ ماکان و مایکون کی نفی ہو جائے گی۔

۲ : *اَكَادُ اُخْفِيهَا* میں کوئی قید مذکور نہیں وہ مطلق ہے اگر آپ کے نزدیک وہ حکم کسی خاص زمانے تک تھا تو آپ اس کی دلیل پیش کریں۔

۳ : آپ فرماتے ہیں کہ *ما المسئول عنها با علم من السائل* میں نفی کہاں سے نکالی ہے بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ قیامت کا علم مجھ کو بھی ہے اور تم کو بھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی شکوۃ شریف دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ اس میں اسی حدیث میں بروایت بخاری بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ موجود ہیں۔
فخس لا يعلمهن الا الله ان الله عنده علم الساعة الاية

یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو یہ جواب دیا کہ قیامت کے بارے میں تم سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ یہ ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جن کے متعلق قرآن شریف نے بتلادیا ہے کہ ان کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور استشہاد سورۃ لقمان کی اس آیت کو بھی پڑھا
ان الله عنده علم الساعة الخ

یہ تو خود آنحضرت علیہ السلام کے الفاظ تھے جن سے معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا

کہ قیامت کا علم جس طرح اے جبریل تم کو نہیں مجھ کو بھی نہیں۔ اب شاریحین حدیث کے اقوال ملاحظہ فرمائیے
خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی ؒ اس حدیث کے تحت میں اپنی مشہور معروف کتاب فتح الباری شریف
شرح بخاری شریف میں فرماتے ہیں۔

المراد التساوی فی العلم بان الله تعالى استأثر بعلمها لقوله
بعد خمس لا يعلمها الا الله۔ (فتح الباری مصری ص ۳۳)

یعنی حضور کی مراد یہ ہے کہ اے جبریل میں اور تم دونوں اس بات کے جاننے میں برابر ہیں کہ
اللہ تعالیٰ نے قیامت کے علم کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے (کسی کو بھی نہیں دیا)۔
یہ تو تھا آپ کے سوالات کا مختصر جواب۔ اب تیسری آیت سنئے۔

قال الله تعالى إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ
وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ
وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ
عَدَا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ
أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ
خَبِيرٌ۔ (لقمان ۳۱۔ آخری آیت)

بہ تحقیق اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی
نازل کرتا ہے بارش کو یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہے
ہے کہ بارش کب ہوگی، اور وہی جانتا ہے جو کچھ عورتوں
کے رحم میں ہوتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا
اور کوئی نہیں جانتا کہ کہاں مرے گا۔ بہ تحقیق اللہ ہی
جاننے والا اور خبردار ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان پانچ چیزوں کا علم خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں حالانکہ یہ بھی ماکان دما
یكون میں داخل ہیں۔ چونکہ میرا وقت ختم ہو گیا اس لئے ختم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ نوبت میں اس پر مزید

ملے رضا خانی روئداد میں ان دونوں آیتوں کے متعلق یہ سوالات اور ان کے علاوہ اور بہت سے سوالات تصنیف کر کے
بھر دیتے گئے ہیں۔ مگر آفرین اس بہادری پر کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے کفر شکن اور باطل سوز جوابات کا ایک لفظ
بھی نقل نہیں کیا۔ ہمارے ناظرین مولانا کی تقریر کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے رضا خانیوں کے نئے پرانے سارے سوالات
پادر ہوا ہو جاتے ہیں۔

بدشتی ڈالوں گا۔

مولوی حسنت علی صاحب : افسوس میرے سوالات ویسے ہی قائم ہیں۔ مولوی صاحب

نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر مولوی صاحب میں حقانیت ہے تو وہ ان کا جواب دیں لیکن میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ اگر مولوی صاحب کی ساری جماعت بھی مل کر زور لگائے تو میرے پچیس سوالات قاہرہ کا جواب نہیں دے سکتی۔ رشید احمد صاحب گنگوہی، خلیل احمد صاحب انبلیٹی، اشرف علی صاحب تھانوی کے سر سے کوئی کفر نہیں اٹھا سکتا۔ اگر مولوی صاحب میں ہمت ہو تو اٹھائیں۔ لیکن کس کی مجال ہے کہ حسنت علی کے مقابل میں دیوبندیوں کا سلام ثابت کر دے۔

صاحبو ! یہ کمال میرا نہیں یہ اللہ و رسول جل جلالہ، صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے۔ یہ غوث پاک کی کرامت ہے وہ اپنے غلاموں کی ایسی ہی امداد فرماتے ہیں ذرا ان کا کوئی غلام نہ بکرتو دیکھے۔ میرے پچیس سوالات قاہرہ یہ ہیں (اس کے بعد تمام سوالات کی فہرست پڑھ کر سنا دی) اس کے بعد کہا اس مرتبہ مولوی صاحب سے دو سوال اور کرنا ہوں۔ اگرچہ امید ان کے جواب کی بھی نہیں ہے۔

۱۔ آپ نے جو اس مرتبہ سورہ لقمان کی آیت پڑھی ہے ان میں پانچ علموں کا تذکرہ ہے اللہ تعالیٰ ان کا علم کسی کو دے بھی سکتا ہے یا نہیں ؟

۲۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جبریل کی اس حدیث کے واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم دے دیا گیا ہو۔ یہ کیسے معلوم ہوا کہ وفات شریف سے کیا سی روز قبل بھی یہ علم نہیں دیا گیا ؟
مولوی صاحب آپ پہلے ہمارے ان ستائیس سوالوں کا جواب دے دیجئے پھر ہم آپ کو ان آیات کا مطلب بھی سمجھا دیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ خدا و رسول جل جلالہ، صلی اللہ علیہ وسلم پر اقرار کرتے ہیں کہ یہ میرا کمال نہیں بلکہ اللہ و رسول جل جلالہ، صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے۔ یاد رکھئے کہ مسلمانوں کو کافر بنانا ہرگز جناب رسول اللہ علیہ وسلم کا کمال نہیں بلکہ شیطان کا کمال ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال یہ تھا کہ جس وقت دنیا شک و کفر کا گہوارہ بن رہی تھی کوئی

خدا پرست ڈھونڈے نہ ملتا تھا اس تاریک زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چند ہی روز
 میں لاکھوں مسلمان بنادینے۔ آج انہیں کی جوتیوں کا صدقہ ہے کہ دنیا میں چالیں کر ڈرے زیادہ مسلمان ہو چکے ہیں
 مہربانم! آپ کا اور آپ کی جماعت کے قبلہ و کعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا کمال تو ہے کہ ذی
 میں کوئی مسلمان نہ چھوڑا۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ وہ کافر۔ جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ علماء دیوبند
 وہ کافر۔ جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ اہل حدیث وہ کافر۔ جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ مدوۃ العلماء قائم ہوا
 آپ کے اعلیٰ حضرت نے حکم لگایا جو اس میں شریک ہو وہ کافر۔ آخری زمانہ میں تحریک خلافت اعلیٰ آپ کے علم
 نے اس کے شرکار کو بھی کافر بنایا۔ حالانکہ ہندو ویرن ہند کے سارے مسلمان اس میں شریک تھے۔ بالخصوص
 مولوی عبدالباری صاحب لکھنوی فرنگی محلی کو اسی جرم میں ایک سو ایک وجہ سے کافر لکھا۔ پھر مولوی محمد اسماعیل
 صاحب شہیدؒ کو مسلمان بنا کر خود کافر ہوئے۔ اپنی ساری جماعت کو کافر بنایا۔

الغرض آپ کا کمال تو یہ ہے کہ ساری دنیا کو کافر بنایا۔ سارے مسلمانوں کو شمشیر تکھیز کے گھاٹ تار دیا۔
 اور آج کوئی دنیا میں ایسا نہیں جو مولوی احمد رضا خان صاحب کی تکھیز کا شکار نہ بنا ہو۔
 اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال یہ تھا کہ دنیا بھر میں سلام بھیل دیا سینکڑوں برس کے کافر
 کو مسلمان بنا دیا ۛ

پر نسبت خاک را با عالم پاک
 کجا عین محب دجال نا پاک

آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے سوالوں کا جواب دو۔ اطمینان رکھیے اب حاضرین بھی آپ کی ان چالوں میں آنے
 والے نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سوالات نہیں بلکہ مسئلہ علم غیب سے بچنے کی چالیں ہیں۔ میرے محترم دوست! یہاں کی
 پبلک اتنی نا سمجھ نہیں کہ اتنی روشن بات کو بھی نہ سمجھے۔

میں اس سے بہت زیادہ خوش ہوں کہ آپ ہر مرتبہ اسی طرح ان نام نہاد سوالات کو پڑھ کر مسند دیا کریں اور
 میں قرآن و حدیث سے مسئلہ علم غیب پر روشنی ڈال کر دوں ۛ

ہر کے را بہر کارے ساختہ
میل او را درویش انداختہ

آپ کی دولت یہی سوالات ہیں اور میرے پاس قرآن و حدیث کی دولت ہے۔ کُلُّ حُزْبٍ بِمَا
لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ۔

اس مرتبہ مولوی صاحب نے مسئلہ علم غیب کے متعلق دو باتیں دریافت کی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ جل جلالہ کی چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ دے بھی سکتا ہے یا نہیں ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نزدیک ضرور اس پر قادر ہے کہ ان چیزوں کا علم کئی کسی کو دے دے۔ لیکن ہمارا اور سارے سلف صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ کسی کو دنیا نہیں اور نہ دے گا۔ کیوں کہ اس نے ان علوم کو قرآن عزیز میں اپنے ہی ساتھ خاص بتلایا ہے۔ یہی سورۃ لقمان کی آیت اس کی شاہد ہے۔ وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے میں اس وقت اس پر کافی روشنی نہیں ڈال سکا تھا ورنہ مولوی صاحب کو اس سوال کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ خیر اب عرض کرتا ہوں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

خمس من الغیب استأثر بہن اللہ	غیب میں سے پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ
فلہ یطلع علیہن ملکاً مقرباً ولا	نے اپنے لئے خاص کر لیا، ان کی اطلاع نہ کسی مقرب
نبیاً مرسلان اللہ عنہ علم	فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی و رسول کو۔ تحقیق اللہ
الساعۃ فلا یدری احد من الناس	ہی کو ہے قیامت کا علم۔ پس کوئی نہیں جانتا آدمیوں
متی تقوم الساعۃ فی ای سنۃ ولا	میں سے کہ کب قیامت آئے گی۔ کس سنہ اور کس
فی ای شہر الیلا ام نہارا وینزل	میں۔ دن میں آئے گی یا رات میں۔ اور وہی نازل
الغیث فلا یعلم احد متی ینزل الغیث	کر تا ہے بارش کو۔ پس کوئی نہیں جانتا کہ کب
الیلا ام نہارا و یعلم ما فی الارحام	بارش ہوگی۔ آیا دن میں یا رات میں۔ اور وہی جانتا
فلا یعلم احد ما فی الارحام اذ کد	بوجھ رحم میں ہے۔ پس کوئی نہیں جانتا اکل
ام انشی احمر او اسود ولا یدری	و رحموں میں ہے۔ یعنی کسی کو خبر نہیں ہے کہ بچہ

نفس ماذا تكسب غدا اخيرا ام
 مشرا وما تدرى نفس باى
 ارض تموت ليس احد من الناس
 يدري اين مضجعه من
 الارض افنى بحر ام برقى سهل ام
 فى جبل - رواه ابن جرير وابن ابى حاتم
 تفسير ابن كثير جلد ۳ ص ۵۵

یہ پانچ، سرخ ہے یا سیاہ - اور کوئی نہیں جانتا
 کہ کل کیا کرے گا - نیکی یا بدی - اور کسی کو بھی خبر
 نہیں کہ کس زمین میں مرے گا - یعنی آدمیوں میں سے
 کسی کو خبر نہیں کہ کہاں اس کا مرقہ ہوگا - دریا
 میں یا خشکی میں نرم زمین میں یا پستگان میں -
 روایت کیا اس کو ابن جریر اور ابن ابی حاتم
 نے -

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ یہ پانچ علم نہ کسی مقرب فرشتہ کو دینے
 گئے ہیں نہ کسی نبی و رسول علیہ السلام کو - علاوہ ازیں یہ کہ بخاری شریف سے جو ابھی میں نے حدیث جبریل کے الفاظ
 پڑھے تھے وہ بھی صاف بتا رہے ہیں کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں عطا فرمایا - حدیث کے
 الفاظ یہ ہیں -

فی خمس لا يعلمهن الا الله انت الله عنده علم الساعة الخیة
 یعنی تم قیامت کا سوال کرتے ہو کہ کب آئے گی - اس معاملہ میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں -
 کیوں کہ وہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے کہ جن کو اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا :-

اور حضور نے استدلال کے طور پر یہی آیت پڑھ دی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس
 آیت کا وہی مطلب سمجھا تھا جو میں عرض کر رہا ہوں - یہ کہنا کہ علم ذاتی کی نفی کی تھی جہالت کا ثبوت دینا ہے - کیونکہ
 سائل نے یہ دریافت نہیں کیا تھا کہ آپ کو علم ذاتی ہے یا نہیں - بلکہ اس کا سوال یہ تھا کہ متی الساعة
 قیامت کب آئے گی ؟ اب اگر یہ کہا جائے کہ حضور نے محض علم ذاتی کی نفی کی ہے اور حضور کا مطلب یہ ہے کہ
 مجھ کو اس کا از خود بغیر اطلاع خداوندی علم نہیں تو " سوال از آسمان جواب از لیسمان " کی مثال صادق
 آئے گی - اس کے علاوہ اور بھی میرے پاس قوی دلائل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ محض علم ذاتی کی نفی مقصود
 نہیں - لیکن چونکہ ان کا تعلق علم حدیث سے زیادہ ہے اس لئے اس مجمع میں بالخصوص آپ جیسے عالم متبحر

کے سامنے (جس کو یہ بھی خبر نہیں کہ خبر واحد دلیل قطعی نہیں ہوتی) بیان کرنا بیوقوفوں کو کوڑے پر بکھیرنا سمجھتا ہوں۔
 یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس آیت سے علم قیامت نہ ہونے پر خود آنحضرتؐ نے بھی استدلال فرمایا ہے۔
 ۱۲: دوسری بات آپؐ نے یہ دریافت کی تھی کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ قیامت کا علم اس حدیث جبریلؑ کے واقعہ کے بعد بھی آنحضرتؐ کو نہیں دیا گیا۔ ممکن ہے کہ اس واقعہ کے بعد دے دیا گیا ہو۔ ہمارا دعوہ ہے تو کیا اسی روز پیشتر کا ہے۔

قرآن و حدیث سے تو آپؐ کی واقفیت کل سے معلوم ہو رہی ہے۔ لیکن اس سوال سے معلوم ہوا کہ آپؐ اصولی مناظرہ سے بھی بہت زیادہ واقف ہیں۔ میرے محترم دوست دلیل کی ضرورت اس کو ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ اس واقعہ کے بعد کیا اسی روز سے پہلے پہلے علم دے دیا گیا۔ اور جو انکار کرے اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں مناظرے پہلے آپؐ کو مناظرہ کشیدہ پڑھنی چاہئے تھی۔

بہستان رو کہ از بلبل طریقی عشق گیسری یاد
 بچنسل آ کہ از ناصح سخن گفتن بیا موزی

لیکن چونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ دلیل پیش کرنے کا سبق آپؐ نے پڑھا ہی نہیں ہے اس لئے میں ہی بتلاتا ہوں۔ سنتے۔

خاتم المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری شریف میں اسی حدیث کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں۔

درواہ ابن مندۃ فی کتاب الایمان
 باسناده الذی علی شرط مسلم من طریق سلیمان التیمی فی حدیث عمر اولہ
 ان رجلاً فی آخر عمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر الحدیث بطولہ۔
 اسی حدیث جبریلؑ کو ابن مندہ نے کتاب الایمان میں اپنی اس سند سے جو علی شرط مسلم ہے بطریق سلیمان تیمی بروایت فاروق اعظم روایت کیا ہے اور اس کے پہلے لفظ یہ ہیں کہ۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے آخر میں ایک شخص (جبریلؑ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس کے بعد پوری حدیث بیان کی ہے

(فتح الباری شرح بخاری)

اس روایت نے آپ کے کیا اسی روز والے احتمال کا بھی خاتمہ کر دیا اور بتلا دیا کہ یہ واقعہ ہی عمر شریف کے آخر حصہ میں ہوا ہے۔ یہ ہے معجزہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے امداد اللہ تعالیٰ کی، یہ ہے حق کا کرشمہ۔ واقعی جس وقت حضرت مولانا نے یہ روایت فتح الباری سے پڑھی تھی اس وقت مجمع کی ایک عجیب کیفیت تھی جو احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

حاضرین کرام ! اس طرف بھی توجہ فرمائیں کہ مسئلہ علم غیب کے متعلق جوابات ہمارے فاضل مخاطب دریافت کرتے ہیں میں برابر اس کا جواب دیتا ہوں اور بحمد اللہ ایسا سنا فی کہ اس کے بعد مولوی صاحب کو لب لسانی کا موقع بھی نہیں رہتا۔ لیکن ان سوالات کی فہرست میں برابر ان کا شمار رہتا ہے۔ یہ ہے ہمارے فاضل مخاطب صاحب کی حق پرستی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولوی حسرت علی صاحب : ارے صاحب ! آپ کو ان کتابوں سے کیا واسطہ ؟ آپ اشرف علی کی "حفظ الایمان" کو دیکھتے۔ گنگوہی کی "براین" کو دیکھتے۔ پہلے اپنے کفریات کو اٹھائیے۔ آپ کو تو ان اسلامی کتابوں کو ہاتھ لگانے کا بھی حق نہیں۔ آپ ان مقدس کتابوں کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ آپ اپنے کفر سے توبہ کر لیں تو ہم ابھی ان کتابوں کا مطلب سمجھا سکتے ہیں۔

حضرات گرامی ! میرے سوالات ستائیس ہو چکے ہیں اور مولوی صاحب ان کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ مولوی صاحب کو اپنا اور اپنے بڑوں کا کافر ہونا تسلیم ہے پھر میں اپنے سوالات سناتے دیتا ہوں۔ اس کے بعد وہی فہرست سنادی۔ اور جلسہ برخاست ہو گیا۔

اس اجلاس کی کیفیت کا اندازہ کسی قدر ہمارے ناظرین کو بھی ہو گیا ہو گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس جلسہ کی کیفیت جس درجہ عجیب و غریب تھی اس کا صحیح نقشہ کھینچنا ہمارے اسکان سے باہر ہے۔ مختصر یہ کہ مولوی حسرت علی خان صاحب جس وقت اپنے ستائیس سوالات کی فہرست ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوتے تھے تو سارے رضا خانی شرم سے آنکھیں نیچی کر لیتے تھے۔ اور بیچارے مولوی رحمہ اللہ صاحب نے تو سر اٹھانے کی قسم ہی کھائی تھی۔ رضا خانوں کے بس مرغنوں نے جلسہ کا یہ رنگ دیکھ کر مولوی حسرت علی صاحب سے کہا بھی کہ آپ مجمع کا رنگ نہیں دیکھتے ان والوں کو دیکھئے اور دلیل پیش کیجئے۔ بالآخر جب ان کو یقین ہو گیا کہ ان تلوں میں تیل ہی نہیں تو بھجوری

انہوں نے بھی کہنا چھوڑ دیا۔

اور شام کو اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنوہ) حضرات جن مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے اس جلسہ کا انعقاد ہوا تھا بجز اللہ اس پر کافی روشنی پڑ چکی ہے۔ میں تین آیتیں پیش کر چکا ہوں جن کا جواب ہمارے محفلِ طیب اس کے سوا اور کچھ نہیں دے سکے کہ تم نے ان آیات کا مطلب نہیں سمجھا۔ اگر تم ہمارے سوالوں کا جواب دے دو گے تو ہم مطلب سمجھا دیں گے۔ لیکن آپ حضرات کو معلوم ہے کہ اب تک جو آیت میں نے پڑھی ہے اس کا مطلب بھی مفسرین امت کے کلام سے بیان کیا ہے۔ میں اپنی طرف سے کسی آیت کا مطلب بیان کرنا حرام سمجھتا ہوں۔ لہذا ہمارے محفلِ مخاطب غور فرمائیں کہ آپ میرے بیان کردہ مطلب کو غلط نہیں بتلا رہے بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ۔ علامہ نسفی صاحب مدارک التنزیل کے بیان کردہ مطالب کو غلط بتلا رہے ہیں۔ بلکہ سورۃ لقمان کی آیت کا مطلب تو میں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف سے بیان کیا ہے۔ کیا معاذ اللہ آپ کے نزدیک آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی قرآن عزیز کا مطلب نہیں سمجھا۔ استغفر اللہ۔

اب چوتھی آیت سنئے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ	اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگ آپ سے
مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي	سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ کب آئے
لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي	گی۔ فرمادیجئے کہ اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔

لے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اس کا التزام فرمایا تھا کہ جو آیت بھی پیش فرماتے تھے اس کی تفسیر اور توضیح کے لئے

احادیث یا آثار صحابہ یا اقوال مفسرین ضرور پیش کرتے تھے۔ منجمل کی پیگ آج تک اس کی شہد ہے۔ اور یہی وہ چیز تھی جس نے حضرت مولانا کے تبحر علمی کا سکہ دشمنوں کے قلب و جگر میں بٹھا دیا ہے۔ مگر رضا خانی روٹا دین برائے نام بھی ان چیزوں کا ذکر

نہیں۔ اللہ رے ایان داری۔ الحساب یوم الحساب۔

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمُ
إِلَّا بَعَثَةٌ يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ خَفِيٌّ
عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ
أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ -

(اعراف - مکرع ۲۳)

نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر اللہ تعالیٰ
بجاری ہے وہ آسمانوں اور زمینوں میں۔ وہ اچانک
بے خبری ہی میں آئے گا وہ لوگ آپ سے سوال کرتے
ہیں گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں۔ کچھ دیکھ کر اس کا
علم اللہ ہی کو ہے۔ لیکن بہت سے لوگ اس راز سے
ناواقف ہیں۔

سید المفسرین سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جب لوگوں نے حضور سے (قیامت کا) سوال کیا تو ان
لوگوں کا سا سوال کیا کہ گویا کہ وہ حضور کو اپنا بڑا
مہربان سمجھتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اس
کا علم بس اللہ ہی کو ہے۔ اس نے اپنے لئے خاص کر
لیا ہے۔ پس نہ کسی فرشتہ کو دیا ہے نہ کسی نبی علیہ السلام
کو۔ روایت کیا اس کو ابن جریر وغیرہ نے۔

لَمَّا سَأَلَ النَّاسُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ سَأَلُوهُ سَوَالَ قَوْمٍ كَانَهُمْ
يُرَوْنَ أَنَّ مُحَمَّدًا خَفِيٌّ بِهِمْ
فَاَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَهُ
أَسْأَثَرُ بَعْلَمَهَا فَلَمْ يُطْلَعْ عَلَيْهَا مَلَكًا
وَلَا رَسُولًا أَخْرَجَهُ رَأْيُ جَرِيرٍ وَغَيْرِهِ دُرُثُومٍ

علامہ نسفی حنفیؒ اپنی مشہور و متعبر تفسیر ”مدارک التتریل“ میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یعنی قیامت کے قائم کرنے کے وقت کا علم بس
اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اور اس علم کو اس نے اپنے ہی
لئے خاص کر لیا ہے اس کی خبر ملائکہ مقربین، اور
انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو بھی نہیں دی ہے۔

قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي أَيُّ عِلْمٍ وَقْتُ
أَرْسَائِهَا عِنْدَهُ وَقَدْ اسْتَأْثَرَ بِهِ لَوْ
يُخْبِرُ بِهِ أَحَدًا مِنْ مَلَائِكَةِ مُقَرَّبِينَ وَلَا
نَبِيٍّ مَرْسَلٍ - (مدارک ص ۲۳ ج ۱)

غور کیا جائے کیا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے بھی کسی مسلمان کو یہ گنجائش ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ

قیامت کے وقت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب
صحیح کی طرح کہہ دیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد دے دیا گیا تھا۔ لیکن اول تو یہ کہنا اس وقت زیبا ہے جب

مولوی صاحب اس کی کوئی دلیل پیش کریں بے دلیل دنیا میں کوئی دعوے نہیں سنا جاتا۔ دوسرے یہ کہ حدیث جبریل نے اس احتمال کا بھی قلع قمع کر دیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ آخر عمر تک بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم نہیں عطا فرمایا گیا۔

صبح جناب نے مجھ سے دریافت فرمایا تھا کہ حدیث جبریل کے الفاظ سے نفی کس طرح نکالی۔ اگرچہ اس کا جواب شافی میں صبح ہی دے چکا ہوں لیکن اس وقت حضرت شیخ عبدالحی صاحب محدث مولوی کی عبارت اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف سے اور پڑھتا ہوں۔ جس سے حدیث جبریل کے مضمون پر کافی روشنی پڑ جائے گی۔ شیخ رحمہ اللہ علیہ ماالمستول عنہا با علم من السائل کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یعنی من تو ہر دو برابریم در نادانستن آن بلکہ ہر
سائل مسئلہ میں حال دارد کہ آنرا جز خدا
وند تعالیٰ کے نہ داند دوے تعالیٰ پہنچ کس راز
ملائکہ و رسول برآن اطلاع نداده۔

اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۵۴۴
تعالیٰ کے اد کوئی نہیں جانتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے
کسی کو بھی ملائکہ اور رسولوں میں سے اس کی اطلاع
نہیں دی۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ شیخ ”دوبی ہیں جن کو فاضل بریلوی بھی اپنی بعض تصانیف میں شیخ الشیوخ لکھتے ہیں۔
مولوی حسرت علی صاحب : حضرات کل سے تقریریں ہو رہی ہیں۔ مولوی صاحب کا کفر علی ردس
الاشہاد ثابت کیا جا رہا ہے۔ لیکن مولوی صاحب نہ اس کا کوئی جواب دیتے ہیں نہ اپنے کفر سے توبہ کرتے ہیں۔ ہمارے
سوالات سٹائیں ہو چکے ہیں لیکن مولوی صاحب ان کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ اچھا اب میں کہتا ہوں کہ آپ
ہمارے سوالات کا جواب مت دیجئے۔ اس یہ تحریر دے دیجئے کہ ہم حسرت علی کے سوالات قاہرہ کے جواب سے عاجز
ہیں اس کے بعد میں ان آیات کا مطلب بیان کر دوں گا جن کو پڑھ کر آپ مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔
ارے مولوی صاحب ! آپ مولوی بھوکرخیاں کرتے ہیں لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ پڑھ کر آپ مسلمانوں کو

دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ آپ نے شیخؒ کی عبارت پوری نہیں پڑھی۔ اسی حدیث کے تحت میں شیخؒ کی عبارت یہ بھی تو ہے۔

» ایٹھا از امور غیب اند کہ جز خدا کے آزاندا نگر آنکو دے تعالیٰ انکو خود کے را
بدانند بوحی والہام «

یعنی یہ قیامت وغیرہ پانچوں چیزیں امور غیب میں سے ہیں کہ خدا کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا
مگر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ وحی یا الہام کے ذریعہ سے بتا دیں «

تو کیا آپ کے نزدیک حضور پر وحی نہیں ہوتی تھی ؟

آپ ویسے تو اتنے سیدھے ملتے ہیں لیکن خدا کے نبی کا علم گھٹانے کے لئے آپ کو ایسی ایسی خیانتیں کرائی
آتی ہیں۔ سنئے یہی شیخ مارج النہوت کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔

» وہی صلی اللہ علیہ وسلم داناست بر ہمہ چیزے از شیونات ذات الہی واحکام وصفات

حق واسما و آثار و جمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نموده است و مصداق

فوق کل ذی علم علیم است «

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذات الہی کی تمام شانوں اور اس کے احکام اور اس کے اسماء و صفات

و آثار کو جاننے والے ہیں۔ اور تمام علوم ظاہری و باطنی اور اول و آخر کو احاطہ کئے ہوئے ہیں

اور فوق کل ذی علم علیم کا مصداق ہیں «

دیکھئے یہ وہی توشیح ہیں ارے صاحب آپ کو شرم کرنی چاہئے۔ آپ بھرے مجمع میں ایسی خیانت کرتے

ہیں۔ آپ اپنے سرے کفر اٹھائیے۔ ہمارے ستائیں سوالوں کا جواب دیجئے یا اپنے عاجز ہونے کی تحریر دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) ہمارے فاضل مخاطب نے جس قدر سخت الفاظ میرے متعلق

کہے ہیں میں ان کا جواب کچھ نہیں دینا چاہتا ۔

بدم گفتی و ضرر ندم عفاک اللہ بخو گفستی

جواب تلخ می زیب دل علی شکر خارا

یہ سخت کلامیاں اور بے تہذیبیاں آپ ہی کو مبارک - ہاں اتنا عرض کروں گا - چونکہ آپ حضرات کا دن
رات کا مشغلہ بزرگوں کے کلام میں ناجائز خیانت اور قطع برید کرنا ہے اس لئے کوششوں کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔
اَلْمَرْءُ يَفْقِيسُ عَلَى نَفْسِهِ - لیکن یاد رکھئے کہ بحمد اللہ اہل حق کو ان حیا سوز کارروائیوں کی ضرورت پیش
نہیں آتی۔

شیخ علیہ الرحمۃ کی جس عبارت کے متعلق جناب فرما رہے ہیں کہ وہ نہیں پڑھی۔ بے شک میں نے نہیں پڑھی۔
کیوں کہ اس کو مسئلہ علم غیب سے اثبات یا انفیاء کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ ان پانچ چیزوں
کا علم اللہ تبارک و تعالیٰ اگر کسی بندے کو عطا فرما دے تو اس کو بھی ان کا علم ہو سکتا ہے۔ اور اس کا انکار کسی کو بھی
نہیں۔ بے شک اگر اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو ان پانچ چیزوں کا علم دے دے تو ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بات کہ کسی کو
دیا بھی یا نہیں، جدا گانہ ہے۔ اب یہ بھی شیخؒ ہی سے دریافت کیجئے کہ آیا کسی کو دیا بھی ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب
حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے یہاں سے ہی ملے گا کہ۔

”وہی تعالیٰ ہیچ کس کا اطلاع دے اور اس کے واسطے براں اطلاع ندادہ“

”اور اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی فرشتوں اور رسولوں میں سے اس کی اطلاع نہیں دی ہے“

اب فرمائیے کہ کس نے خیانت کی اور کون بے حیا اور بے شرم بنا۔ ج

ہم الزام ان پر رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اس کے بعد شیخؒ کی ایک اور عبارت پیش کرتا ہوں جس سے اور زیادہ صاف طور پر علم غیب کے متعلق شیخؒ
کا عقیدہ معلوم ہو جائے گا۔ مشکوٰۃ شریف میں بروایت مسلم شریف یہ حدیث ہے۔

عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان

یموت بشہر تسألونی عن الساعة علمها عند اللہ - الحدیث

ترجمہ! مروی ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے سنا حضور اپنی وفات شریف سے محض ایک مہینہ پہلے فرماتے تھے کہ تم لوگ مجھ سے قیامت

کا سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے“

اس حدیث کی شرح میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

گفت جابر شنیدم آنحضرت را فرمود پیش از حلت
خود بیک ماه قسٹلونی عن الساعة می رسید
مرا از وقت قیام قیامت و انما علیہا عند
اللہ و نیت علم بتعیین وقت آل مگر نزد خداوند
عز وجل یعنی از وقت وقوع قیامت کبری می پرسید
آن خود معلوم من نیست و آن را جز خداوند تعالیٰ
نداند۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم سے حضور کی وفات شریف سے ایک ماہ
قبل سنا۔ حضور فرماتے تھے کہ تم مجھ سے قیامت کے
آنے کا وقت دریافت کرتے ہو حالانکہ اس کے وقت
معین کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ یعنی قیامت
کبریٰ کے آنے کا وقت خود مجھ کو معلوم نہیں۔ اور
اس کو خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

(شفعة اللغات جلد چہارم ص ۳۷)

اس روایت نے صاف بتلادیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم وفات شریف سے ایک
ماہ قبل تک بھی نہیں تھا۔ چہ جائیکہ اکیسویں روز پیشتر۔ اور شیخ علیہ الرحمۃ کی اس عبارت نے اور زیادہ وضاحت
کے ساتھ اس کو بیان کر دیا۔ کیا انہیں شیخ کو کہا جاتا ہے کہ وہ علم غیب کے قائل ہیں ؟

مولوی حشمت علی صاحب : حضرات گرامی ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ کل سے برابر مولوی صاحب کا
کفر ثابت کیا جا رہا ہے لیکن وہ نہ اس کو اٹھاتے ہیں نہ توہ کر کے مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ ہمارے ستائیس سوال مولوی
صاحب پر سوار ہیں ان کو بھی ہاتھ نہیں لگاتے۔ بس وہی مرغی کی ایک ٹانگ ”علم غیب، علم غیب“ رٹ لیا ہے اسی کو بار بار
دہراتے ہیں۔ اور ہم سے کہتے ہیں کہ دلیل پیش کرو۔ اچھا میں کہتا ہوں کہ جب آپ کے بڑوں کے نزدیک جانور
کو بھی علم غیب ہے، شیطان کو بھی علم غیب ہے، تو آپ پٹے پٹے ان کے علم غیب کی کوئی قطعی دلیل پیش کر دیجئے اس
کے بعد ہم حبیب پاک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی دلیل پیش کر دیں گے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ !
آسمان پھٹ نہیں جاتا، زمین شق نہیں ہو جاتی، خدا کے محبوب کے علم غیب کا انکار کیا جاتا ہے اور اہل پس مردود
ملعون کے علم غیب پر ایمان ہے۔ آہ گدھے، کتے، کبھی، مچھر بھنگے، پتو کے لئے علم غیب مانا جاتا ہے اور پیادے مصلیٰ
کے علم غیب کا انکار کیا جاتا ہے اور اس پر آیتیں اور حدیثیں پڑھی جاتی ہیں۔

۲۹ : میں مولوی صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ نے تو اپنا عقیدہ یہ بتلایا ہے کہ مدحضور کو اس قدر علم غیب تھا کہ کسی نبی، کسی ولی، کسی فرشتہ کو بھی نہیں تھا۔ اور آپ کے مولوی گنگوہی صاحب لکھتے ہیں۔

”ہر چہ ائمہ مذہب و جملہ علماء متفق ہیں کہ انس یا علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں ہیں“

(رسالہ مسئلہ علم غیب ص ۲۰)

لہذا ہمیں بتلانیے کہ آپ کا اصل عقیدہ کیا ہے؟ مولوی صاحب یہ وقت چھپانے کا نہیں ہے۔ اب میرے سوالات اتنیس ہو چکے ہیں۔ خدا کے واسطے کسی کا جواب دیجئے۔ یا آپ سے بس خدا کے محبوب کا علم عظیم کھانے کے لئے آیتیں ہی پڑھنی آتی ہیں۔

۳۰ : میں نے مدارج النبوت کی عبارت پڑھی اس کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا جواب دیجئے لیجئے اب میرے سوالات پورے تئیں ہو گئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) محترم بزرگو! یہ باتیں تو آپ کل سے برابر سن رہے ہیں۔ اور بعد ضرورت میں ان کا جواب بھی دے چکا ہوں اب جس کے اعادہ کی حاجت نہیں سمجھتا۔ ہمارے مخاطب صاحب جن عقائد کو میری یا میرے اکابر کی طرف منسوب کر رہے ہیں کل ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ کسی مسلمان تو کیا معنی کسی مجدد انسان کے بھی نہیں ہو سکتے۔ بحمد اللہ ہمارے اکابر کا دامن تقدس ان خرافات سے بالکل پاک ہے لیکن ناحق کی زبان و رازی کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ یہ جیسا باش و ہرچہ خواہی کن۔

لیکن بیچارے مولوی صاحب بھی مجبور ہیں آخر کی طرح دس منٹ بھی پورے کریں آیات و احادیث نہ سنی گالیاں اور افتراءات ہی سہی۔

لے بے شک کسی مخلوق کو غیب پر اطلاع نہیں۔ لیکن اطلاع سے مراد وہ علم ہے جو کسی قوت مدارک کے ذریعہ سے بغیر اخبار خداوندی حاصل ہو۔ چنانچہ تفسیر مدارک شریف میں زیر آیت مَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ تصریح ہے کہ غیب کی کسی بات پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں بلکہ آپ کو من جانب اللہ خبر دی جاتی ہے۔ دونوں باتوں میں نہایت باریک فرق ہے خوب سمجھ لو ۱۲

مہر حال میں موافق تعلیم قرآنی مولوی صاحب کی ان لغویات سے اعراض کرتے ہوئے اصل بحث کے طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ پانچویں آیت سنئے۔

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا
اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت
علام الغیوب۔

دلے میں۔

(مائدہ - رکوع ۱۴)

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت خواجہ محمد دوم علی مہاشمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
لا علم لنا وان علمنا ظاہر ما قالوا لا نعلم ما فی قلوبہم
لانہ غیب وانت مخصوص باحاطۃ المغیبات :

یعنی انبیاء علیہم السلام فرمائیں گے کہ اگرچہ ہم کو ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے لیکن ہم ان کے
دلوں کی حالت کو نہیں جانتے کیوں کہ وہ غیب ہے اور غیب کا احاطہ تیری ہی ذات پاک کے
ساتھ خاص ہے :

(تفسیر تیسیر الرحمن)

اصول کا مسئلہ ہے کہ اگر کسی بات پر امت محمدیہ کے مجتہدین متفق ہو جائیں تو پھر کسی کو اختلاف کی گنجائش
نہیں رہتی۔ اور یہاں خدا کے دربار میں سارے انبیاء علیہم السلام سیدنا حضرت آدم ؑ سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس بات پر اجماع کر رہے کہ ہمیں دلوں کے حال کی خبر نہیں۔ آپ ہی غیبوں
کے جاننے والے ہیں۔

لیکن افسوس ! آج چودھویں صدی میں اس اجماع پیغمبران کا نہایت زور شور سے خلاف کیا جا رہا ہے
پھر یہ اجماع بھی دنیا میں نہیں بلکہ خدا کے دربار میں خداوند تبارک و تعالیٰ کے حضور میں۔ اس اجماع پیغمبران سے
بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے ؟

آپ نے جو مدارج النبوت کی عبارت پڑھی تھی اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ کل شیون و صفات النبی
اور کل علوم ظاہری و باطنی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ اس لئے کہ شیون و صفات النبی غیر تنہا ہی ہیں

اسی طرح کل علوم ظاہری و باطنی میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام علوم داخل ہیں اور وہ بی غیر کا ہی ہیں۔
 پس اس بنا پر لازم آئے گا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی غیر قننا ہی اور معاذ اللہ، اللہ تبارک
 و تعالیٰ کے برابر ہو۔ اور اسی کو آپ کے اعلیٰ حضرت نے بھی کفر لکھا ہے۔ اس لئے شیخ رح کی اس عبارت
 کا وہ مطلب تو ہو ہی نہیں سکتا۔ لہذا اس کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ جو علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب
 تھے وہ تمام حضور کو حاصل تھے۔ اور اس کی نظیر خود قرآن عزیز میں موجود ہے۔ مگر بعض کے متعلق ارشاد
 ہوتا ہے "وَأَوْثَقَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ" اور اس کو ہر چیز دے دی گئی تھی۔

ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا بھر کی تمام چیزیں اس کو دے دی گئی تھیں۔ کیونکہ جہاں سے
 فاضل مخاطب ہی اس کے یہاں نہیں تھے، یہ پنڈال بھی یقیناً اس کو نہیں دیا گیا تھا۔ بس جس طرح اس آیت
 کریمہ کا سب کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ جو چیزیں بحیثیت ملکہ ہونے کے اس کی شان کے مناسب تھیں وہ تمام
 اس کو دے دی گئی تھیں۔ اسی طرح اس عبارت کا بھی یہی مطلب ہے کہ جو علوم بحیثیت سید الانبیاء ہونے
 کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھے وہ کل کے کل حضور کو حاصل تھے اور اس کا کسی کو انکار
 نہیں۔ دوسرے یہ کہ شیخ رح کی عبارت کا اگر وہ مطلب لیا جائے گا تو خود حضرت شیخ رح کے مسلک کے خلاف ہوگا
 کیوں کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قیاست ہی کا علم نہیں مانتے۔
 اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ اگر آپ شیخ رح کو مانتے ہیں تو چلئے بس انہی کی تصانیف پر فیصلہ رکھ لیجئے۔ ہم اس کے
 لیے بالکل تیار ہیں۔ کسی کو ثالث مقرر کر کے بس حضرت شیخ رح صاحب محمد ث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کتابو
 ہی سے فیصلہ کر لیجئے۔ میں اس کی تحریر بھی دے سکتا ہوں۔ آپ بھی ایک تحریر لکھ دیں۔

مولو حمی شمت علی صاحب : بزرگو! آپ نے دیکھ لیا مولوی صاحب عاجز ہیں۔ میرے
 سوالات کا ہرگز جواب نہیں دے سکتے۔ میرے تیس سوالات قاہرہ یہ ہیں۔ اس کے بعد فرست پڑھ کر سنادی
 اور کہا، بیابانوں کا کوئی ذرہ، دریاؤں کا کوئی قطرہ ایسا نہیں جس کا علم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو
 مولوی صاحب بہت سی آیتیں اور حدیثیں پڑھ چکے ہیں۔ اب میں بھی نمونہ کے طور پر ایک حدیث پڑھ کر سناتا
 ہوں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن عبد الرحمن بن عائش قال قال
 رسول الله صلى الله عليه وسلم
 حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں
 نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا

رأيت رب عز وجل في احسن

صورة قال فيهما يختصم الملائ

الاعلى قلت انت اعلم قال فوضع

كفد بين كتفي فوجدت بردها

بين ثديي فعلمت ما في السموات

والارض -

اس نے فرمایا کہ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں؟

میں نے عرض کیا کہ آپ ہی خوب جانتے ہیں۔ پس

اللہ نے اپنا وسعہ قدرت میرے شانوں کے بیچ

میں رکھ دیا پس میں نے اسی کا اثر اپنے سینے میں محسوس

کیا۔ پس میں نے جان لیا اس کو جو آسمانوں اور زمین

میں ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہو گیا کہ حضور کو تمام آسمانوں اور زمین کا علم ہے۔ شیخ محدث دہلوی اسی

کے تحت میں فرماتے ہیں۔

” پس والتم ہر چیز در آسمانها و ہر چیز در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی

دکلی و احاطہ آں “

یعنی میں نے جان لیا تمام ان چیزوں کو جو آسمانوں اور زمینوں میں تھیں اور اس سے مراد تمام

علوم جزوی و کلی کا حاصل ہونا اور اس کا احاطہ کرنا ہے۔

مولوی صاحب ! میں ایسی حدیثیں بہت سی پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن پہلے آپ ہمارے تیس سوالوں کا

جواب دیجئے ہم جب علم غیب پر بحث کریں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ سنونم)۔

لائے اس بست کو التجب کر کے

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

میں اپنے ان عنایت فرما کا دل سے شکوہ گزار ہوں جنہوں نے آج آخری وقت اپنی ساری جماعت کی

لاج رکھنے کے لئے ہمارے ضدی فاضل مخاطب کو نہ معلوم کس خاص دباؤ سے اڈلہ پیش کرنے پر مجبور کر دیا کاش

ہمارے وہ عنایت فرما کل ہی سے اس طرف توجہ فرماتے۔

ہزاروں غنوں پر بھی جھٹکا کی

تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

ہمارے فاضل مخاطب نے مسئلہ علم غیب سے بچنے کے لئے بہت کچھ ہمت پر پھینکے۔ اٹکل شکل قیسؒ
سوالات کی فہرست بھی تیار کر لی جن کی حقیقت ہر سمجھ دار سمجھ سکتا ہے۔ لیکن جف القلم بما ہو کائن۔ وہی ہوتا
ہے جو خدا چاہتا ہے۔ بالآخر جبراً قرآن مسئلہ علم غیب کی طرف آنا ہی پڑا۔

بہر کیف مولوی صاحب نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے جو حدیث پڑھی ہے اگرچہ از روئے شرائط
منظرہ مجھ کو اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ وہ نص قطعی نہیں ہے۔ احادیث میں یہ طے ہو چکا
ہے کہ ہر فریق استدلال میں یا کتب عقائد پیش کرے گا یا انصوص قطعیہ۔ لیکن میں بطور احسان مولوی صاحب
کی اس دلیل کا جواب دیتا ہوں۔ مگر پہلے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ حدیث کس زمانے کی ہے؟ کیا
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف سے محض اکیاسی روز پیشتر یہ فرمایا تھا؟

مولوی حسنت علی صاحب : اھم شدہ ! مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ میں نے ایک حدیث پیش کی
کی تھی جن کا جواب مولوی صاحب کچھ نہیں دے سکے۔ یہ فرماتے ہیں کہ صاحب نص قطعی نہیں ہے۔ ارے
مولوی صاحب ! آپ نص قطعی کے معنی بھی نہیں جانتے۔ مجھ سے کہتے ہیں کہ اس حدیث کا زمانہ بتا دو۔ دیکھا تم
نے مسلمانو ! جب میں نے دلیلیں پیش کرنی شروع کر دیں تو اب مولوی صاحب بھاگتے ہیں۔ ارے صاحب
یہاں علم غیب کی بحث ہے یا زمانے کی؟ جو زمانہ آپ بتلا دیں گے وہی ہمیں بھی تسلیم ہے آپ ہی بتا دیجئے
کہ یہ حدیث کس زمانہ کی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) میرے محترم ! اس لفاظی سے یہاں کام چلنا دشوار
ہے آپ کے یہ ظاہری الفاظ آپ کی لاعلمی پر پردہ ڈالنے کے لئے کافی نہیں۔ یہاں کی پہلک اتنی نا سمجھ نہیں کہ ایسی
کھلی ہوئی باتوں کو بھی نہ سمجھے۔ اگر جناب کو اس حدیث کا زمانہ معلوم نہیں ہے تو مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے کہ
ہم کو معلوم نہیں جو زمانہ تم بتلاؤ گے وہ ہم کو بھی تسلیم ہوگا۔

مولوی حسنت علی صاحب نے یہ تحریر دی۔

در اس حدیث کا جو زمانہ مولوی منظور حسن صاحب بتلا دیں گے وہ ہم کو بھی تسلیم ہوگا ؟
مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) آپ حضرات ہمارے مخاطب صاحب کی علمی لیاقت

کے نمونے کل سے دیکھ رہے ہیں۔ جب کوئی علمی سوال کیا جاتا ہے تو ہمارے فاضل مخاطب یہی فرماتے ہیں کہ اس کا جواب تم ہی دے دو۔ ہم ہی سائل اور ہم ہی مجیب۔ لیکن ہم اپنے محترم دوست کی خاطر اس کے لئے بھی تیار ہیں۔

کیوں نہ ٹھہریں ہدفِ ناوک بیداد کہ ہم
خود اٹھ لاتے ہیں جو تیر خطا ہوتا ہے

خیر اب میں بتلاتا ہوں کہ یہ واقعہ شبِ معراج کا ہے۔ اس حدیث کو ابن جریر نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فقلت یا رب انک اتخذت ابراہیم	یعنی حضور فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے
خلیلا و کلمت موسیٰ تکلیما	پروردگار آپ نے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا۔ اور موسیٰؑ
و فعلت و فعلت قال الم اشرح لك	سے کلام کیا اور یہ کیا اور یہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے
صدرک الم اضع عنک وزرک	فرمایا کیا ہم نے تمہارا شرح صدر نہیں کیا۔ کیا ہم
الم افعل بک الم افعل فافعلی	نے تمہارا بار نہیں اتارا۔ کیا یہ نہیں کیا۔ کیا یہ نہیں کیا۔
الی اشیاء لم یؤذن لی ان	پس مجھ کو چنپ چیزیں بتلائیں جن کو تم سے بیان کرنے
احد ثکموها قال فذلک قولہ فی	کا مجھ کو حکم نہیں دیا گیا۔ پس یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان
کتابہ ثم دئی فتدلی فکان قاب	ہے قرآن عزیزیں۔ ثم دئی فتدلی
قوسین او ادنی فاوحي الخ	فکان قاب قوسین او ادنی فاوحي
عبده ما اوحي ما کذب الفؤاد	الخ عبده ما اوحي ما کذب
ما راخی الخ	الفؤاد ما راخی الخ

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ شبِ معراج میں پیش آیا ہے۔ اور معراج ہجرت سے بھی پہلے مکہ معظمہ میں ہوئی ہے لہذا یہ حدیث وفات شریف سے سالہا سال پیشتر کی ہوئی۔ اور آپ خود اس زمانہ میں علم غیب نہیں مانتے بلکہ وفات شریف سے محض اکیاسی روز پہلے مانتے ہیں۔ لہذا آپ کے ہی بیان

بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے یہ حدیث خود آپ کے مذہب کے ہی مخالف ہے۔ لہذا پہلے آپ خود اس کا جواب دیں اس کے بعد ہم سے جواب لیں۔

انجھا ہے پاؤں یا رکاز لطف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مولوی صاحب ! کاربوزینہ نیست بخاری۔ دلیل پیش کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ مسئلہ غنہ کے لئے

کچھ علم کی بھی ضرورت ہے۔ اور وہ نصیب دشمنان۔

مولوی حسرت علی صاحب : لو بھائیو ! میں بھی حدیثیں پیش کرتا ہوں۔

حضرت ثوبان رض سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو

سمیٹ دیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق و

مغارب کو دیکھ لیا۔

۱ : عن ثوبان قال رسول الله صلى

الله عليه وسلم ان الله زوى

لى الارض حتى رايت مشارقها

ومغاربها



حضرت حذیفہ رض سے مروی ہے کہ میں نے کھڑے

ہوئے ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نہیں چھوڑی آپ نے کوئی چیز جو ہونے والی تھی اس

مقام میں قیامت تک مگر یہ کہ آپ نے اس کو بیان

کر دیا۔ یاد رکھا اس کو اس نے جس نے یاد رکھا اور

بھول گیا اس کو جو بھول گیا۔

۲ : عن حذيفة قال قام فينا

رسول الله صلى الله عليه وسلم مقاما

ما ترك شيئا يكون في مقامه

ذلك الى قيام الساعة الا حدث به

حفظه من حفظه ونسيه

من نسيه۔



مولوی صاحب ! ہمارے پاس حدیثیں بہت ہیں۔ لیکن پہلے آپ اپنا اسلام تو ثابت کر دیجئے۔ دیکھئے

آپ کا کفر ثابت ہو چکا ہے یا تو آپ علماء دیوبند سے علیحدگی ظاہر کیجئے یا توبہ کر کے مسلمان ہو جائیے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنونہ) حاضرین ! ہمارے فاضل مخاطب کی اس دلیری کو ملاحظہ فرمائیں۔ باوجودیکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ استدلال میں کتب عقائد یا نصوص قطعیہ پیش کئے جائیں گے۔ لیکن آپ برابر اخبار اُحاد پیش کر رہے ہیں۔ میں جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب کو توجہ دلاؤں گا کہ وہ اپنے دلیل کو شرائط کی پابندی پر مجبور کریں۔ شرط نمبر ۲ کے الفاظ یہ ہیں۔

” ہر فریق کا فرض ہوگا کہ وہ نفس مسئلہ پر استدلال یا مسئلہ کتب عقائد اہلسنت سے کرے یا نصوص قطعیہ سے۔ لہذا اگر کوئی فریق استدلال میں دوسری قسم اُدلہ پیش کرے گا تو فریق مخالف کو حق ہوگا کہ وہ اس کا جواب اس وقت تک نہ دے جب تک کہ مسئلہ سے یہ تحریر نہ لے لے کہ ”میں اپنا مدعا نصوص قطعیہ اور مسئلہ کتب عقائد اہلسنت سے ثابت نہیں کر سکتا“

لہذا اس قرارداد کے مطابق میں جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے دلیل کو مجبور کریں کہ وہ استدلال میں نصوص قطعیہ یا کتب عقائد پیش کریں یا مجھ کو تحریر دیں کہ ہم اپنا عقیدہ نصوص قطعیہ اور کتب عقائد اہلسنت سے ثابت نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد میں پھر ان کی ان دلیلوں کا بھی جواب دوں گا اور انشاء اللہ تبارک و تعالیٰ ان حدیثوں کو آپ کے عقیدہ سے بال برابر بھی تعلق نہیں۔

مولوی حشمت علی صاحب : واہ صاحب واہ ! آپ حدیثیں پیش کریں تو وہ نصوص قطعیہ ہو جائیں اور ہم پیش کریں تو وہ نص قطعی نہ ہو۔ یہ کہاں کا قاعدہ ہے پہلے آپ نص قطعی کے معنی تو بتلا دیجئے۔ آپ بے کار وقت ضائع مت کیجئے۔ ہماری دلیلوں کا جواب دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) میں سمجھ نہیں سکتا کہ اس وقت ہمارے فاضل مخاطب نے قیام کی وجہ سے ایسی لاعلمی کی باتیں کر رہے ہیں یا جان بوجھ کر انجان بن رہے ہیں۔

فان كنت لا تدري فذلك مصيبة

وان كنت تدري فالمصيبة اعظم

میرے محترم ! نص قطعی اس کو کہتے ہیں جس کا تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا یقینی اور قطعی ہو۔ اور اس

کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ قرآن عزیز کی آیت ہو کیوں کہ سارے قرآن عزیز کا تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ایسی یقینی اور قطعی ہے کہ جس میں کچھ شبہ نہیں۔ اور اگر آج کوئی شخص قرآن عزیز کی آیت کے متعلق بھی یہ کہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نہیں تو وہ بالاتفاق امت کا کافر اور مرتد ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسی حدیث ہو جس کے راوی اس کثرت سے ہوں کہ اس کے دکان رسول ہو میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔ یعنی حدیث متواتر ہو۔

اب تک جو دلیلیں آپ نے پیش کی ہیں ان میں نہ کوئی آیت قرآنی ہے نہ حدیث متواتر۔ اب معلوم ہوا جناب کو نص قطعی کس کو کہتے ہیں۔

رہا جناب کا یہ فرمانا کہ تم بھی احادیث پیش کرتے ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجھ اللہ میں نے استدلال میں ابھی تک کوئی حدیث پیش نہیں کی جو دلیل پیش کی ہے وہ قرآن عزیز کی آیت سے پیش کی ہے۔ ہاں تائید کے طور پر البتہ ضرور دو حدیثیں پیش کی ہیں۔ اگر جناب کو تائید اور استدلال کا فرق معلوم نہ ہو تو کسی پڑھے لکھے سے دریا کر لیجئے۔

تعلم اذا كنت لست بعالم فما العلم الا عند اهل العلم
تعلم فان العلم ازين للفتى من الحلة الحسناء عند التكلم

اس کے بعد میں بطور اتمام حجت آپ کی پیش کردہ دونوں دلیلوں کا جواب دیتا ہوں۔ بغور سنئے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو روایت جناب نے پیش کی ہے اس سے محض اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ کسی وقت اللہ تبارک و تعالیٰ نے ساری زمین کو سمیٹ کر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاہدہ کرایا۔ ہمیں اس سے انکار نہیں۔ لیکن اس سے تمام ماکان و مایکون کا علم ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اس سے محض اس قدر لازم آتا ہے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشاہدہ فرمایا تھا اس وقت جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہو اس کا علم ہو گیا ہو۔ اور یہ تمام ماکان و مایکون کا کردار و حال حصہ بھی نہیں۔ اس وقت میں بھی دنیا میں نہیں تھا۔ آپ بھی نہیں تھے۔ یہ پنڈال بھی نہیں تھا۔ پھر ماکان و مایکون میں عرش کرسی، لوح و قلم، ملائکہ وغیرہ سب ہی داخل ہیں اور اس حدیث میں محض زمین کا ذکر ہے۔ پھر جس قدر کا علم لازم آتا ہے اس کا بھی تفصیلی نہیں۔ کیونکہ روایت

دیکھنے کے لئے علم تفصیلی لازم نہیں۔ اس وقت آپ کہہ سکتے ہیں کہ شاید میں جس قدر پھول ہیں وہ میں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن اگر کوئی آپ سے دریافت کرے کہ اس میں کتنے پھول ہیں تو آپ محض اس دیکھنے کی وجہ سے نہیں بتا سکتے جب تک ان کو شمار نہ کریں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب مشرکین مکہ کے رد و حضور نے معراج کا ذکر فرمایا، اللہ بیت المقدس کی سیر کا ذکر کیا تو بطور امتحان انہوں نے بیت المقدس کے متعلق چند سوالات کئے۔ حضور سرور عالم فرماتے ہیں کہ ان کے سوالات سے میری طبیعت متردد ہوئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیت المقدس کو حضور کے سامنے کر دیا۔ حضور اس کو دیکھ دیکھ کر ان کے سوالات کا جواب دیتے تھے۔ پس اگر دیکھ لینا علم تفصیلی کے لئے کافی ہوتا ہو تو دوبارہ بیت المقدس کو سامنے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ معلوم ہوا کہ مشاہدہ کے لئے علم تفصیلی لازمی نہیں۔

اور یہی جواب تقریباً اس معراج والی حدیث کا بھی ہے جس میں فعلت ما فی السموت والارض آیا ہے۔ اس سے بھی ماکان و مایکون نہیں نکلتا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جو کچھ زمین و آسمان میں تھا اس کا علم اجمالی ہو گیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت دنیا کی بہت سی چیزیں نہیں تھیں۔ اشعة اللمعات کے الفاظ سے خود یہ بات نکلتی ہے کہ محض وہی چیزیں مراد ہیں جو اس وقت موجود تھیں چنانچہ شیخ کی عبارت میں لفظ ”بود“ اس کو بتلایا ہے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ علم تفصیلی ہی ہو۔

تیسری روایت جو آپ نے حضرت حذیفہ رضی کی پڑھی ہے اس کا مطلب بھی ہرگز یہ نہیں کہ حضور نے تمام ماکان و مایکون بتلادیا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک جو دین میں فتنے ہونے والے تھے ان سب کو حضور نے بیان فرمادیا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو بیان کیا ہی نہیں ہوگا کہ شراب اس طرح بنائی جاتی ہے۔ جو ا یوں کھیلایا جاتا ہے۔ سرقہ یوں کیا جاتا ہے۔ فلاں دقت زیر غسل خانہ میں جاسے گا۔ فلاں دقت پاشخانہ میں۔ فلاں شخص کی داڑھی میں اتنے بال ہوں گے۔ فلاں شخص کے سر پر اتنے بال ہوں گے۔ فلاں دقت سنبھل کے بازار میں گندم کا یہ نرخ ہوگا۔ جو کا یہ نرخ ہوگا۔ فلاں جگہ نیب کا درخت ہوگا اس درخت میں اس قدر پتے ہوں گے۔ ہر پتے میں اتنی رگیں ہوں گی۔

الغرض میرے نزدیک کوئی عقل مند اس کو گوارہ نہیں کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر دنیا

بھر کی ان خرافات کو بیان کیا ہو۔ حضور کی شان اس سے بہت زیادہ اعلیٰ وارفع ہے بلکہ یہ کہنا ایک درجہ میں شان نبوت کی توہین کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان خرافات کے بتلنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ حضور سرور عالم خود فرماتے ہیں: "من حسن اسلام المرء تركه مالا يعنيه" آدمی کے دین کی خوبی یہ ہے کہ وہ غیر مفید باتیں نہ کرے؟ پس یہ کیسے ممکن ہے کہ دوسروں کو توبہ کے کارباتوں کے ترک کرنے کا حکم دینا اور خود منبر پر چڑھ کر ایسی بے کاریاں بیان کریں جس سے کوئی دینی فائدہ ہو نہ دنیوی۔ الغرض یہ عقلاً بھی ناممکن ہے کہ حضور نے اس مجلس میں دنیا بھر کی یہ خرافات بیان کی ہوں۔ اور نقل بھی۔ پھر ابو داؤد شریف کی روایت نے اس کو بالکل ہی صاف کر دیا ہے۔ ابو داؤد شریف میں انہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہی روایت ہے اور اس کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں۔

”والله ما ترك من قائل فتنه يبلغ من مع ثلثمائة فصاعداً“

یعنی حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم حضور نے اس بیان میں کسی فتنہ پر باز کو نہیں چھوڑا جس کے قابعین تین سو یا زیادہ ہو جائیں گے۔

اس روایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے بڑے بڑے فتنوں میں سے کوئی ایسا نہیں چھوڑا جس کا ذکر نہ کیا ہو۔ اور یہ ہم کو بھی تسلیم ہے۔ اس کا ایک قرینہ یہ بھی کہ عام محدثین اس حدیث کو کتاب الفتن ہی میں بیان کرتے ہیں۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ یہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ قیامت کے علم کی نفی کی بھی روایت کر رہے ہیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الساعة فقال علمها عند رب عز وجل لا يجليها لوقتها الا هو الحديث۔
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔

(روایت کیا اس کو امام احمد نے)

(رواہ احمد)

الغرض ان وجوہات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ حضور نے تمام ماکان و مایکون

کو بیان فرمایا۔ اسی وجہ سے حضرت شیخ عبدالحی صاحبؒ اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”یعنی نگہداشت دریں مقام پنج چیزے راز و قانع کہ عند فی اسے تاروز قیامت“

اس سب کے علاوہ یہ کہ ان میں کوئی حدیث بھی ایسی نہیں جس میں الکیا سی ہدف کا ذکر ہو۔ پھر ان کو اپنے دعوے کی دلیل میں پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی قل ھو اللہ شریف پڑھ کر کہہ دے کہ اس سے علم غیب ثابت ہو گیا۔

میں امید کرتا ہوں کہ حاضرین ہمارے مخاطب صاحب کی تینوں دلیلوں کا جواب پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے۔ اگر مولوی صاحب نے ان جوابات کی طرف توجہ فرمائی تو بہت در ضرورت پھر عرض کر دوں گا۔ پانچ آیتیں بکھلائی ہیں اپنی طرف سے پیش کر چکا ہوں۔ جن کا جواب ہمارے فاضل مخاطب نے قسم کھانے کو بھی نہیں دیا ہے۔ اب چھٹی آیت سنئے۔

و یقولون متى هذا الوعد ان
کنتم صدقین قل انما العلم عند
اللہ وانما انا نذیر مبیان - المائدہ ۶۶
یہ کفار کہتے ہیں کہ بتلاؤ یہ وعدہ (یعنی قیامت) کب ہوگا۔ کہہ دیجئے اس کا علم اللہ ہی کو ہے اور میں تو بس ڈرانے والا ہوں۔ بیان کرنے والا ہوں۔
اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب جامع البیان ارقام فرماتے ہیں۔

قل انما العلم عند اللہ لا یعلم الا هو۔
کہہ دیجئے کہ اس وعدہ کے وقت کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حضرات میں چھ آیتیں پیش کر چکا ہوں اور مولوی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر جرات ہو تو میری دلیلوں پر کلام فرمائیں۔ یا شرانط کی پابندی کرتے ہوئے کوئی نص قطعی پیش کریں۔

مولوی حشمت علی صاحب : حضرات گرامی آپ نے دیکھ لیا میرے سوالات بدستور ہیں۔ مولوی صاحب نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں نص قطعی پیش کر دیجئے۔ میں نمونے کے طور پر، نص قطعی بھی پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وعلمک ما لم تکن تعلم وکان اللہ نے تم کو سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے۔ اور اللہ

کا آپ پر افضل ہے۔

فضل اللہ علیک عظیمًا۔

اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے تمام ماکان و مایکون کا علم دیا۔ واللہ اعلم۔
اس تقریر پر جلسہ ختم ہو گیا اور دوسرے روز صبح کو ۹ بجے اس طرح جلسہ شروع ہوا۔

مناظرہ کا تیسرا دن

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ یومِ شنبہ

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) آپ حضرات بار بار سن چکے ہیں کہ اس مناظرہ کا انعقاد مسئلہ غیب کے تصفیہ کے لیے ہوا ہے۔ شرائط میں طے ہو چکا ہے کہ اس مناظرہ کو دوسرے مسائل مختلف فیہا سے کوئی تعلق نہیں ہوگا، بلکہ یہ بھی طے ہو چکا ہے کہ جو فریق مسئلہ غیب سے باہر جائیگا اس کی مسئلہ شکست مانی جائے گی۔ (ملاحظہ ہو شرط نمبر ۱ و ۲)

الحمد للہ یہ اقرار می شکست تو ہمارے حریف کو پہلے ہی روز سے ہو رہی ہے۔ اور خدا کا فضل ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب کی کوئی تقریر ابھی تک ایسی نہیں ہوئی ہے جس میں آپ نے مسئلہ علم غیب سے باہر جانے کی کوشش نہ کی ہو۔ الاما شاہ اللہ۔ بہر حال کل بمشکل تمام ساری جماعت کے مجبور کرنے سے ہمارے مخاطب نے بھی مسئلہ علم غیب کو چھوڑنے اور بڑے زور شور سے تین حدیثیں پیش کیں۔ جن کے جواب کچھ اللہ ایسے کافی اور شافی دیتے ہیں کہ مولوی صاحب کو اس کے جواب میں ایک حرف کہنے کی بھی جرات نہیں ہوئی اور نہ انشاء اللہ العزیز ہوگی۔

اس کے بعد آپ نے چلتے وقت ایک آیت بھی پڑھی تھی۔ اس کے متعلق بھی میرا پہلا سوال یہی ہے جس کا جواب نہ ابھی تک آپ نے دیا ہے اور نہ انشاء اللہ آپ دے سکیں گے۔ یعنی یہ بتلائیے کہ یہ آیت کریمہ کس زمانے

سے اس آیت سے ہرگز یہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جو امور دین سے متعلق تھے اور تم ان کو نہیں جانتے

تھے ہم نے وہ بتلا دیئے۔ یا یہ کہ اگلے لوگوں کی جو خبریں تم کو معلوم نہ تھیں وہ ہم نے بتلا دیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۱۳

میں نازل ہوئی ہے ؟ اگر جناب کو معلوم نہ ہو تو دس منٹ خراب کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ سیدھی بات کہہ دیں کہ مجھ کو معلوم نہیں پھر میں انشاء اللہ عرض کر دوں گا۔

مولوی حسرت علی صاحب : (ایک خطبہ طولانی کے بعد) حاضرین ! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب کے پاس نہ ہمارے سوالوں کا جواب ہے نہ ہماری دلیلوں کا۔ میں نے تین حدیثیں پیش کیں۔ ہمارے مخاطب صاحب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ نص قطعی نہیں۔ اب جب میں نے نص قطعی بھی پیش کر دیا اور ایک کڑا سا کھڑا کر دیا تو اب مولوی صاحب اس کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور مجھ سے پوچھتے ہیں صاحب یہ بتا دو کہ یہ آیت کب نازل ہوئی ہے مولوی صاحب یہاں علم غیب پر مناظرہ ہے اس پر نہیں ہے کہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۖ کب نازل ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) آپ نے جو اس تقریر میں اپنی خاص طرز میں میرے متعلق ایک نہایت گندہ جملہ استعمال کیا ہے اس سے قرآن عزیز کی بھی سخت توہین ہوئی ہے جو ایک سچے مسلمان کے دل کو پاش پاش کر دینے کے لئے کافی ہے۔ خدا توفیق دے تو آپ کو اس سے توبہ کر لینی چاہئے۔ میں اس کی شرح کر کے مسلمانوں کو سمجھانا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔ یہ آپ کی دولت آپ ہی کو مبارک۔

اس کے بعد میں آپ کی دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ بھدا اللہ ! کل اور پرسوں کی بحث میں یہ بات تو آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو چکی ہے کہ کسی آیت یا حدیث کے متعلق یہ تحقیق و تدقیق کہ وہ کب نازل ہوئی ؟ کیوں نازل ہوئی ؟ مفسرین اور محدثین نے اس کے متعلق کیا لکھا ہے یہ سب ہمارے ہی حصہ میں آیا ہے۔ ہماری حریف جماعت اس نعمت سے محروم ہے۔

آپ تو کیا چیز ہیں میں آپ کی جماعت کے محدث مولوی رحمہ اللہ صاحب کو چیلنج دیتا ہوں کہ جو آیت یا حدیث پیش کی جاوے وہ اس کا زمانہ نزول و شان نزول بتلائیں یا میں بتلاتا ہوں۔ چلئے آج شانِ محدث

لے یہ ہنرِ رضا خانیوں کا ایمان اور ان کی حیا سوز تہذیب ! آیات قرآنی کے ساتھ بھی یہ گستاخیاں۔ اسی ناپاک زبان سے

کہا جاتا ہے کہ حضرات دیوبند معاذ اللہ توہین کرتے ہیں۔ انصاف ! انصاف ! لے اہل انصاف !!! انصاف !!! الحساب یوم الحساب۔

ہی کا امتحان ہے۔ اس کو سن کر حب مولوی رحمہ اللہ صاحب سرگھل ہو گئے تو مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا، لیجئے اب میں بتلاتا ہوں کہ۔ یہ آیت سلسلہ کی ہے (درغشور) اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً سات برس دنیا میں رونق افروز رہے ہیں۔ لہذا اس کو آپ کے دعوے سے کوئی تعلق نہیں۔ کیوں کہ آپ کا دعوے محض اکیاسی روز پیشتر کا ہے۔ اس سے پہلے آپ خود اس علم محیط کے قائل نہیں۔ دوسرے یہ کہ آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے۔

وہ اللہ تعالیٰ نے سکھلادیا آپ کو جو آپ نہیں جانتے تھے ۱

اگر آپ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے وہ گل سکھلادیا۔ تو میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ خود اس کے قائل کیوں نہیں۔ جب آیت کریمہ آپ کے نزدیک کل کو ثابت کرتی ہے تو پھر آپ کو محدود کرنے کا کیا حق ہے؟

ہم پر تو یہ افتراء کہ معاذ اللہ علم نبوی گھٹالے کے لئے آیات کے معنی بدلتے ہیں اور اپنا یہ حال کہ بقول خود آیت کریمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم غیر متناہیہ ثابت کرے اور آپ محض ابتداء آفریش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ کا علم محیط مانیں جو اس کا کوڑواں حصہ بھی نہیں۔ کہتے! کس نے علم گھٹایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کون اقراری و مابی بنا؟ ۲

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اور اگر کہا جائے کہ آیت کریمہ کا یہ مطلب ہے کہ جن علوم کثیرہ کی تعلیم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مناسب تھی وہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھادیئے گئے تو وہ ہمارا عین مذہب ہے لہذا ہمارے مخالف نہیں اور آپ کو مفید نہیں کیوں کہ آپ کا دعوے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفریش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا علم تفصیلی محیط حاصل تھا۔ اور اس کا اس آیت کریمہ میں پتہ نشان بھی نہیں۔ بہر کیف آپ کی یہ دلیل دعوے پر منطبق نہیں۔

تیسرے یہ کہ اگر آپ کے نزدیک یہی الفاظ اس علم محیط کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں تو مجھے خطرہ ہے کہ کہیں آپ اپنی جدت پسند طبیعت سے کفار دشمنان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہ علم غیب نہ ثابت

کرنے لگیں۔ کیوں کہ یہی الفاظ قرآن عزیز میں ان کے حق میں بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ سورۃ النعام میں یہود کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ «وَعَلَّمَ مَالَهُ تِلْمٰذٰیۙ اَنْتُمْ لَا اَبَآءَ لَهُمْ» اور سکھلا

دیا گیا تم کو جو نہیں جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادے: (النعام ۶۷، ۶۸)

تو کیا اب آپ ان دشمنان رسول کے لئے بھی یہ علم محیط مائیں گے۔ پھر تو آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی خوش کیا۔ اگرچہ مجھ کو ابھی اس آیت کریمہ کے متعلق بہت کچھ عرض کرنا ہے۔ کیوں کہ یہ آپ کے استاد العلماء مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی مایہ ناز دلیل ہے۔ لیکن سر دست اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس کے ساتویں آیت اور پڑھنا ہوں جس سے آفتاب نیمروز کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ جمیع ماکان و مایکون میں سے بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے لئے خاص کر لیا ہے اور مخلوق میں سے کسی کو اس کا علم نہیں عطا فرمایا۔ قال اللہ تعالیٰ۔

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا
الَاٰهُو۔ الثّٰیۃ۔ (النعام ۶۷، ۶۸)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں خود حضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مفاتیح الغیب پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے
اب اللہ عنده علم الساعة و
سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ ہی کو قیامت کا علم
ینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام
ہے۔ اور وہی (اپنے علم سے) نازل کرتا ہے بارش کو
وما تدری نفس ما اذا تکسب عندا و
اور وہی جانتا ہے اس کو جو رحم مادر میں ہوتا ہے اور
تدری نفس بای ارض تموت ان
کسی کو خبر نہیں کہ میں کل کیا کروں گا۔ اور کوئی نہیں
اللہ علیم خبیر۔
جانتا کہ کہاں مروں گا۔ اللہ ہی جانتے والا خبر دہے۔

روایت کیا اس کو امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی
رواہ البخاری عن ابن عمر
اللہ عنہ سے۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس روایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں مفاتح الغیب سے یہ پانچ چیزیں مراد ہیں۔ اب حضور کے ارشاد کے مطابق آیت کریمہ کا یہ مطلب ہو گیا۔

» اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہیں یہ پانچ چیزیں۔ اس کے سوال کو کوئی نہیں جانتا ۵
اصول تفسیر میں یہ مسئلہ طے ہو چکا ہے کہ اگر کسی آیت کریمہ کی تفسیر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے تو اس کے مقابلہ میں کسی کی تفسیر مسموع نہ ہوگی۔ اور جو تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے ٹکرائے گی وہ ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی بلکہ ٹھکرا دی جائے گی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں صحابہ رض کا مرتبہ ہے۔ لہذا اگر کسی آیت کریمہ کی تفسیر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے کلام سے دیکھا جائے گا۔ پس اگر اس کی تفسیر کسی صحابی رض سے پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو اس کے مقابلہ میں غیر صحابی کی تفسیر قابل اعتبار نہ ہوگی۔

الحمد للہ کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہو گیا۔ اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی۔ چنانچہ سید المفسرین سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفاتح الغیب کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

هَنَ خَمْسَ اَنْبَاءٍ اَللّٰهُ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ وَهِيَ پَانِجْ حَزِيْزِيْنَ هِيْنَ جَوْلَقْمَانِ كِيْ اَيْتٍ وَيَنْزِلُ الْغَيْثُ الْاَيَةُ (درمنثور)
میں مذکور ہیں۔ (درمنثور)

اسی کے قریب قریب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی الفاظ ہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ قرآن دانی میں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت میں جس طرح سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خصوصیت حاصل ہے اسی طرح حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ایک امتیاز حاصل ہے۔ ان کو قرآن دانی کی سند خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار سے ملی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے حاصل کرو (علم) قرآن ان چار سے عبداللہ

من عبد الله ابن مسعود وسالم و
معاذ و الج بن كعب -
بن مسعود سے اور سالم اور معاذ اور ابی بن کعب
سے۔

نیز اسی بخاری شریف میں خود حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان موجود ہے۔
والله الذی لا اله غیرہ ما انزلت
سورة من کتاب الله الا انا اعلو این
انزلت فلا آية من کتاب الله الا
انا اعلم فیما انزلت ولو اعلم احدا
اعلم منی بکتاب الله قبل غنیہ
الابل لورکت الیہ -

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
نہیں نازل ہوئی کوئی سورۃ قرآن عزیز کی مجلس میں جہاں
ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی ہے۔ اور نہیں نازل
ہوئی کوئی آیت قرآنی مگر مجھ کو علم ہے کہ وہ کس
بارے میں نازل ہوئی ہے اور اگر میں سمجھتا کسی کو اپنے
سے زیادہ قرآن دان اور پہنچا سکے مجھ کو دیاں تک
اونٹ تو البتہ میں سوار ہی ہو کر اس کے پاس پہنچتا۔

حاضرین کو ان دونوں روایتوں سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
قرآن عزیز کی تفسیر میں کس درجہ خاص امتیاز حاصل ہے۔

پس جب اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبد اللہ ابن عباس و
حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہو گئی۔ تو اب کسی مدعی اسلام کو سرتابی کی گنجائش نہیں۔
من شاء فلیؤ من و من شاء فلیکفر قد تبین الرشد من الغی
حق آفتاب نیروز کی طرح ظاہر ہو چکا۔ اب جس کا جی چاہے سرکار ابد قرار آقائے نامدار جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام اور صحابہ رضہ کا سچا تبع بن کر نجات ابدی حاصل کرے۔ اور جس کا جی چاہے
آنکھیں بند کر کے جہنم کا راستہ لے۔ اللہ کی محبت تمام ہو چکی۔ واللہ علی ذالک۔

مولوی حسنت علی صاحب : آپ نے اپنی تقریر میں یہ کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی تفسیر کے مقابلہ میں ہر ایک کی تفسیر ٹھکرا دی جائے گی۔ میں اس کی تحریر لینا چاہتا ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : میں نے عرض کیا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر

سے جو تفسیر ٹکرائے گی وہ ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی بلکہ ٹھکرا دی جائے گی۔ اسی کی میں تحریر بھی دے سکتا ہوں۔
اس کے بعد اس مضمون کی تحریر بھی دے دی گئی۔

مولوی حسرت علی صاحب : مولوی صاحب ! آپ تو بکچھے آپ نے یہ صریح کلمہ کفر کہا ہے۔
اے صاحب ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تو خدا کی تفسیر بھی ہے آپ اس کو بھی ٹھکرا دیں گے۔ اور
جب آپ تفسیر کو ٹھکرا دیں گے تو کیا قرآن شریف میں ٹھکرا نہیں لگے گی۔ قرآن شریف بھی تو تفسیر میں لکھا ہوا ہوتا
ہے آپ کو توبہ کرنی چاہئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) حضرات میں نے عرض کیا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی تفسیر سے جو تفسیر ٹکرائے گی وہ ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی۔ بلکہ ٹھکرا دی جائے گی۔ ہمارے فاضل
مخاطب فرماتے ہیں کہ یہ صریح کلمہ کفر ہے تجھ کو اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب
صاحب اس تفسیر کو بھی سینہ سے لگائیں گے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے ٹکرائے گی۔
یا للعجب ! زبانی محبت کا دعوے تو ایسا لمبا پوڑا اور دل کی یہ حالت۔ انا للہ و انا الیہ
راجعون۔

میرے محترم آپ کی شریعت میں یہ کلمہ، کلمہ کفر ہو گا ہمارے نزدیک تو یہ عین ایمان ہے۔ قرآن عزیز
فرماتا ہے۔

یہ لوگ اس وقت تک مومن کہلانے کے مستحق نہیں	فلا وربک لا یؤمنون حتی
جب تک آپ کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم	یحکموا فیہا شجر بینہم ثم
نہ کریں۔ اور دل و زبان سے آپ کے منقاد و	لا یجدوا فی انفسہم حرجا ما
مطیع نہ ہوں۔	قضیت ویسلموا تسلیمًا۔ (النساء ۶۵)

ایک آیت کے معنی جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیئے تو اب اگر کوئی شخص اس
کے خلاف معنی بیان کرے تو ایک مومن کا فرض ہے کہ وہ ان کو ہرگز تسلیم نہ کرے بلکہ ٹھکرا دے۔ ہاں یہ ایک ہی
کہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے سوا خدا کی تفسیر بھی ہے۔ مہربان من ! آپ کے نزدیک خدا اور

خدا کے رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیریں دو دو ہوں گی۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہے وہی خدا کی ہے۔ قرآن عزیز نے بیابانِ مہل فرما دیا۔

”و ما یَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ مُّوحًّی“

مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

گفتہ او گفتہ شد بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

جناب کا یہ فرمانا کہ ”جب تفسیر میں ٹھوکر ماری جائے گی تو قرآن شریف میں بھی ٹھوکر لگے گی“ آپ

کی علمیت پر بھی کافی روشنی طوالتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک ان کا غذا اور پٹھوں کا نام تفسیر ہے۔

مہربان من! تفسیر کے معنی ہیں قرآن شریف کے معانی کو کھولنا اور بیان کرنا۔ (دیکھو خواشی جلالین شریف

وغیرہ) اور اس کا نہ ماننا ہی اس کو ٹھوکر ادینا ہے۔ ٹھوکر ادینے سے جوتی کی ٹھوکر مراد لینا آپ کی خوش فہمی ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میرے قول کو حدیث صحیح کے مخالف پاؤ تو اس کو دیا

پر مار دو۔ تو شاید جناب تو اپنی خوش فہمی سے یہی سمجھیں گے کہ قول امام کوئی ڈھیلا یا پتھر ہوگا جس کو دیوار پر

پھینک دیا جائے گا ع

بریں عقل و دانش بہاید گریست

اسکے بعد گزارش ہے کہ میں نے جناب کی دلیل پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کے جوابات سے سکوت

ہو جئے۔ اور اگر ان اعتراضات کا لا جواب ہونا جناب کو بھی تسلیم ہو تو پھر دوسری دلیل پیش کیجئے۔

مولوی حسرت علی صاحب : بیجئے اب آپ کی دلیلوں کا جواب دیتا ہوں۔ آپ نے جو ابھی

آیت پڑھی ہے اس میں علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ حضور کو ان پانچوں چیزوں کا علم بقطارہ خداوندی حاصل تھا

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق

عن النبی صلی اللہ علیہ

اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

وسلم صعدا احدا و ابو بکر و عمر

و عثمان فرجف بهم فضر به
برجله فقال اثبت احد فانما عليك
نبي وصديق وشهيد انت
ایک روز احد پہاڑ پر تشریف لے گئے وہ پیہت
سے لڑنے لگا حضرت نے ایک ٹھوکرا ماری اور کہا
رک جا۔ کیوں کہ مجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور
دو شہید ہیں۔

اگر آپ کو آئندہ کے واقعات کا علم بظاہر الہی بھی نہیں تھا تو پھر آپ نے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان
غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کی خبر کیسے دے دی۔ اسی سکوة شریف میں ہے۔
عن سهل ابن سعد عن رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال يوم خيبر
لا عطين هذه الراية عند ارجل يفتح
الله على يديه الحديث -
یعنی حضور نے غزوہ خیبر کے روز یہ فرمایا کہ میں یہ پتھر
کل ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ
فتح دے گا انہ

دیکھئے اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ حضور کل کی ہونے والی باتوں کو بھی جانتے تھے۔
نیز ایک آیت پیش کر چکا ہوں اور دوسری اب سنئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وما هو على الغيب بضنين - اور نہیں ہیں وہ غیب پر بخیل۔

یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں بتلانے میں بخیل نہیں۔ پیارے مسلمانو! جب
جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود علم غیب نہ ہوگا وہ دوسروں کو غیب کی باتیں کیا بتلائیں گے۔ لہذا اس
آیت سے بھی معلوم ہو گیا کہ حضور کو علم غیب تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) حضرات گرامی ! میں نے اپنے فاضل مخاطب سے

اس آیت کریمہ سے علم محیط ثابت کرنا محض نادانی ہے۔ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو جو باتیں ہم بذریعہ وحی تعلیم فرماتے ہیں وہ ان کے بتلانے میں بخیل نہیں۔ تفسیر مارک میں ہے۔ وما محمد على
الوحي ببخيل ----- ولا يكتتم شيئا مما اوحى اليه ۱۲

عرض کیا تھا کہ آپ کی پیش کردہ دلیل پر میں نے جو تین اعتراض کئے تھے اگر ہو سکے تو ان کے جوابات دیجئے اور اگر ان کا جواب ہونا آپ کو بھی تسلیم ہو تو دوسری پیش کیجئے۔ الحمد للہ کہ ہمارے مخاطب صاحب نے ان کا جواب ہونا خود ہی تسلیم کر لیا۔ اور اس استدلال سے ایسی دست برداری دی کہ کچھ کھانے کو بھی کسی اعتراض کا جواب نہیں دیا۔ پس حاضرین اس سے اندازہ کر لیں کہ ہمارے مخالفین کے دلائل کتنے زبردست ہیں۔ اور یہ اس دلیل کا حال ہے جس پر مولوی نعیم الدین صاحب کو ناز ہے ۷

بس قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

اب میں مولوی صاحب کی دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس دلیل پر بھی میرے تین اعتراض ہیں اگر ہو سکے تو نمبر وار جواب دیجئے۔

۱ : اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر سبیل نہیں ہیں“ میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ کے نزدیک اس سے کل مغیبات مراد ہیں یا بعض۔ اگر کل مراد ہیں تو آپ خود کیوں کل مغیبات کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں مانتے اور کیوں حضور کے علم کو محدود کرتے ہیں۔ اور اگر بعض مراد ہیں تو ہمارے مخالف نہیں۔ لہذا اس آیت کریمہ کو ہمارے سامنے پیش کرنا اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔

۲ : آپ کا دعوئے یہ ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کے کل واقعات جزئیہ و کلیہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ اور اس آیت کریمہ میں نہ ابتداء آفرینش کا ذکر ہے نہ دخول جنت و دوزخ کا لہذا دلیل دعوئے پر منطبق نہیں۔

۳ : آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ علم محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے محض ایک اسی روز پیشتر عطا فرمایا گیا اور یہ آیت کریمہ ہجرت سے بھی پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس بارہ سال سے بھی زیادہ دنیا میں رونق افروز رہے ہیں۔ پس اگر اس آیت کریمہ سے یہ علم محیط ثابت ہو گا تو ہجرت سے پہلے بھی ماننا پڑے گا۔ اور اس کے آپ خود بھی قائل نہیں۔

اس وقت انہی تین اعتراضوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر آپ نے کچھ توجہ فرمائی تو پھر انشاء اللہ العزیز ثابت کر دوں گا کہ یہی آیت کریمہ اس کو بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز وہ علم غیب نہیں تھا جس

کے آپ حضرات قائل ہیں۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ آپ بجائے جواب دینے کے اپنے استدلال ہی سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ اس مرتبہ آپ نے خلاف عادت میری پیش کردہ دلیل کی طرف بھی توجہ فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے نہ عطائی کی۔ اور ان پانچوں چیزوں کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعطائے خداوندی حاصل تھا۔

الحمد للہ کہ یہ جناب کو بھی تسلیم ہے کہ اس آیت کریمہ میں ان پانچوں چیزوں کے علم کی نفی کی گئی ہے۔ اب ہمارا آپ کا یہ نزاع رہا کہ آپ کے نزدیک محض علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے اور میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ عطائی کی بھی نفی ہے۔

قرآن عزیز نے مومن کی یہ شان بتلائی ہے کہ وہ اپنے سارے اختلافات کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کراتے۔ اس لئے بس ہم بھی اپنے اس نزاع کا فیصلہ آقاؐ نے نامدار مدینہ کے تاجدارہ کے دربار سے کرا لیں۔ لیکن یاد رہے کہ اس عالی دربار کے ناطق فیصلہ کے بعد اگر خدا بھی چون و چرا کی گئی تو بس ٹھکانا جہنم میں ہے۔ سنتے۔ درغشور میں ہے۔

اخرج سعید بن منصور و احمد و البخاری فی الادب عن ربیع بن حراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال حدثنی رجل من بنی عامر انہ قال یا رسول اللہ هل بقی من العلم شیء لا تعلمہ قال لقد علمنی اللہ خیراً وان من العلم ما لا یعلمہ الا اللہ الخس ان اللہ عندہ علم الساعة الآیہ

روایت کیا ہے سعید بن منصور اور امام احمد اور امام بخاری نے ادب المفرد میں حضرت ربیع بن حراشؓ سے۔ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کی ایک شخص نے بنی عامر میں سے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا علم میں سے کوئی ایسی بات باقی رہ گئی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بہت کچھ خیر سکھایا اور بہ تحقیق ابھی علم میں سے وہ بھی ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

وہی پانچ چیزیں ہیں (اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے بطور استشہاد سورہ لقمان کی وہی آیت پڑھی
ان اللہ عنہ لا علم الاہیہ۔

کہتے کیا اس روایت کے بعد بھی کسی با ایمان کو گنجائش رہتی ہے کہ وہ کہے کہ محض علم ذاتی کی نفی کی ہے
عطائی کی نہیں۔ بحمد اللہ اس حدیث شریف نے صاف بتا دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس
آیت کریمہ سے علم عطائی کی نفی سمجھی ہے۔ لیکن آپ کے مولوی نعیم الدین صاحب در الکلمۃ العلیا میں لکھتے
ہیں کہ: اس آیت سے علم عطائی کی نفی نکالنا ظلم ہے۔

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظالم تھے۔ سیدنا حضرت
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ظالم تھیں
کیوں کہ انہوں نے بھی ان پانچوں چیزوں کے علم عطائی کی نفی کی ہے۔

کہاں ہیں حضرات علماء دیوبند اور مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید کو برا کہنے والے آئیں۔ اور
مولوی نعیم الدین صاحب کی اس دریدہ دہنی کو ملاحظہ فرمائیں کیسے کیسے جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہما حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ظلم کا مرتکب بتا رہے ہیں۔ افسوس آج انہیں مولوی نعیم الدین صاحب کو کہا جاتا ہے
استاذ العلماء، فقیہ الہند اور پٹنہ اور چین سے

کار شیطان میکنہ ناش ولی
گو ولی این است لعنت بر ولی

۱۔ اس لئے کہ سائل کا سوال علم عطائی ہی کے متعلق تھا۔ کیوں کہ وہ مسلمان تھا۔ اور حضور کے متعلق علم ذاتی کا حتمی
کسی مسلمان بالخصوص صحابی رضی اللہ عنہما کو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نیز انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے یہی معلوم ہوتا ہے جیسے کہ خط
کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ رضا خانی روئداد میں بھی اس کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اس حدیث میں علم عطائی
کی نفی ہے۔ مگر بایں ہر آیت کے متعلق بھی لکھا گیا ہے کہ اس میں صرف ذاتی کی نفی ہے۔ ناظرین غور فرمائیں کہ یہ روئداد
نویں صاحب کی بدحواسی نہیں تو اور کیا ہے ۱۲

جبل احد اور غزوہ خیبر کی جو دو حدیثیں آپ نے پیش کی ہیں ان سے جزوی علم ثابت ہوتا ہے۔ ہم کو اس سے انکار نہیں۔ ہمارا دعوے یہ ہے کہ وہ ان پانچ چیزوں کا علم کلی مخلوقات میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا گیا۔ یہ حدیثیں اس کے مخالف نہیں۔ الحمد للہ کہ جو دلیل آپ نے پیش کی تھی اس کا بھی شافی جواب ہو گیا اور میری دلیل کے متعلق جو گہرا فاشی فرمائی تھی اس کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

مولوی حسرت علی صاحب : آپ کہتے ہیں کہ ان حدیثوں سے جز ثابت ہوتا ہے کل ثابت نہیں ہوتا (۳۱)۔ بتلایے جز کے کہتے ہیں۔ (۳۲)۔ اور کل کی کیا تعریف ہے۔ (۳۳)۔ کل اور جز میں کون سی نسبت ہے۔ آپ نے میری دلیل پر اعتراض کیا تھا کہ دلیل دعوے پر منطبق نہیں۔ (۳۴)۔ بتلایے دلیل کسے کہتے ہیں۔ (۳۵)۔ دعوے کسے کہتے ہیں۔ (۳۶)۔ اور ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ آپ بار بار مغیبات مغیبات بولتے ہیں۔ (۳۷)۔ بتلایے یہ کیا لفظ ہے مغیبات یا مغیبات۔ (۳۸)۔ اور کیا صیغہ ہے۔ (۳۹)۔ اور اس میں کیا تعلیل ہوتی ہے۔ ؟

ہمارے تیس سوال آپ پر پہلے سوار ہیں اور نوویہ ہوئے۔ اب پہلے آپ ان اثالیس^{۳۹} جبال قاہرہ کو اپنے سر سے اتار دیتے اس کے بعد علم غیب پر دلیلیں پیش کیجئے۔

صاحبو! میں علم غیب پر دو آیتیں پیش کر چکا ہوں۔ اب تیسری اور پیش کرتا ہوں۔

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ
احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔

خدا عالم الغیب ہے نہیں ظاہر دیتا اپنے غیب پر کسی کو مگر جس کو پسند کر لے اپنے رسول سے ملے۔

۱۔ اور بعینہ ہی جواب ان روایات کا ہے جو ان پانچوں چیزوں کا علم ثابت کرنے کے لئے رضا خانی روئے د میں صاحب مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسائل سے بڑھائی گئی ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت امام مہدی کے پیدا ہونے کی خبر دینا۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے یہاں فرزند کے تولد کی خبر دینا۔ یا متھولین بدر کی قتل گاہیں دکھانا۔ یا قبل از قیامت ایک عالمگیر بارش کی خبر دینا۔ وغیرہ وغیرہ۔ عرض ان تمام روایات کا جواب اسی قدر کافی ہے کہ ان سے صرف جزئیات کا علم ثابت ہوتا ہے اور اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ ہمارا دعوئی صرف یہ ہے کہ ان پانچوں چیزوں کا علم کلی کسی کو نہیں دیا گیا۔ خوب سمجھ لو۔ (بعینہ حاشیہ بر صغیر آمدہ)

جب حضور بھی پسندیدہ رسول ہیں تو پھر ان کو بھی اطلاع دی ہوگی۔ لہذا آپ عالم الغیب ہوئے۔
 مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) حضرات میں نے عرض کیا تھا کہ مولوی نعیم الدین صاحب
 مراد آبادی کی تحریر سے لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظالم تھیں۔ ہمارے فاضل و طالب
 نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

اب انہی مولوی نعیم الدین صاحب کا دوسرا فتویٰ ملاحظہ ہو جس کا نشانہ محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 ہی نہیں بلکہ سارے انبیاء علیہم السلام ہیں۔ آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل الایہ پر کلام فرماتے
 ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

”اس سے استدلال نہ کیا جائے کیوں کہ اس قسم کے انکار سوا بر ادب پر محمول ہوتے ہیں“
 اور چونکہ یہ انکار تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہے تو مولوی نعیم الدین صاحب کی اس عبارت
 کے مطابق معاذ اللہ کل انبیاء علیہم السلام بے ادب اور گستاخ ہوئے۔
 ہمارے بعض بھولے بھالے بھائی کہا کرتے ہیں کہ علماء دیوبند کی عبارتوں میں کچھ بے ادبی اور گستاخی تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سہ میاں غیب سے وہی غیوب مراد ہیں جن کو رسالت سے کچھ تعلق ہو۔ تفسیر السعور جو بعض حیثیات
 سے تفاسیر المسند میں بہترین تفسیر ہے۔ اس میں ہے امی رسولاً ارتضاءہ للاطلاع علی بعض غیوبہ المتعلقة
 برسالة..... تعلقاً تاماً..... اما لكونها مبادئ رسالة..... او لكونها اركانها و
 احكامها واما ما لا يتعلق بها علی احد الوجهین من الغیوب اللتی من جملتها وقت قیام
 الساعة فلا یظهر علیها احداً ابداً۔

یعنی ان غیوب پر پسندیدہ رسول کو اطلاع دیتا ہے جو اس کی رسالت سے پورا پورا تعلق رکھتے ہیں۔ خواہ اس طور
 پر کہ وہ معجزہ ہونے کی حیثیت سے رسالت کے موقوف علیہ ہوں۔ یا اس طور پر کہ وہ رسالت کے احکام و ارکان میں سے ہوں۔
 جن غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو۔ جیسے قیامت کا وقت خاص۔ پس اس پر کبھی کسی کو اطلاع نہیں دیتا۔

ہوگی ہی۔ آخر مولوی احمد رضا خان صاحب اہل ان کے موافقین نے بلاوجہ کو ان کو بے ادب اور گستاخ بتایا ہی نہیں ہوگا۔ کیا وہ اپنی اس شکل سے یہاں بھی کام لیں گے۔ اور یہاں بھی یہی کہیں گے کہ صاحب انبیاء علیہم السلام نے کچھ نہ کچھ تو بے ادبی اور گستاخی کی ہی ہوگی تو بلاوجہ مولوی نعیم الدین نے بے ادب اور گستاخ بتایا ہی نہ ہو گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمانو! جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظالم۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام کو بے ادب اور گستاخ کہتا ہے اس سے کیا بعید ہے کہ حضور کے غلاموں کو کافر، مرتد بتائے۔ یہ ہے ان لوگوں کا ایمان جس پر دوسروں کی تکفیر کی جارہی ہے۔ مولوی صاحب دلچسپ کافروں کا کفریوں ثابت ہوتا ہے۔

آپ نے شمار بڑھانے کے لئے جو تیسری دلیل پیش کی ہے اس پر بھی میرے تین اعتراض ہیں۔
۱ : اگر آپ کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہے کہ کل غیب پر برگزیدہ رسول کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تو آپ کے مذہب کے بھی مخالف ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ بعض مغیبات پر اطلاع دی جاتی ہے جس کا تفسیر مدارک و معالم التنزیل و ابوالسعود وغیرہ میں لکھا ہے تو ہمارے مخالف نہیں۔

۲ : آیت کریمہ میں ابتدائے آفرینش اور دخول جنت و دوزخ کا ذکر نہیں۔ اور وہ آپ کے دعویٰ میں داخل ہے۔

۳ : آیت کریمہ میں کیا سی یا بیاسی روز کا کچھ پتہ نشان نہیں بلکہ یہ آیت بھی مکی ہے لہذا آپ کے عقیدہ سے محض بے تعلق ہے۔

آپ دلیلوں کی شمار بڑھا کر میری نقل اتارنا چاہتے ہیں۔ مہربان من! علمی باتوں کی نقل کے لئے بھی کچھ علم کی ضرورت ہے۔ کاربوزینہ نیست بخاری سہ

وللزنبور والبازی جیعا لدی الطیران اجنحة وخفق

ولکن بین ما یصطادہ باز وما یصطادہ الزنبور فرق

آپ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کُل اور جُز کی کیا تعریف ہے اور اس میں کیا نسبت ہے۔ دلیل اور دعوے کی کیا تعریف ہے اور ان میں کیا فرق ہے یہ لفظ مغیبات ہے یا مغیبات۔ یہ سوالات کسی مناظر کے سامنے

پیش کرنے کے نہیں کسی طالب علم سے دریافت کیجئے گا۔ اور اگر اس وقت جواب لینے کا شوق ہے تو بھلا اللہ اس وقت بھی وہ طلبہ موجود ہیں جو آپ کے ان سوالات کے جوابات دینے کی اور اسی قسم کے دو چار سوال آپ سے بھی کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو تھوڑی دیر کے لئے انہی کو کھڑا کر دیا جائے۔ اور اگر کچھ عرصے ہی دریافت کرنا ہے تو مناظر کی حیثیت سے نہیں طالب علم کی حیثیت سے سوالات کیجئے اور جوابات لیجئے۔

مولوی حسرت علی صاحب : آپ لوگوں نے دیکھ لیا کہ چھ سوال میں نے منطق کے لئے تھے۔ مولوی

صاحب ان کا کچھ جواب نہیں دے سکے اور یہ فرماتے ہیں کہ طالب علم بن کر سوال کرو۔ ارے مولوی صاحب ! آپ ہمیں شکر دینا چاہتے ہیں۔ آپ کے بڑوں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکر دینا چاہا ہے۔ آپ کے مولوی خلیل احمد صاحب نے لکھا ہے کہ حضور کو اردو زبان دیوبندیوں سے سیکھ کر آگئی۔ (۴۰) بتائیے کہ جو شخص حضور کو دیوبندیوں کا شکر دبتا ہے اس نے حضور کی توہین کی یا نہیں ؟ اور وہ کافر ہوا یا نہیں ؟

انتالیس سوال ہمارے پہلے تھے اور ایک یہ ہوا۔ آپ ان چالیس سوالوں کا جواب دیجئے۔ حاضرین ! اب

ہمارے مخاطب صاحب کا اسٹاک تو خالی ہو گیا۔ اب مجھ سے دلیلیں سنئے۔ میں علم غیب پر قین دلیلیں پیش کر چکا ہوں جو تھی یہ ہے۔

ما چکان اللہ لیطلعکم علی الغیب نہیں ہے اللہ اس واسطے کہ تمہیں اطلاع دے غیب

سہ یہ حضرت مرحوم پر افتراء محض ہے جس کی جزا رضا خانیوں کو انشاء اللہ مرنے کے بعد قبر میں اور حشر کے بعد جہنم میں ملے گی

اور اگر کسی احمق نے یہ مضمون اس خواب سے تراشا ہو جو براہین کے مقابلہ پر درج ہے تو یہ اس کی حماقت ہے جس سے حضرت مولانا بڑی ہیں

اول تو اس کے اور اس کے مضمون سے کوئی نسبت نہیں۔ دوسرے یہ کہ عالم رویا پر اس عالم کے احکام جاری کرنا اصول شریعت

سے ناواقف ہے۔ بعض حضرات اولیاء کرام سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں جناب اللہ تبارک و تعالیٰ کو مجھ دیکھا ہے۔

ان پر کیا فتوے ہو گا۔ مزید تفصیل اور رضا خانیوں کے اس بہتان کا دندان شکن و دبانہ وز جواب حضرت مولانا محمد منظور صاحب

مدظلہ کی کتاب ”سیفِ یحییٰ“ میں ملاحظہ ہو ۱۲

سہ بیشک کافر بلکہ کفر ہے لیکن یہ تو فرمایا کہ بریلی کے پاگل خاں کے سوا ایسی کجواں کرنے والا کہیں ملے گا بھی یا نہیں ؟ ۱۳

ولكن الله يجتبي من رسله من

لیکن وہ جن کو چاہتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنے رسولوں میں سے۔

یشاء

پانچویں دلیل سنئے۔ قرآن شریف میں ہے۔ "خلق الانسان علمه البيان" ۴
معالم التنزیل میں ہے۔

ای خلق محمد ا صلی اللہ علیہ وسلم و علمہ البیان ما کان
وما یكون۔

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور جو کچھ کہ ہو چکا اور جو کچھ کہ ہو گا اس سب کا علم ان کو عطا فرمایا۔
اس تقریر پر جلسہ برخواست ہو گیا۔ اور شام کو اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ مسنونہ) حاضرین کرام ! اس مبارک جلسہ کا یہ آخری اجلاس ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کے بعد آپ حضرات کو سنی و باطل میں امتیاز کرنے کا ایسا موقع نہ ملے لہذا میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ حضرات اس وقت انتہائی توجہ سے کام لیں اور یہ تمیز کریں کہ کس کے ہاتھ میں قرآن عزیز ہے اور کس کے ہاتھ میں کس کی حقانیت کی شہادت دے رہی ہیں۔ صحابہ و تابعین و دیگر سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا دامن کس کے ہاتھ میں ہے۔ نام کی دلیلیں تو ہر باطل سے باطل فرقہ کے پاس ہوتی ہیں۔ لیکن قابل قبول دلیل وہی ہوتی ہے جو عقل و نقل کی کسوٹی پر گرنے کے بعد اس قابل ثابت ہو۔ آپ حضرات مشاہدہ فرما رہے ہیں کہ اس وقت

۱۔ اس سے علم محیط ثابت کرنا محض جہالت ہے۔ تفسیر جامع البیان میں ہے۔ ولكن الله تعالى يجتبي من رسله من يشاء فيخبره ببعض المغيبات ۱ ص ۶۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ برگزیدہ رسولوں کو بعض غیب کی خبر دیتا ہے۔

۲۔ یہ تفسیر نہایت مروج ہے۔ پانچ صاحبِ معالم نے بہت سے اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور خازن نے بلفظ "د قیل" اس کو تعبیر کیا ہے جو اعلیٰ درجہ کے ضعف کی دلیل ہے۔ اس کی واضح تفسیر وہ ہے جو جلالین شریف میں مذکور ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جنس انسان کو پیدا فرمایا اور اس کو گویائی دی۔

تک ہمارے فاضل مخاطب نے جس قدر نام نہاد دلیلیں پیش کی ہیں کچھ اللہ ان کے کئی کئی جوابات دینے گئے ہیں جن پر ہمارے فاضل مخاطب صاحب کو ایک حرف کہنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی اور نہ انشاء اللہ العزیز ہو گی اور خاکسار نے اہلسنت کی طرف سے جو اذکار قاہرہ پیش کئے ہیں بفضلہ تعالیٰ ہمارے فاضل مخاطب پر رقم کھانے کو بھی ان کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔

میں نے آیت کریمہ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ پیش کی اور تفسیر مذکورہ سے اس کے معنی بیان کئے۔ وہ کچھ اللہ لا جواب رہی۔ بعد ازاں میں نے

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا اجبتم قالوا لا علم لنا
انک انت علام الغیوب۔

پیش کی اور اس کی تفسیر حضرت خواجہ مخدوم علی مہاشی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے یہ بیان کی کہ ہمیں دلوں کا حال معلوم نہیں۔ وہ کچھ اللہ اس وقت تک لا جواب ہے اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک لا جواب رہے گی۔ ان کے علاوہ میں نے چار آیتیں کل اور بھی پیش کی تھیں وہ بھی کچھ اللہ اس وقت تک لا جواب ہیں۔ آج ساتویں آیت صبح پیش کی تو ہمارے مخاطب صاحب نے بڑی جرأت کر کے فرمایا کہ اس میں علم ذاتی کی نفی ہے۔ اکھد اللہ کہ میں نے خود آنحضرت سنو رکائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت کر لیا کہ عطائی کی بھی نفی ہے۔ اور پھر حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال سے بھی اس کا ثبوت دیا جسے جواب میں ہمارے مخاطب صاحب ایک حرف بھی نہ کہہ سکے۔ صبح آخری تقریر میں آپ نے شمار بڑھانے کے لئے دو دلیلیں پیش کی تھیں۔ جن میں سے پہلی کا بعینہ وہی مضمون ہے جو آپ کی تیسری دلیل کا تھا۔ لہذا جو تین اعتراض خاکسار نے اس پر وارد کئے تھے وہ یہاں بھی وارد ہوتے ہیں۔ اس لئے پہلے ان اعتراضات کے جوابات دے کر اس دلیل کو اپنے دعوے پر منطبق کیجئے بغیر اس کے ان آیات کریمہ کو اپنے دعوے کی دلیل میں پیش کرنا بالکل ایسا ہی ہوگا جیسے کہ کوئی شخص علم غیب کے ثبوت میں قل ہو اللہ شریف پڑھ کر سنا دے۔

علیٰ ہذا آپ کی پانچویں دلیل بھی دعوے پر منطبق نہیں۔ کیوں کہ اگر اس تفسیر کو دوسرے ملتمس الصحتہ، مفسرین کی تفسیروں کے مقابلہ میں صحیح اور راجح بھی تسلیم کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہوگا

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے تعلیم فرمادیا جو کہ ہو چکا اور جو کہ ہو گا۔ لہذا یہاں بھی وہی سوال وارد ہو گا کہ اس سے کل مراد ہے یا بعض۔ اگر کل مراد ہے تو تمہارے بھی مخالف۔ اور بقول مولوی احمد رضا خان صاحب مجال عقلی و شرعی۔ اور اگر بعض مراد ہے یعنی وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہے تو وہ ہمارے مخالف نہیں وہ لعینہ ہمارا مذہب ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ آیت کریمہ بھی مکی ہے لہذا اگر بفرض اس سے یہ علم محیط ثابت ہو تو ہجرت سے پہلے ماننا پڑے گا اور آپ دفات شریف سے محض اکیاسی روز قبل مانتے ہیں۔ مولوی صاحب یہی دو تین اعتراض مجددانہ آپ کی ساری دلیلوں کا خاتمہ کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ اگر کسی دلیل میں کچھ نہیں باقی ہو تو فرمائیے تاکہ کچھ اور عرض کر دیا جائے۔ اس کے بعد اب آٹھویں دلیل سنئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتے ہیں

يَسْأَلُ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ

انما علمها عند الله الذی

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے وقت

خاص کے بارہ میں فرما دیجئے۔ بس اس کا علم

ہی کو ہے۔

(احزاب - رکوع ۸)

اسی آیت کے تحت میں تفسیر جلالین شریف میں ہے اى انت لا تعلمها یعنی تم اس کو نہیں جانتے۔ نویں دلیل سنئے۔

وعنده علم الساعة و اليه ترجعون

بس اسی کو ہے قیامت کا علم اور اسی کی طرف لوٹ

کر جاؤ گے۔

(نصف پارہ ۲۵ - رکوع ۶)

تفسیر جامع البیان میں ہے۔ وعنده علم الساعة لا عند غيره یعنی اسی کے پاس ہے علم قیامت نہ اس کے غیر کے پاس۔ (ص ۴۰۸)

دسویں دلیل ملاحظہ ہو۔

الي يرد علم الساعة الذی

اللہ ہی کی طرف پھیرا جاتا ہے قیامت کے وقت

کا علم۔

(جم السجدہ : ۲۱ = ۴۷)

اس آیت کے تحت میں علامہ جلال الدین فرماتے ہیں۔ لا يعلمه غيره " اس کے سوا کسی

کو کوئی نہیں جانتا : (ص ۳۹۸)

معلوم ہوا جناب کو کہ اہلسنت کے خزانہ عامرہ میں ابھی کیسے کیسے اولیٰ قاہرہ ہیں۔ ذرا جواب دینے کی تو ہمت کیجئے۔ ابھی تو دس ہی آیتیں پیش کی گئی ہیں اگر آپ نے ہمت کی اور وقت ملا تو انشاء اللہ چالیس آیات کریمہ سے آپ کے اس خاندان ساز عقیدہ کی حقیقت و اشکاف کی جائے گی۔

صبح آپ نے جزد کل، دعویٰ و دلیل کی تعریفیات دریافت کر کے اپنی منطق دانی پر بھی کافی روشنی ڈالی تھی جس کی داد اگر آپ ہمت کرتے تو طلبہ ہی سے اچھی ملتی۔ لیکن خیر آپ کی منطق دانی تو ان سوالات ہی سے معلوم ہو جاتی اب میں ایک بات دریافت کرتا ہوں جس کو کچھ معمولی سا تعلق منطق سے بھی ہے۔ آپ سے تو سوال سمجھنے کی بھی امید نہیں۔ لہذا مولوی رحمہ اللہ صاحب سے گزارش ہے کہ وہ جواب مرحمت فرمائیں لیکن جواب سے پہلے درو کی بشرط لاشنی اور لا بشرط شنی والی بحث کو بھی یاد کر لیں۔

سوال یہ ہے کہ۔ آیت کریمہ ”فلا ینظہر علی غیبہ احد ا الایۃ“ و آیت کریمہ ”ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب الایۃ“ میں سلب عموم ہے یا عموم سلب یا سلب مخصوص اور بہر تقدیر استثناء متصل ہے یا منقطع ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب کے علاوہ اگر کوئی اور صاحب بھی جواب دینے کا شوق رکھتے ہوں تو ان کو بھی اجازت ہے۔

جناب نے صبح کی تقریر میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم مغفور پر ایک بہتان یہ گھڑا تھا کہ معاذ اللہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علماء دیوبند کا شاگرد بتایا ہے۔ یہ آپ کا جیتا جاگتا افتراء ہے۔ اگر میں ایسی ہی حیا داری پر اتر آؤں تو کہہ سکتا ہوں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے خدائے قدوس کو اپنا شگرد بتایا ہے۔ آپ کو خدا کا خوف کرنا چاہئے دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ حضرات دیکھ رہے ہیں کہ میرے سوالات چالیس ہو چکے ہیں مولوی صاحب ان کا کچھ جواب نہیں دیتے۔ ارے مولوی صاحب آپ یہاں جواب دیں یا نہ دیں آپ کو خدا کے یہاں جواب دینا پڑے گا۔ کیا آپ کو گنگوہی، تھانوی صاحبان کی محبت حضور سے زیادہ ہے ؟ آپ کہتے ہیں

کہ حشمت علی نے ہماری دلیلوں کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اب میں آپ کی سب دلیلوں کا جواب دیتا ہوں۔ آپ نے ”وما علمناہ الشعر“ پڑھی تھی اس کا میں نے کل ہی جواب دے دیا تھا کہ یہاں شعر سے شعر منطقی مراد ہے اور علم سے ملکہ مراد ہے۔“

”یوم یجمع اللہ الرسل“ کا مطلب آپ نے نہیں سمجھا وہ تو انبیاء علیہم السلام بطور ادب کے انکار فرمائیں گے۔ ورنہ ان کو علم تو ظاہر و باطن دونوں کا ہے۔ باقی جو آیات آپ نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے پڑھی ہیں ان سب میں علم ذاتی کی نفی ہے۔
اب لیجئے مجھ سے دلیلیں۔ سنئے قرآن شریف میں ہے۔

”لتکونوا مشہداً علی الناس و یکون الرسول علیکم شہیداً“ (بقرہ ۸۲)
اس سے معلوم ہوا کہ حضور اپنی امت کے اعمال کی شہادت دیں گے۔ پس جب تک آپ کو علم نہ ہوگا شہاد کیے دے سکتے ہیں۔ لہذا اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ حضور کو امت کے تمام اعمال کی خبر رہتی ہے۔ اور سینے! قرآن شریف میں ہے۔

ما کان حدیثاً یفتقری ولیکن
تصدیق الذی بین یدیه وتفصیل کل شیء
یہ کتاب کوئی گھڑی جوئی کتاب نہیں اس میں اگلی کتابوں تصدیق اور ہر شی کی تفصیل ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف میں ہر چیز کی تفصیل ہے تو آپ کو بھی ہر چیز کا علم ہوگا۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ صاحب قبلہ مدظلہ میرے سوالات کا جواب دیں۔ ارے مولوی صاحب وہ تو ہمارے استاد ہیں۔ میرے سامنے تو آپ کا یہ حال ہے وہ تو آپ کی دھجیاں اڑا دیں گے۔ مولوی صاحب آپ کا ختم تو میں ہوں آپ کو ان سے کیا واسطہ۔ بتلایئے عام کسے کہتے ہیں، خاص کی کیا تعریف ہے۔ اور ان میں کون

لے مضر بن الحسن نے اس آیت کے تحت میں تصریح فرمائی ہے کہ یہاں ”کل شیء“ سے وہی چیزیں مراد ہیں جن کا علم دینی حیثیت سے ضروری ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین شریف ص ۳۱۸ پر ہے ”کل شیء یحتاج الیہ فی الدین“ یہی مضمون تفسیر جامع البیان۔ تفسیر مدارک۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں بھی موجود ہے ۱۲

سی نسبت ہے۔ ۹۔

حاضرین! آپ یاد رکھیں میرے سوالات تینتالیس ہو چکے۔ مولوی صاحب نے کسی کا بھی جواب نہیں دیا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : حاضرین جلسہ ! میرے منہ میں بھی زبان ہے۔ میں بھی اپنے فائدہ ایک نفس رکھتا ہوں۔ مولوی صاحب کی سخت کلامی کے جواب میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ بھی میری حقارت ہے کہ میں نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کی پرانہ سالی پر رحم کر کے آپ کو ان کی بجائے قبول کر لیا ہے۔ درندہ حقیقت میں مولوی رحمہ اللہ صاحب کا خصم تھا اور آج سے تقریباً چار ماہ قبل تین روز برابر درو میں مولوی رحمہ اللہ صاحب کا خصم ہوں اور اب آپ کا خصم ہوں۔ یہاں آپ سے مناظرہ محض دن میں کرتا ہوں اور وہاں مولوی رحمہ اللہ صاحب سے رات میں بھی کیا کرتا تھا۔ خود مولوی صاحب موصوف اس کی شہادت دے سکتے ہیں۔ لیکن واللہ میں اس سرفرازی طرز گفتگو کو ہرگز اپنی شان کے شایان نہیں سمجھتا۔ یہ بازاری باتیں آپ ہی کو مبارک۔ لہذا میں اس کا انتقام خدا کے سپرد کر کے حافظ شیرازی کی زبان میں وہی عرض کروں گا کہ

بدم گفستی و خرسندم عفاک اللہ کو گفستی

جواب تلخ می زید لب لعل شکر خارا

اس کے بعد جناب کی دلیلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ پہلی آیت سے بقول آپ کے محض یہ ثابت ہوتا

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ذریعہ سے اعمال امت کی اطلاع ہوتی ہے۔ حاضرین غور فرمائیں کہ اس کو ہمارے مخاطب صاحب کے دعوے سے کیا تعلق ہے۔ دعوے تو اتنا طویل و عریض کہ دنیا کے ذرہ ذرہ کا سمندر کے قطرہ قطرہ کا۔ درختوں کے پتہ پتہ کا۔ دریاؤں کی پھیلی، مینڈک۔ اور زمین کے ہر ایک کیڑے مکوڑے کی ہر حرکت و سکون کا۔ حتیٰ کہ پانخانہ و پیشاب وغیرہ وغیرہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے اکیاسی روز قبل عطا فرمایا گیا۔ اور دلیل یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال امت کی اطلاع کسی طریقہ سے ہوتی ہے۔ پھر یہ بات جدا گانہ ہے کہ یہ اطلاع کب ہوتی ہے۔ اجمالی ہوتی ہے یا تفصیلی۔

معزز حاضرین ! غور فرمائیں کہ ہمارے فاضل مخاطب اس وقت کیسی صحیح انکوائری سے کام لے رہے ہیں۔

دوسری دلیل آپ کی یہ ہے کہ قرآن شریف کے بارے میں تفصیلاً لکل شئی فرمایا گیا ہے

اس دلیل پر بھی میرے تین اعتراض ہیں۔

۱ : اگر آپ کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہے کہ قرآن شریف میں ہر چیز کی تفصیل ہے خواہ وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ، دین سے متعلق ہو یا دنیا سے، شان نبوت کے مناسب ہو یا غیر مناسب۔ تو آپ خود اس کے قائل نہیں آپ محض ان اشیاء کا علم مانتے ہیں جو ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر آخرت تک عالم و جہان میں آئے ہیں نہ اس سے قبل کی اشیاء کا نہ اس سے بعد کی اشیاء کا۔ لہذا اس صورت میں یہ آیت آپ کے بھی مخالف ہوگی۔

۱۲ جس طرح اس آیت کریمہ میں قرآن عزیز کے بارے میں تفصیلاً لکل شیء فرمایا گیا ہے اسی طرح توریت کے متعلق بھی سورۃ النعام میں ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلاً

لِكُلِّ شَيْءٍ ۝ (النعام ۶، ۱۵۲)

پس آپ کے اصول پر لازم آئے گا کہ علوم قرآن و علوم توریت برابر ہوں۔ اور قرآن شریف میں کوئی بات توریت سے زیادہ نہ ہو۔ اور یہ یقیناً کفر ہے۔

۱۳ پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف اس حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے برابر ہو یا زیادہ نہ ہو۔ اور یہ بھی کفر ہے۔

اس کے بعد میں چاہتا ہوں کہ جناب نے جو میرے ادلہ پر گہرا فٹانی فرمائی ہے اس کے متعلق بھی انحصار کے ساتھ کچھ عرض کر دوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ شعر سے مراد بس شعر منطقی ہے اور علم سے مراد محض ملکہ ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ غلط اور محض غلط ہے۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی غلطی پرست ہوں۔ تفسیر ابن کثیر میں بروایت حضرت حسن بصری ۷ روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اس طرح شعر پڑھ رہے تھے

كفى بالاسلام والشيب للمثرنا هيا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت یہ شعر اس طرح ہے۔

كفى الشيب والاسلام للمثرنا هيا

لیکن حضور نے پھر اسی طرح پڑھنا۔ (علی مافی الدر المنثور)

یہ دیکھ کر صدیق اکبر رضی و فاروق اعظم رضی نے فرمایا کہ میں شہادت دیکھتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں وہ خود فرماتا ہے "وما علمناه الشعر وما ينبغي له"

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں شعر سے وہی مراد ہے جس کو عام اہل عرب شعر کہتے ہیں نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محض غلکہ کی نفی نہیں۔ کیوں کہ غلکہ کو شعر گوئی میں دخل ہوتا ہے کسی کا شعر نقل کرنے میں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "یوم یجمع اللہ الرسل الایۃ" کا تو نے مطلب نہیں سمجھا۔ مہربانم میں عرض کر چکا ہوں کہ میرے نزدیک اپنی طرف سے کسی آیت کا مطلب بیان کرنا حرام ہے۔ میں نے اس آیت کا جو مطلب بیان کیا تھا وہ سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان کردہ ہے۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر نقل فرماتے ہیں۔ "انما قالوا لا علونا" یعنی انبیاء علیہم السلام نے جو اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں یہ فرمایا کہ۔ "ہم کو علم نہیں" اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ظاہر و باطن دونوں کو جانتے ہیں اور ہم کو بس ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے لہذا آپ کا علم ان کے باہ میں زیادہ نافذ ہوگا۔ اور اس مطلب کے متعلق لکھتے ہیں۔

"هو الاصح وهو الذي اختاره ابن عباس رضی"

کہ یہی زیادہ صحیح ہے اور یہی حضرت ابن عباس رضی کا مختار ہے۔

معلوم ہوا جناب کو کہ وہ مطلب کس عالی ذات کا بیان کردہ ہے ؟ مسلمانو! اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبر رضی و فاروق اعظم رضی و ابن عباس رضی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی اتباع کا نام ہی ناسمجھی اور گمراہی ہے تو شاہد رہو کہ اس ناسمجھی اور گمراہی کے ہم سو جان سے خریدار ہیں۔ آپ کو آپ کے مولوی نعیم الدین صاحب مبارک ہوں اور ہم کو یہ حضرات قدسی صفات۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارا شر بھی ان کے غلاموں میں کرے۔

قیامت وغیرہ کے علم متعلق آپ کا یہ فرمانا کہ محض علم ذاتی کی نفی ہے آپ ہی کی جرات ہے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس اور صحابہ کرام و تابعین عظام تو ان آیات سے علم عطائی کی نفی فرمائیں جیسا کہ

میں ثابت کر چکا ہوں، اور آپ ان حضرات کے مقابلہ میں فرماتے ہیں کہ محض علم ذاتی کی نفی ہے۔
اب گیارہویں دلیل سنئے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ مدثر میں فرماتا ہے۔

«وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ» (المدثر: ۴۷)

«اللہ کے لشکروں کی تعداد کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا»

بارہویں دلیل ملاحظہ ہو۔

«يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مَرْسَلُهَا قُلْ إِنَّتَ مِنْ

ذِكْرِهَا إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهِمًا ۝ (النزعت: ۷۹، ۸۰، ۸۱)

دارک التنزیل میں ہے۔

«إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهِمًا، منتهی علمہا متی تھو لا یعلمہا غیرہ»

یعنی وقت قیامت کے علم کی انتہاء اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ اس کے سوا اس کو کوئی نہیں

جانتا۔ اور اسی کی مثل جلالین شریف میں ہے۔

مولوی حسرت علی صاحب : حضرات آپ نے سنا ! مولوی صاحب کہتے ہیں کہ حضور کو شعر

کا علم نہیں تھا۔ میں ثابت کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ غزوہ حنین میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا ۔

أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمَطْلَبِ أَنَا النَّجِيُّ لَا كَذِبَ

جب آپ کو شعر کا علم نہ تھا تو حضور نے یہ شعر کیسے پڑھا۔ آپ کہتے ہیں کہ حضور کو دلوں کا حال معلوم

نہیں۔ دیکھئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دیکھتے ہیں کہ حضور کو اپنے امتیوں کے ایمان کے درجوں کی بھی خبر ہے

اور حضور کو معلوم ہے کہ کون کس درجہ کا مخلص ہے۔ بتائیے ! شاہ عبدالعزیز صاحب دیکھتے ہیں، یا

ابن عباس رضی اللہ عنہما

لے جس وقت مولوی حسرت علی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شان میں یہ گستاخاد کلمات بولے تھے تمام مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۲۵۵)

آپ کہتے ہیں کہ حضور کو قیامت کا علم نہیں تھا اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دیکھتے ہیں کہ قیامت کا علم حضور کو حاصل تھا۔ بتلانیے آپ کی مائیں یا شاہ عبدالعزیز صاحب کی۔ ہاں آپ تو کہہ ہی چکے ہیں کہ حضور کی تفسیر کے مقابلہ میں ساری تفسیریں ٹھکرا دی جائیں گی۔ لہذا شاہ صاحب کی اس تفسیر کو بھی ٹھکرا دیجئے۔ مولوی صاحب سرکار دود عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی ہمارے پاس بہت سی دلیلیں ہیں لیکن پہلے آپ اپنا اسلام تو ثابت کر دیجئے۔

میں مسلمانوں کے سننے کے لئے ایک آیت پڑھتا ہوں۔

» وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ « (النحل ۱۶، ۱۷)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا واضح بیان ہے لہذا حضور ہر چیز کے عالم ہیں آپ بار بار کہتے ہیں کہ دنیا کی باتوں کا علم حضور کی شان کے مناسب نہیں۔ ارے صاحب میں پوچھتا ہوں کہ آپ کے نزدیک ان چیزوں کا علم اللہ کے لئے بھی مناسب ہے یا نہیں؟ یا آپ کے نزدیک اللہ کو بھی ان باتوں کا علم نہیں۔ مولوی صاحب میرے سوالات پر پچاس کے قریب ہو چکے ہیں اب جلسہ ختم ہونے کو ہے خدا کی واسطہ کسی کا جواب دیجئے۔ پھر ہم اور آپ کہاں ملیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) برادران ملت ! یہ میری آخری تقریر ہے۔ سب سے پہلے میں شعر گوئی کے اس بہتانِ عظیم کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ جو ہمارے فاضل مخاطب نے لفظ قطعی کی مخالفت کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اس بہتان نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہو گئے تھے بلکہ بہت سے رضا خانیوں کو بھی سخت ناگواری ہوئی تھی۔ مگر خود مولوی حسنت علی پر کوئی اثر نہ ہوا اور باوجود حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تذکیر کے آخر وقت تک مولوی حسنت علی نے ان الفاظ سے توبہ نہ کی۔ اللہ بڑا کرے اس ضد اور ہٹ کا کہ یہ انسان کو راہِ حق سے دوسلے جاتی ہے ۱۷

۱۷ یہاں بھی وہی اشتیاء مراد ہیں جن کی احتیاج دینی معاملات میں ہوتی ہے۔ مدارک میں ہے۔ تبیاناً لکل شیء من امر

الدین۔ جلالین ص ۲۲۲ میں ہے یحتاج الناس الیہ من امور الشریعۃ وکذا فی جامع البیان ص ۲۷۳۔ اور البیان تفسیر کبیر میں ہے ۱۷

مذہب مقدس کی مضبوط بنیادوں کو ہلا دیا ہے۔ اب آپ سے سبق حاصل کر کے دنیا بھر کے کفار کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر تھے اگر انہوں نے یہ فصیح و بلیغ قرآن بنالیا ہو تو کیا عجب ہے۔

مولوی صاحب ! یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ دنیا سے اب حامیان اسلام اٹھ گئے اس گئی گزری حالت میں بھی دین الہی کے ایسے خادم موجود ہیں جو دانا دشمنوں کی ان پیروہ دستیوں سے مذہب مقدس کی حفاظت کرنے کے لئے اگر اپنے ہاتھ میں تلوار نہیں تو منہ میں زبان رکھتے ہیں۔

سنئے۔ بخاری شریف سے جو ایک موزوں کلام آپ نے پڑھا ہے اس کو شعر کہنا ہی حماقت ہے۔ اہل عربیت میں اس قسم کے موزوں کلاموں کو دھڑکنا جانتا ہے۔ دیکھو فتح الباری شرح بخاری وغیرہ۔ نیز عام مفسرین نے بھی اسی آیت کے تحت میں اس کی تصریح فرمادی ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی دُرّ کر پڑھا تھا تاکہ شعر کی بوجہ بھی نہ رہے۔ اور مخالفین اسلام کو لب کشائی کی گنجائش ہی نہ رہے۔ تفسیر مدارک شریف میں ہے۔ **عَلَيْهِ السَّلَامُ فَتَحَ الْبَاءُ فِي كَذَابٍ وَخَفَضَ الْبَاءُ فِي الْمَطْلَبِ**۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی توہین کر کے ہم مسلمانوں کا بھول دکھایا ہے اس کا انتقام ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ وہ تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں حضور تو عام صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

» مَنْ أَذَاهُمْ فَقَدْ أَذَانِي وَمَنْ أَذَانِي فَقَدْ أَذَى اللَّهِ

وَمَنْ أَذَى اللَّهِ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ اللَّهُ «

یعنی جس نے ان کو ایذا دیا اس نے مجھ کو ایذا دی۔ اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ

تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی قریب ہے کہ وہ اس کو دبوچ لے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ پر آپ کا یہ افتراء ہے کہ وہ خلاف قرآن و حدیث قیامت کے وقت

کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل مانتے ہیں۔ تفسیر عزیزی میں حضرت شاہ صاحب رحمہ نے

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کذب کی بنا کو زبر پڑھا اور مطلب کی بنا کو زیر پڑھا۔ جس سے کلام غیر موزوں ہو گیا ۱۲

تصریح فرمائی ہے کہ۔ قیامت کے وقت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ملے۔

اس کے بعد میں آپ کی اس نئی دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس پر بھی میرے وہی تین اعتراض ہیں جو اس سے پہلی تقریر میں عرض کر چکا ہوں۔ یعنی یہ کہ اگر کل اشیاء مراد ہیں تو آپ کے بھی مخالف اور اگر وہ اشیاء مراد ہیں جو دین سے متعلق اور شان نبوی کے مناسب ہوں جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے تو وہ بعینہ ہمارا مذہب ہے۔ نیز یہ کہ قرآن عزیز میں تورات کے متعلق بھی اس قسم کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں لہذا آپ کی تقریر کی بنا پر لازم آئے گا کہ علوم تورات و علوم قرآن مساوی ہوں و نیز علوم محمدی و علوم موسوی بالکل برابر ہوں۔ پہلے ان کے جوابات سے سبکدوشی حاصل کیجئے اس کے بعد استدلال کا نام لیجئے۔

حاضرین ! اس وقت تک کی بحث سے بھگد اللہ یہ تو آپ حضرات کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہمارے مخالفین کے پاس کمزور سے کمزور بھی کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے ان کا دعویٰ ثابت ہو۔ میرا ارادہ تھا کہ انتہا مآل للحجۃ میں نمبر وار ان آیات کا صحیح صحیح مطلب جو الہ تفاسیر بیان کرتا جو اس وقت تک ہمارے مخاطب صاحب نے تلاوت فرمائی ہیں۔ لیکن وقت کی تنگی کی وجہ سے اس کو اس وقت نظر انداز کرتا ہوں۔ ہاں مولوی صاحب کے اس مغالطہ کو رفع کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ۔

”جو علوم اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان کے مناسب ہوں وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر مناسب کیے ہو سکتے ہیں“

لے ملاحظہ ہو تفسیر عزیزی پارہ تبارک ص ۳۶ و پارہ عتقیتساوولون۔ سورۃ النازعات ص ۱۳۳

میں نے حاشیہ پر اختصار کے ساتھ مفسرین کی عبارتیں درج کر دی ہیں جن سے مولوی حسرت علی کی پیش کردہ آیتوں کا صحیح مطلب معلوم

ہوتا ہے۔ پوری تفصیل ہمارے ناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ کی بے نظیر اور لاجواب کتاب۔

”جوارق الغیب“ حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

مہربانم ! مخلوق کو خالق عزوجل پر قیاس کرنا یہی تو وہ خام خیال ہے جس نے بہت سوں کو دہریہ ، اور بہت سوں کو مشرک بنادیا۔ قرآن عزیز نے اس باطل عقیدہ کا رد کرتے ہوئے صاف ارشاد فرمایا۔ لیس کمثلہ شیعہ ۔ الشکی مثل کوئی چیز نہیں۔ لہذا اس پر کسی کو قیاس کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا انسان کا فرض ، اور کسی مخلوق کی عبادت کرنا مشرک اور کفر۔ مارنا اور جلانا اللہ تعالیٰ کے لئے مناسب اور سزاوار ، اور مخلوق کے لئے ہرگز سزاوار نہیں۔ اگر آج کوئی شخص کسی انسان کو مار ڈالے تو قانون رائج الوقت کی دوسری پھانسی کا مستحق ہے۔ انسان کو ہر حال میں ہر جگہ دیکھنا اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار ہے اور انسان کے لئے ہرگز یہ سزاوار نہیں کہ وہ دوسرے اپنے ہم جنسوں کو خاص خاص حالتوں میں دیکھے۔ الغرض جو چیز اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے مناسب ہو یہ ضروری نہیں کہ وہ مخلوق کے لئے بھی مناسب ہو۔ آپ کے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ۔

” خداوند تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی شخص ایک ذرہ کا علم بھی ذاتی ثابت کرے تو وہ مشرک ہے “

تو کیا اب آپ ان اعلیٰ حضرت سے بھی یہی سوال کریں گے ؟

اس کے بعد اصل مسجٹ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ بارہ آیات کریمہ تلاوت کر چکا ہوں جن کے جواب نہ ہو سکے گا داغ ہمارے مخاطب صاحب اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کی پیشانی سے اور انشاء اللہ رہے گا۔ تیرہویں آیت سنئے۔

قال اللہ تعالیٰ ورسلا قد قصصناهم علیک من قبل ورسلا لم نقصصهم علیک۔ (نساء - ع ۲۳)

اور بھیجے ہم نے بہت سے رسول جن کو ہم نے تم پر اب سے پہلے بیان کر دیا ہے اور بہت سے رسول ایسے ہیں جن کو ہم نے تم سے بیان نہیں کیا۔

اس آیت کریمہ نے صاف بتلا دیا کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کا علم بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت نہیں فرمایا گیا۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس آیت کریمہ کے ماتحت ارشاد فرماتے ہیں۔

” بعث اللہ نبیا من الحبش وهو ممن لم یقص علی محمد

صلی اللہ علیہ وسلم “ (تفسیر درنثور ج ۲ ص ۲۴۰)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک حبشی بنی کو مبعوث فرمایا تھا اور وہ ان میں سے ہیں جن کی اطلاع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔

کہاں ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرنے والے، آئیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ یہ وقت ان کے امتحان کا ہے۔ آج دیکھنا ہے کہ کس کو قرآن عزیز اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کبار و اہلبیت اطہار کی محبت ہے۔ اور کس کو فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کی۔ ایک طرف قرآن عزیز اور احادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور اہلبیت کرام و صحابہ عظام ہیں اور ایک طرف مولوی احمد رضا خان صاحب کے خیالات واپس۔

پودہوں میں آیت کریمہ ملاحظہ ہو۔

قل لا یعلم من فی السموات و الارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایاں یبعثون
فرما دیجئے کہ نہیں جانتا اس غیب کو کوئی آسمان یا زمین
کا رہنے والا۔ یعنی نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی انسان
کافی اہل البین مگر اللہ ہی جانتا ہے۔ اور نہیں
جانتے وہ کہ کب اٹھائے جائیں گے۔
(الفصل ۲۷ = ۶۵)

اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے علامہ جلال الدین فرماتے ہیں۔

”وَسُئِلُوهُ عَنْ وَقْتِ قِيَامِ السَّاعَةِ فَذَلَّ قُلٌّ لَا يَعْلَمُ الْآيَةَ“
یعنی لوگوں نے حضور سے قیامت کے وقت کا سوال کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس شان نزول سے معلوم ہوا کہ آیت میں غیب سے مراد غیب خاص یعنی قیامت وغیرہ ہے۔ الغرض اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہو گیا کہ قیامت کا علم نہ کسی فرشتہ کو عطا فرمایا گیا نہ کسی انسان کو۔
پندرہویں آیت ملاحظہ ہو۔

لَهُ كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ الْحَافِظُ ابْنُ كَثِيرٍ تَحْتَ قَوْلِهِ تَعَالَى - اِنَّ السَّاعَةَ

اَتَتْهُ اَكَادُ اخْفِيهَا الْآيَةُ - ج ۲ - ص ۳۳۰ -

فَاتُ قُولُوا فَقُلْ أَذْنُكَ عَلَى
سَوَاءٍ وَإِنْ أَدْرَى اقْرَبُ
إِمَّ بَعِيدٍ مَا تَوْعَدُونَ

سورۃ انبیاء ۲۱ - رکوع ۱۸

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

پس اگر لوگ (توحید سے) روگردانی کریں تو فرما دیجئے
کہ میں تم کو اطلاع دیتا ہوں مساوات پر اور میرے
نہیں جانتا کہ قریب سے یا بعید جو تم سے وعدہ کیا
جارہا ہے۔

ای هو واقع لا محالة ولكن لا علم لي بقربه ولا ببعده - ج ۶ ص ۳۱۲
یعنی یہ وعدہ وقوع میں تو ضرور آئے گا لیکن مجھے اس کے قرب و بُعد کی خبر نہیں۔

مسلمانو! یہ پندرہ صاف صریح آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ
علم محیط حاصل نہیں تھا جس کی مدعی ہماری حریف جماعت ہے۔ اگرچہ ان نصوص قرآنیہ کے بعد کسی تائید کی بھی
حاجت نہیں رہتی لیکن مزید اتمام حجت کے لئے دو چار ایسی حدیثیں بھی سنادینا چاہتا ہوں جو جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف کے آخری زمانے کی ہیں۔

بخاری شریف میں ہے۔

عن زید بن أرقم الخ یعنی حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے
عبداللہ بن ابی منافق کو سنا وہ یہ بک رہا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
رہنے والوں پر کچھ خرچ مست کرد۔ اور یہ بک رہا تھا کہ اگر ہم مدینہ پہنچے تو ہم میں سے جو عزت دار
زیادہ ہوگا وہ ذیلیوں کو نکال دے گا۔ پس میں نے اس کا تذکرہ اپنے چچا سے کیا۔ انہوں نے
مخصوصہ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے
ساتھیوں کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ان منافقین نے جھوٹی قسم کھا
لی کہ ہم نے نہیں کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق کر دی اور زید بن ارقمؓ
کی تکذیب کر دی۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا اس قدر صدمہ ہوا کہ کبھی مدت العمر
میں ایسا صدمہ نہیں ہوا تھا۔ پس میں شرم کے مارے اپنے گھر میں بیٹھ رہا۔ پس اللہ تعالیٰ

نے سورۃ منافقوں کی ابتدائی آیتیں نازل فرمائیں۔ پس حضور ﷺ نے مجھ کو طلب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ مطمئن ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیان کی تصدیق نازل فرمادی۔“

(بخاری شریف کتاب التفسیر ۷/۲۷۸ ص)

اور نسائی شریف میں تصریح ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک میں پیش آیا۔ اور وہ ۹ھ میں ہوا ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ کسبہ کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے لئے سفر فرمایا اور مکہ معظمہ پہنچ کر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا۔

لو استقبلت من امری ما استدبرت لعاسق المہدیؑ

”اگر پہلے مجھے اس معاملہ کی خبر ہو گئی ہوتی جواب بعد میں ہوتی تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لانا“

اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے شیخ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

”اگر من پیش ازین می دانستم کہ برآمدن از احرام بر شما شائق خواهد آمد من نیز سوئی ہوں

نہ کہ دم و من نے دانستم کہ حکم الہی چنین خواهد بود“

یعنی اگر اس سے پہلے مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم پر احرام سے نکلنا شائق گزرے گا تو میں بھی

قربانی ساتھ نہ لانا اور مجھے معلوم نہ تھا کہ حکم الہی ایسا ہو جائے گا“

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۸۲)

یہاں یہ امر بھی قابلِ ملاحظہ ہے کہ آیت کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم الایت

بھی اسی سفر میں عرفہ کے روز نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً تین ماہ اس دنیا میں رونق افروز رہے ہیں۔

وفات شریف سے ایک ماہ قبل کی روایت بحوالہ مسلم شریف، میں کل پیش کر چکا ہوں۔ جس میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے علم قیامت کی نفی فرمائی ہے۔ اور بحوالہ مسلم و بخاری حدیث جبریل بھی میں کل پیش کر چکا ہوں

جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت وغیرہ پانچوں چیزوں کے علم کی نفی فرمائی ہے۔ اور ابن مندہ کی

روایت سے یہ بھی ثابت کر چکا ہوں کہ وہ حدیث آخر عمر شریف کی ہے۔ نیز خاص مرض الموت میں آنحضرت صلی

علیہ وسلم کا چند مرتبہ نماز کے لئے اٹھنے کا ارادہ فرمانا اور ہر مرتبہ کھڑی کا طاری ہو جانا اور مسجد شریف میں تشریف نہ لے جاسکتا۔ (دیکھو بخاری و مسلم) اس کی کھلی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عالم محیط عمر شریف کے آخری روز تک بھی عنایت نہیں فرمایا گیا۔ اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کمال میں کوئی کمی بھی نہیں آتی۔ جس طرح خالق، رازق، مہی و ممیت نہ ہونے سے کچھ شان محمدیہ میں نقصان نہیں آیا۔

حاضرین کرام ! یہ احادیث شریفہ محض بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔ ورنہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس قسم کی احادیث شمار کی جائیں تو سینکڑوں کی تعداد میں نکلیں گی۔ حدیث اور قرآن کے ان فیصلوں کے بعد اب میں اپنے مخالفین کو دعوت دیتا ہوں **تعالوا الی کلمۃ سوا بیننا و بینکم** آؤ ہم اس نزاع کا فیصلہ اہلسنت کی مسلمہ کتب عقائد سے کریں۔ شرح عقائد نسفی جو عام طور پر مدارس اسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہے اس کے صفحہ نمبر ۱۰۱ پر ہے۔

الاولی ان لا یقتصر علی عدد فی التسمیۃ فقد قال اللہ تعالیٰ منہم من قصصنا علیک ومنہم من لو نقصص علیک ولا یومن فی ذکر العدد ان یدخل فیہم من لیس منہم او یدخرج منہم من ہو فیہم یعنی ان خبر الواحد لا ینفید الا الظن ولا عبرۃ بالظن فی باب الاعتقادات خصوصاً اذا ... کان بہتر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں نہ انقصار کیا جائے کسی عدد پر نام لینے میں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ ان میں سے ہم نے بعض کو تم سے بیان کر دیا ہے اور بعض کو بیان نہیں کیا اور کسی عدد کے ذکر کرنے میں خوف ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام خارج ہو جائیں یا غیر نبی سلسلہ انبیاء میں داخل ہو جائیں مطلب یہ ہے کہ خبر واحد اگر صحیح بھی ہو تو محض ظن کی مفید ہوتی ہے۔ اور اعتقادات

القول بموجبہ یفضی الی مخالفة
ظاهر الكتاب وهو ان بعض
الانبياء لم يذكر للنبي عليه
الصلوة والسلام انتهى

میں ظن میں نہیں۔ بالخصوص جب کہ اس کے مضمون
کا قائل ہونا ظاہر کتاب اللہ کی مخالفت نہ ہو
اور وہ ظاہر قرآن مجید میں بعض انبیاء
علیہم السلام کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
نہیں کیا گیا۔

اس کے بعد بطور نمونہ اکابر صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال بھی ملاحظہ ہوں۔

سارے صوفیاء کے سرانجام سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ابھی آپ حضرات سن چکے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ نے ایک نبی حبشی مبعوث فرمائے تھے اور وہ ان میں سے ہیں جن کی اطلاع جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔ (ملاحظہ ہو درختہ)

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تائے فرماتے ہیں ”روح کی حقیقت کا علم جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔“ (ملاحظہ ہو فتح الباری شرح بخاری شریف کتاب التفسیر)
حضرت شیخ اکبر ابن عربیؒ اپنی تفسیر قرآن میں متعدد جگہ تصریح فرماتے ہیں کہ ”قیامت کے وقت
کا علم اللہ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔“

مسلمانو! کیا قرآن عظیم و احادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم و صحابہ کبار و اہلبیت اطہارؑ و مفسرین
اعلام و محدثین عظام و صوفیائے کرام کے ان صاف صاف فیصلوں کے بعد بھی کسی پینر کا انتظار باقی رہتا ہے؟
قبائلی حدیث بعدہ یؤمنون۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين و افضل الصلوات
واكمل التحيات على خير خلقه و نور عرشه محمد خاتم
النبيين قائد الفر المحجلين و على آله الطاهرين
الطيبين و اصحابه الراشدين المهديين و على سائر
عباد الله الصالحين الى يوم الدين۔

مولوی حسرت علی صاحب : سنی بھائیوں کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مناظرہ ان کی فتح پر ختم کیا اور پیارے مصطفیٰ کی امداد سے بغداد والے آقا کی کرامت سے ان کے دشمنوں کو ذلت نصیب ہوئی۔ سب حضرات نے دیکھ لیا کہ تین روز کی عرق ریزی کے بعد بھی مولوی صاحب اپنا اور اپنے پیروں کا اسلام نہیں ثابت کر سکے۔ ہاں پیارے مصطفیٰ کا علم عظیم گھٹانے کے لئے مولوی صاحب نے آیتیں بہت سی پڑھ دیں۔ لیکن اب میں بھی آیتیں پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ۝

ہم نے قرآن شریف میں کوئی چیز نہیں چھوڑی
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۝

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) : حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی یہ آخری تقریر تقریباً چودہ منٹ جاری رہی تھی۔ اس تقریر کے وقت مجمع کا سماں قابل دید تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ دلائل و براہین کا تیز و تند سیلاب ہے جو ائمہ ربانیت اور علوم و معارف کا ایک ناپیدا کنارہ سمند ہے جو موجیں لے رہا ہے ساہا مجمع حیرت بہا حضرت مولانا کو دیکھ رہا تھا خود مولوی حسرت علی اس قدر متاثر تھے کہ اس کے بعد پانچ منٹ سے زیادہ نہ بول سکے۔ اور جیسے کچھ بولے ناظرین خود فیصلہ کر سکتے ہیں ان کی آخری تقریر بعینہ حاضر ہے۔ مگر اے بے حیائی اور دروغ بیانی تجھ پر اور تیرے دامن میں پناہ لینے والوں پر خدا کی ہزار لعنت۔ تو ہی بے ایمانوں کا سہارا ہے۔ سنبھل کی عام پبلک کو اور کچھ یاد ہو یا نہ ہو مگر مناظرہ کی آخری مجلس کا یہ عجیب سماں جس نے رضا خانیت کی کمر توڑ دی تھی ضرور ہی یاد ہو گا۔ مگر باوجود اس کے رضا خانی رونداد نویس صاحب نے اس موقع پر جس قدر شرمنگ خیانت سے کام لیا ہے وہ صرف ایسے ہی حیا داروں کا حصہ ہے مختصر یہ ہے کہ حضرت مولانا کی اس طویل عریض تقریر کو سب کر کے صرف نو سوٹ میں لکھا گیا ہے۔ اور مولوی حسرت علی کی اس آخری تقریر کو (جو نہ معلوم بے چارے نے کس پریشانی کی حالت میں صرف پانچ منٹ کی تھی) تقریباً چودہ صفحات پر لکھا گیا ہے۔ افسوس! جھوٹ بولنے کے لئے بھی سلیقہ چاہئے۔ کیا سنبھل کی پبلک اس حماقت کی داد دے گی۔ ۱۲

” اور ہر چیز کو ہم نے بیان کر دیا امام مبین قرآن شریف میں “

اور فرماتا ہے۔ ” وکل شیء فصلناہ تفصیلاً “

” اور ہم نے ہر چیز کی پوری پوری تفصیل کر دی ہے “

ترندی شریف میں حضرت معاذ بن جبل رضی سے ایک حدیث مروی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا ” فیما یختصم المسلماء الماعلی “

میں نے عرض کیا ” لا ادری “ پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان

میں رکھا۔ ” فتجلی لی کل شیء وعرفت “ اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل حضورؐ کے علم غیب

کی ہو سکتی ہے ؟

ارے مولوی صاحب ! آپ رسول پاک کے علم غیب میں کلام کرتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ آدمی بغیر

علم غیب کے مومن نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف میں ہے ” یؤمنون بالغیب “ جو لوگ غیب پر ایمان لاتے

ہیں۔ بتلائیے جب تک غیب کا علم نہ ہوگا اس پر ایمان کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد میں اپنے سوالات سنانا

چاہتا ہوں۔ سنی بھائی یاد کر لیں (اس کے بعد سوالات کی فہرست سنادی) اور جلسہ برخاست ہو گیا۔

اس وقت ۱۴ بجے تھے۔ چونکہ عصر کا وقت مستحب قریب الختم تھا اس لئے فوراً اہلسنت کے مؤذن

ملہ ملحوظ رہے کہ یہ زمانہ وسط نومبر کا تھا اور اس وقت آفتاب ۵ بجے کے قریب غروب ہو جاتا ہے پھر اتنی بڑی جماعت

کے وضو کرنے کے لئے بھی کچھ وقت درکار ہے اہل سنت جس وقت نماز سے فارغ ہوئے ہیں تقریباً پانچ بجے کا وقت تھا مگر

نہ معلوم رضاخانیوں کے لئے یہ مختصر وقت کس قدر مستند ہو گیا تھا کہ بقول رضا خانی روضہ داروں صاحب کے۔ اسی وقت میں

رضا خانیوں کا عظیم الشان جلوس شہر کا گشت کرتا ہوا قیام گاہ پر بھی پہنچ گیا اور اتنے بڑے انبواہ نے باری باری وضو کر کے

نماز بھی باجماعت پڑھی۔ اور بعد نماز فتح کا جلسہ بھی منعقد ہوا۔ جس میں چند شخصوں کی تقریریں بھی ہوئیں اور یہ تمام کارروائی

مغرب سے پہلے ہی ختم بھی ہو گئی۔ ” جل جلالہ “

بھلا ان حماقت مآب روضہ داروں سے کوئی پوچھے کہ اس وقت کا ہر منٹ ہزار سکند کا تھا یا ہر سکند کتنے منٹ کا ؟

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

نے اذان پڑھی اور ایک جم غفیر نے حضرت رئیس المناظرین کی اقتدار میں جلسہ گاہ ہی میں **فرضیہ عصر** باجماعت ادا کیا۔ اور رضا خانیوں نے اپنی شرمناک شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ بیعت افزار کارروائی کی کہ ایک صاحب نے مولوی حشمت علی صاحب کو اپنے کاندھے پر رکھا اور دوسرے صاحب نے صاحب مولوی رحمہ الہی صاحب کو۔ اور اس طرح شہر کے ایک حصے کی پھیری دیتے ہوئے اپنی قیام گاہ پہنچے اور **فرضیہ عصر** کو حال وجہ بالکل یا اس کے وقت مستحب پر ترک کر کے دربار رسالت سے **فقد کفر** یا منافقی کا خطاب بلکہ خطاب پایا اور جہی کی حیالے اور زیادہ ترقی کی انہوں نے شرم مٹانے کے لئے شیرینی وغیرہ بھی بھیری اور بارگاہ النبیؐ دربار رسالت پناہی سے اس کے صلہ میں ”کانوا اخوان الشیاطین“ کا لقب پا کر، طوق لعنت اپنی گردن میں ڈالا۔ **فلعنہ اللہ علیہم وعلیٰ اخوانہم** یہ منظر بھی قابل دید تھا اور اس نے ہنود سنبھل کے ایک خاص میلے (ہولی) کی یاد تازہ کر دی تھی۔ خیریت سے تماشاہیوں کی تعداد بھی خاصی تھی۔ سنا گیا ہے کہ بعض مسخرے یہ بھی کہتے جا رہے تھے۔

”راون بھیا کی جیت ہے“ راون بھیا کی جیت ہے“

اسی دین و دیانت سوز کارروائی پر ناز کرتے ہوئے ”سواد اعظم“ میرا آباد کا صداقت شعار مضمون نگار لکھتا ہے کہ ”رضا خانیوں نے اپنے مناظر مولوی حشمت علی صاحب کا زبردست جلوس نکالا اور شیرینی بھیری اور یہ کیا اور وہ کیا۔ اور اہلسنت بہرمت خوردہ جماعت کی طرح جلسہ گاہ ہی میں منہ چھپائے پڑے رہے اور دیر کے بعد نہایت خاموشی کے ساتھ اپنی اپنی قیام گاہ پر چلے گئے“

ہم اس کے جواب میں اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو ہمیشہ اسی کی توفیق عطا فرمائے جو ہم نے بعد اختتام مناظر جلسہ گاہ پر ٹھہر کر کیا۔ یعنی **فرضیہ عصر** کے بعد اس عظیم الشان فتح پر بدرگاہ خیر الفائن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سنبھل کے رضا خانیو! کیا اپنے روماد نویس کی صحت سواسی کی کچھ داد دو گے۔ دیکھو بگڑنا مت ہم ایک بڑے کی بات کہتے ہیں۔ کہتے گھاس کھا لیا کرتے تو ہر شخص ہی نہ پا لیتا، ”کو کیسی کہی۔ اب ہمارے ناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ بقول روماد نویس اگر رضا خانیوں کے انہو نے جلوس کے گشت کے بعد باری باری وضو کر کے عصر کی نماز پڑھی تو وہ وقت مستحب میں پڑھی یا غیر مستحب میں۔ دیکھو بگڑنا مت ہم اس طرح غالب آتا ہے۔ ”اخی لعلوا ولا یعلیٰ“

شکریہ ادا کر کے ولئن شکر تے لازید نکر کی نعمتوں سے مالا مال ہوئے، اور تم کو اسی کی توفیق دے جو تم نے اس گشت میں کیا۔ (یعنی نماز عصر کو بالکل یا اس کے بعض حصے میں ترک کر کے مستحق لعنت ہوئے اور شیرینی وغیرہ پامال کر کے انخوان الشیاطین کا لقب پایا اور خان بریلوی علیہ السلام کے فتوے سے اس اضعاف مال اور اسراف بے جا کے جرم میں فاسق بنے۔ دیکھو رسالہ تعزیر داری)۔

اگر اب بھی اپنی اس نام نہاد فتح پر دل سے راضی ہو تو کہو ہماری اس دعا پر آمین! رضا خانوں کے شیوخ ووافض کا اصول یہ ہے کہ جب ان کا مناظر بار جاتا ہے تو وہ اس کی پہلے سے بھی زیادہ عزت کرتے ہیں۔ لیکن اس کی دل دہی کے لئے اس کی شکست کو فتح نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہارنے میں مضائقہ نہیں وہ تو حقانیت کی دلیل ہے جیسا کہ امام جعفر صادق ؑ کے ایک اس قول سے معلوم ہوتا ہے جو شیعوں کی بعض کتابوں میں منقول ہے کاش کہ ووافض کے پیچھے بھی اسی قدر پس کرتے۔ لیکن ان دشمنان صدق و صداقت نے تو یہ کیا کہ اپنے مناظر کی اشک ثلثی کے لئے اس شرمناک شکست کو عظیم الشان فتح کا لقب دیا۔ ہم اس روئے داد کو ہمیں ختم کرتے ہیں اور بغرض تبرک و تکمل فائدہ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه کی مشہور کتاب فتوح الغیب شریف سے حضرت کا ایک باطل سوز فرمان نقل کر کے اسی کو اپنی اس روئے داد کا خاتمہ قرار دیتے ہیں اور اس کو اپنے حسن خاتمہ کی نیک فال سمجھتے ہیں۔

آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے فرزندان روحانی کو نصیحت فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

يَا بَنِيَّ اجْعَلِ الْكِتَابَ وَالسَّيِّئَةَ اِمَامَكَ وَلَا تَنْظُرْ اِلَى الْقَالَ
وَالْقِيلِ فَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ
وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا اَلَا يَتَذَكَّرُ

یعنی اے بیٹا! قرآن و حدیث کو اپنا پیشوا اور رہنما بناؤ اور قیل و قال کی طرف ہرگز مت نظر کرو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ ایک گمراہ اور بھٹکی ہوئی قوم کے حق میں فرماتا ہے۔

”وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ“

جو لوگ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محض زبانی نہیں بلکہ قلبی تسلیم رکھتے ہیں وہ حضرت کے اس

فرمان سے فیصلہ کر لیں کہ کون جماعت صراطِ مستقیم پر ہے اور کون ٹھکی ہوئی اور گمراہ ہے۔
 و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

تکملہ

ہم دیباچہ میں بتلا چکے ہیں کہ سنبھل کے مناظرہ سے چھ سات مہینے بعد جب کہ صاعقہ آسمانی کی اشاعت کو بھی کئی مہینے گزر چکے تھے۔ رضا خانیوں نے بھی اس مناظرہ کی ایک نام نہاد رونما و تصنیف کر کے شائع کی تھی اس رونما میں جس قدر بے ایمانی اور دروغ بیانی سے کام لیا گیا ہے اس کا اندازہ صرف وہی حضرات کر سکتے جو اس مناظرہ میں خود شریک تھے دوسرے لوگوں کے لئے اس کا فیصلہ سخت مشکل تھا۔ مگر صد ہزار شکر اس رب العزت کا جس نے خود رونما کے مصنف کے قلم سے اس کا فیصلہ کر دیا اور ہمیں اس کے لئے کسی بڑی کاوش کی ضرورت نہیں پڑی۔ و کفی الله المؤمنين القتال۔

وہ خود کہہ رہے ہیں یہ میری خطا ہے۔

اقراری ڈگری

جس وقت یہ رونما پریس میں چھپ رہی تھی اس دوران میں اس کے مصنف مولوی اجمل علی سنبھلی نے اسی رونما کے متعلق مولوی حشمت علی صاحب کو ایک کھلا کارڈ لکھا تھا جو صرف قدرت کی سازگاری سے ہمارے بھی ہاتھ لگ گیا ہم یہاں اس کو بعینہ نقل کرتے ہیں۔

کیا لطف کہ غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

لے یہ خط ہمارے ہاتھ کس طرح آیا اس کی تفصیل در بارقہ آسمانی میں لکھی جا چکی ہے۔ ۱۰

ناظرین سے درخواست ہے کہ وہ اس خط کے ساتھ ہمارے حاشیہ پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں لطفست خانی نہ ہوگا۔ بریکٹ میں جو توضیحی الفاظ ہوں وہ ہمارے سمجھے جائیں۔

مولوی اجمل علی کا گرفتار شدہ خط

مکرمی جناب مولانا حسنت علی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کے دو گرامی نامے آئے ایک اس وقت آیا تھا جب میں مراد آباد تھا۔ کئی روز قیام رہا اس وجہ سے تاخیر ہوئی کہ اتنے میں دوسرا خط سر پر سوار ہو گیا۔ رونداد کی طباعت شروع ہو گئی ہے کئی کاپیاں چھپ چکی ہیں نہایت جلد ہفتہ عشرہ میں مطبوع ہو جائے گی اس میں (یعنی اس رونداد میں جو مولوی حسنت علی صاحب نے لکھا کہ سنبھل بھیجی تھی) اٹا تغیر اور کر دیا گیا ہے کہ جہاں سے سوال وجواب نہیں ہے ان کو انہیں کی (یعنی اہلسنت کی) رونداد سے نکال کر نہایت زبردست پہلو اپنا کر کے دکھایا گیا ہے۔ اور اس میں ان تمام خرافات کا جواب بالا بالا ہر ایک سے تقریر میں دے دیا گیا ہے۔ اور ہر مسئلہ کی کافی بحث کر دی گئی ہے۔ اور آخر میں ایک تتمہ تنقید ہی اس کے ساتھ ضم کر

لے مولوی اجمل علی کے بعض خاص آدمیوں سے ہم کو معلوم ہوا تھا کہ اصل رونداد مولوی حسنت علی نے مرتب کر کے بھیجی تھی لیکن وہ کافی سمجھی گئی اور بہت سے رسالوں سے اس میں عبارتیں وغیرہ بڑھائی گئیں۔ الحمد للہ کہ اس خط نے اس خبر کی پوری پوری تصدیق کر دی۔ ۱۲۔

لے اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ رضا خانیوں کے پاس اس مناظرہ کی کوئی کمال یاداشت بھی نہیں تھی۔ اہلسنت کی رونداد کو سامنے رکھ کر بعد میں یہ سوال جواب گھڑے گئے ہیں۔ فَلَہُ الْحَمْد۔ ۱۳۔

لے اس خط کشیدہ فقرہ نے فیصلہ کر دیا کہ مناظرہ میں رضا خانیوں کا پہلو کیسا رہا تھا اور رونداد میں کیسا دکھایا گیا ہے۔ دیکھو جو یوں پکڑے جاتے ہیں۔ کیا ہمارے رضا خانی دوست اس سے کچھ عبرت حاصل کریں گے؟

لے بے آپ نے اپنی کرنی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور مولوی حسنت علی پر بالخصوص۔ اور ساری رضا خانی جماعت پر بالعموم بڑا احسان کیا ہے کہ اس سٹ مناک شکست کو فتح بنا دیا۔ مگر کیا کتنے قسمت بُری تھی کہ یہ پراسرار خط دشمنوں کے ہاتھ آگیا۔ جس نے سارا بول کھل دیا۔ اللھم لک الحمد والمنة۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

کر دیا جائے گا۔ آپ کی ہر ایک تقریر میں ان کے (یعنی حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ العالی کے) مواخذات کا بطریقہ دفع و دخل مستدر کے خوب جوابات دے دیئے گئے ہیں۔ آپ دیکھیں گے تو عجیب شان کی ہو گئی ہے۔ اب گزارش یہ ہے کہ دو سو جلدیں جناب فریدیں اور تیس روپیہ آپ روانہ فرمادیں اور ان کو تمام احباب میں تقسیم فرمادیں۔ اتنی گزارش کی بھی فقط اس وجہ سے ضرورت لاسی ہوئی کہ میں نے قرض کے واسطے کو طبع کرایا ہے۔

”محمد اجمل دست دہی“

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) ہم رضا خانی صاحبان اس فقرہ کی روشنی میں فیصلہ کریں کہ رضا خانی رونداد میں جو کافی یا ناکافی بحث ہے وہ مناظرہ کی ہے یا بعد کی تصنیف ؟ خدا جب عقل لیتا ہے حماقت آہی جاتی ہے۔ ۱۲

(حاشیہ صفحہ ۱۸) اے اچھی حضرت یہ فرمائیے کہ جوابات دینے کی کوشش کی گئی ہے جوابات کی تو ہوا بھی نہیں۔ جب حضرت مولانا کی ان بے پناہ گرفتوں کا جواب مناظرہ میں مولوی حشمت علی صاحب ہی نہ دے سکے تو آپ بے چارے کیا جواب دیں گے۔

بُت کریں آرزو خدا کی شان تیری کبیرائی کی

ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ فریقین کی روندادیں سامنے رکھ فیصلہ کریں کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے جو گرفتیں رضا خانی دلیلوں پر کی تھیں (جو صاعقہ آسمانی میں نہ گرنے ہیں) کیا ان کا جواب چھ بیسے کی متفقہ کوششوں اور مشیوں کے مشوروں کے بعد بھی رضا خانی رونداد میں ہو چکا ؟ ہرگز نہیں ! مالک عرش کی قسم اگر ساری رضا خانی دنیا زور لگائے تو مدت العمر بلکہ قیامت تک ان کا جواب نہیں دے سکتی۔ ولو کان بعضهم لبعض ظمیرا۔ کیا ہے کوئی رضا خانی کا فرزند جو اب بھی ان گرفتوں کا جواب دینے کے لئے تیار ہو ؟ ہم ہر وقت سننے کے لئے تیار ہیں ۱۳

اے کیا مولوی حشمت علی فاضل نوجوان اجمل علی کے اس فقرہ کی داد دیں گے ؟

اے اچھی میاں صاحب اتنا ہیج ! یہ تو فرمائیے کہ غریبوں کا وہ چندہ کیا ہوا جو رونداد ہی کے بدلے سے ایک خاصی مقدار میں کیا گیا تھا !

لے اس کے بعد اسی خط میں چند سطر ادب بھی ہیں لیکن چونکہ وہ ہماری غرض سے غیر متعلق ہیں اسلئے ان کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ۱۴

یہ گرفتار شدہ خط "ہارتھ آسمانی" میں بھی شائع کیا گیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ مولوی اجمل علی صاحب کو نہایت زبردست چیلنج دیا گیا تھا کہ اگر ان کو اس خط سے انکار ہو تو وہ حلفیہ میں شائع کریں مگر "خود کردہ راعلا" غیث "زبان پر ایسی مہر لگی کہ آج تک ایک لفظ بھی نہ نکال سکے۔ اور اپنی چہار سالہ خاموشی سے اس خط پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور آج ۱۳۵۷ھ میں یہ خط گویا مولوی اجمل علی کی تصدیق اور توثیق کے بعد شائع کیا جا رہا ہے اب سنبھل کے مناظرہ کی فتح و شکست اور رضا خانی روئداد کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں رضا خانیوں کے روئداد نویس مولوی اجمل علی کا یہ خط کافی ہے۔

ہوا ہے مٹی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامان ماہ کنعاں کا

یک نہ شد دوشد جس کو یار پکارا بھی دیکھا کیسے؟

ہمارے ناظرین مولوی اجمل علی صاحب کی اس حماقت سے متحیر نہ ہوں۔ خدا کے فضل سے ہم جیسے قدر دانوں کے لئے آپ کی زندگی میں ایسے بہت سے دل چسپ لطائف موجود ہیں جو اباب ظرافت کے لئے تفریح طبع کا بہترین سامان ہیں چنانچہ آپ کی بروکھلا ہٹ کا اس سے زیادہ چمکتا ہوا ایک دوسرا نمونہ ملاحظہ ہو۔

سنبھل کے مناظرہ سے دو چار روز بعد آپ نے اپنی فرضی فتح کا ایک اشتہار اپنے چند شاگردوں کے نام سے شائع کیا تھا جس میں مولوی حشمت علی صاحب کے کل سوالات کی تعداد پچاس لکھی تھی۔ اور چھ مہینے بعد یہ روئداد تصنیف کر کے شائع کی تو اس میں ان سوالات کی تعداد اس سے تین گنی یعنی ڈیڑھ سو لکھی۔ جل جلالہ۔

پہلی خط والی غلطی کی تو میاں جی یہ تاویل بھی کر سکتے ہیں کہ وہ ایک پرائیوٹ خط تھا جس کے متعلق مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے گا اور تمام راز فاش ہو کر ہماری ساری خفیہ کارروائیوں کا مجاہدایوں

چو رہے میں بھوٹے گا۔ مگر اس دوسری حماقت کی تو بظاہر کوئی تاویل بھی ممکن نہیں۔ رضا خانی دوستو! کچھ زیادہ افسوس نہ کرو یہ اختلاف بیانی دروغ گوئی کے لوازم میں سے کیا نہیں سنا۔
دروغ گو را حافظہ نہ باشد

رضا خانی رونداد کے مضامین پر ایک نظر

ان دو شہادتوں کے بعد اگرچہ رضا خانی رونداد کے متعلق کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔ مگر ہم اپنے ناظرین کی خاطر ان مضامین پر بھی ایک تنقیدی نظر ڈال دینا چاہتے ہیں جن کا اضافہ اس میں بعد میں کیا گیا ہے۔ یہ اضافہ دو قسم کا ہے ایک یہ کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے جو اذکار قاہرہ المہنت کی طرف سے پیش کئے تھے اور جن کا جواب مناظرہ میں برائے نام بھی مولوی حشمت علی صاحب نہ دے سکے تھے۔ اس مصنوعی رونداد میں ان کے جواب دینے کی انتہائی کوشش کی گئی ہے اور ان آیات و احادیث کی جو تاویلیں اگلے مضامین میں اپنے رسالوں میں کی تھیں ان سب کو نقل کر کے ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے ہیں۔ مگر الحمد للہ نتیجہ وہی ہے جو آفتاب پر خاک اڑانے کا ہونا چاہئے۔ کیوں کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اپنی ہر دلیل کے ساتھ استدلال کی تقریر میں مفسرین امت اور شہین حدیث کے کلام سے ان تمام تاویلات کا دروازہ پہلے ہی بند کر دیا تھا۔ اس کے بعد بھی انہی فرسودہ تاویلات کا لکھنا محض اپنی جہالت اور نادانی کا ثبوت دینا ہے۔ البتہ اس بے ایمانی کا کوئی علاج نہیں کہ رضا خانی رونداد نویس صاحب نے مولانا کی تقریروں کو اس قدر مسخ کیا ہے کہ استدلالی تقریریں ایک جگہ بھی پوری نقل نہیں کی۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اس بہادر نے یہ بھی کیا ہے کہ حضرت مولانا کی جس دلیل کا کوئی جھوٹا سچا جواب اگلے مضامینوں کے رسالوں میں نہ مل سکا تو سرے سے آپ اس کو ہضم ہی کر گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا کی پیش کردہ آیت نمبر ۱۳-۱۴-۱۵ کے ذکر سے رضا خانی رونداد بکھر خالی ہے۔ علیٰ ہذا مناظرہ کے آخری اجلاس میں حضرت مولانا نے جو احادیث کریمہ پیش فرمائی تھیں اور صحابہ کرام و تابعین عظام و مشاہیر اولیاء اللہ کے جو اقوال پیش کئے تھے جنہوں نے رضا خانی عقیدہ کی دھجیاں بکھیر دی تھیں ان سب کو تو ایسا ہضم

کیا ہے کہ شاید ڈکار بھی نہ لی۔ الغرض رضا خانیوں کے اس مصنوعی رونداد میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تقریریں اپنے حسبِ نشانہ گھر کے ان کے جواب میں ورق کے ورق سیاہ کر گئے ہیں۔ پس اگر اسی کا نام جواب ہے تو بے شک ہم کو اعتراف ہے کہ رضا خانی رونداد نویس صاحب نے جواب دے دیا مگر حقیقت یہ دلائل کا جواب نہیں بلکہ جواب کو جواب ہے۔

رضا خانی دوستو! جائے ماتم ہے کہ چھ ہینے کی دماغ سوزی اور عرق ریزی کے بعد تمہاری برادری کے بڑے بڑے پیچوں اور کمیٹیوں کے مشورہ سے جو رونداد تصنیف کی گئی تھی وہ بھی حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے دلائل کا جواب نہ دے سکی۔ تو کیا ہم اب یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ

رضا خانیت کا دیوالہ نکل گئی

اگر کسی کو ہماری رائے سے اختلاف ہے تو دنیا نے رضا خانیت کو ہمارا چیلنج ہے » اجمعوا مشرکاء کم« اگر دم ہو تو میدان میں آئیں اور حضرت مولانا کے ان دلائل کا اب (جب کہ چار سال سے زیادہ گزر چکے ہیں) جواب دیں۔ کیا ہے کوئی جوان، بوڑھا، ادھیڑ بچہ۔ کہ اپنی برادری کی لاج رکھنے کے لئے میدان میں آئے؟ حاضر شو! حاضر شو!! حاضر شو!!! - خبر شرط است! خبر شرط است!! خبر شرط است!!!

دوسرا ہم اضافہ رضا خانیوں کی اس مصنوعی رونداد میں یہ کیا گیا ہے کہ مسئلہ علم غیب کے متعلق جو کچھ ثبوت مناظرہ میں رضا خانیوں کی طرف سے مولوی حشمت علی صاحب نے پیش کیا تھا، جس کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے دندان شکن جوابات اور لا جواب گرفتوں نے بے کار کر دیا تھا، رونداد نویس اور ان کے مشیروں نے اس ثبوت کو ناکافی سمجھ کر کچھ مزید ثبوت کا اضافہ کیا ہے۔ ہم اس نئے ثبوت کا جواب دینے سے پہلے مناسب سمجھتے ہیں کہ مولوی حشمت علی صاحب کی وہ آخری تقریر جس میں یہ اضافہ کیا گیا ہے رضا خانی رونداد سے بھنبہ نقل کر دیں تاکہ جوابات کے سمجھنے میں آسانی ہو اور یک طرفہ بات بھی نہ رہے اور ناظرین کو فریقین کی تحریروں سے صحیح نتیجہ نکلانے کا بہترین موقع ملے۔ رضا خانی رونداد کے صفحہ ۷۶ پر ہے۔

”اب نويس آيت سنا ہوں“ و نزلنا عليك الكتاب تبیاناً لكل شیء“

یعنی اے محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ہر شے کا روشن بیان ہے“

دوسری آیت ملاحظہ ہو ”ما فرطنا فی الكتاب من شیء“ یعنی ہم نے اس کتاب

میں کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی۔ یعنی اس میں ہر چیز کا بیان ہے“

گیا رہیں آیت ”وکل شیء احصیناہ فی امام مبین“ ہر چیز کو ہم نے قرآن

پاک میں بیان کر دیا ہے“

بارہویں آیت ”وکل شیء فصلناہ تفصیلاً“ اور ہم نے ہر چیز کی پوری پوری

تفصیل کر دی“

تیرہویں آیت ”ولا حبة فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا

فی کتاب مبین“ یعنی کوئی ایسا دانہ نہیں جو زمین کی تاریکیوں میں ہو۔ اور نہ تر و خشک مگر کتاب مبین،

میں ہے“

ان پانچوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن پاک ہر شے کا بیان ہے اور حضور م اس کے عالم تھے لہذا حضور

کو ہر شے کا تفصیلی علم ہو گیا اور تمام ماکان و مایکون پر اطلاع حاصل ہو گئی“

چودھویں آیت ”ذالک من انباء الغیب فوحیہا الیک“ یعنی یہ غیب کی خبریں

میں جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہیں“

پندرہویں آیت ”فاوحی الی عبدہ ما اوحی“ پس وحی کی اپنے حبیب کی طرف

جو کچھ کہ وحی کی“

اب دو حدیثیں بھی تیر کا اور پیش کرتا ہوں۔ طبرانی میں حضرت ابوالدرداء رضی سے مروی ہے ”لقد

ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یحرفک طائر جناحہ الا ذکر لنا من علمہ“

” یعنی نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ہم سے اس حال میں مخالفت کی کہ کوئی پر خدا ایسا نہیں کہ اپنے بازو کو
بلائے مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کا بھی حال بیان فرمایا “

۲۔ تفسیر روح البیان میں ایک حدیث بیان کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم لیلة المعراج قطرت فی حلقی قطرة

فعلمت ما کان وما سیکون “

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں میرے حلق میں ایک قطرہ پڑ گیا

گیا اس کے فیضان سے مجھے ماکان و مایکون کا علم حاصل ہو گیا “ (صفحہ ۶۶)

اس کے علاوہ صفحہ ۶۶ پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت کا اضافہ کیا ہے۔

الفاظ یہ ہیں ” قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء

الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم “

سے رضا خانی روئاد میں یہ لفظ اسی طرح لکھا ہوا ہے اور غلط نامہ میں اس کی تصحیح اس طرح کی گئی ہے ” پرندہ “
معلوم ہوا کہ فون کے بجائے ف لکھ دینا یہ تو بے جا ہے کاتب کی غلطی تھی لیکن ۵ کے بجائے ” پرندہ “ کو الف سے لکھنا یہ جناب
فضیلت ناب مولوی اجمل میاں کا کمال ہے اور کیوں نہ ہو آخر ” تفسیر “ کی بجائے ” تفسیر “ لکھنا یہ بھی تو آپ ہی کی خصوصیت ہے ہماری
پاس میاں صاحب کی وہ تحریر بحمد اللہ محفوظ ہے جس میں آپ نے ” تفسیر “ کی بجائے ” تفسیر “ لکھا ہے۔ اور ” یعسوب “ کو الف سے
یا یعسوب “ لکھنا یہ تو حال ہی کی کرامت ہے۔ جس کا جی چاہے خود میاں صاحب کا نکاح خوانی کا رجسٹر دیکھ سکتا ہے اس میں یہ دونوں
نمونے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی رضا خانی روئاد میں ایسی غلطیاں ہیں جن کے متعلق وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ صرف مولوی اجمل میاں
صاحب ہی کی کرامت ہے۔ انشاء اللہ کسی آئندہ ضمیر میں ان کی بھی فرست شائع کر دی جائے گی۔

”یعنی حضور ہم میں ایک بار کھڑے ہوئے توحیب سے مخلوقات کی پیدائش کی ابتداء ہوئی اس وقت سے جب تک جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں اس وقت تک تمام چیزوں کا بیان فرمادیا“

نیز اسی صفحہ پر ایک عبارت شرح زرقانی سے نقل کی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم جاز موت باطلاعہ علی الغیب: صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگا لیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے“

ان کے علاوہ اپنے دعوے کی تائید میں جن اقوال کو پیش کیا ہے ہم ان کے جواب دینے کی چندال ضرورت نہیں سمجھتے۔ چونکہ بیشتر تو ان میں وہ ہیں جن کا جواب صاعقہ آسمانی ہی کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور کچھ کا جواب ہماری اس مختصر تحریر سے معلوم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز الکریم۔ علاوہ ازیں یہ کہ وہ حجت شرعیہ بھی نہیں اب ہم نبرہ و اجواب دیتے ہیں بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے۔

اس تقریر میں جو پہلی آیت کریمہ ہے اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے ”اور نازل کیا ہم نے تم پر کتاب کو کہ (وہ) پورا بیان ہے ہر شے کا“ اس استدلال پر پہلے تو رونداد نولیس صاحب سے چند مناظرانہ سوالات کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اگر آپ نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ قرآن عزیز میں ہر چیز کا بیان ہے خواہ وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ دین کی ہو یا دنیا کی، شان نبوت کے مناسب ہو یا غیر مناسب، تو آپ خود اس کے قائل نہیں۔ آپ محض ان چیزوں کا علم محیط مانتے ہیں جو ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر یوم آخرت تک عالم وجود میں آئیں۔ نہ اس سے قبل کی اشیاء کا نہ اس سے بعد کی اشیاء کا۔ چنانچہ آپ نے اپنی اس رونداد کے صفحہ ۱۲ سطر ۱۱ میں صاف لکھا ہے کہ ”اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات و صفات کا پورا علم نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے نہ آئندہ ہوگا اور نہ ہو سکتا ہے“ (مخصوصاً) حالانکہ ذات و صفات الہیہ بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریح کے مطابق اشیاء میں داخل ہیں۔ ”انباء المصطفیٰ“ صفحہ ۲ پر فاضل ربیلوی لکھتے ہیں۔

”اور اہلسنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ

کی ذات و صفات بھی موجودات میں سے ہیں بلکہ ساری مخلوق کا وجود ظلی اور ذات و صفات الہیہ کا وجود اصلی ہے ۱۱

نیز ”خالص الاعتقاد“ میں آپ کے انہیں اعلیٰ حضرت نے علم قیامت کے متعلق تردد ظاہر کیا ہے کہ آیا وہ داخل اور خارج۔ لہذا اگر اس آیت کریمہ کے یہ عام معنی لئے جائیں گے تو یہ آپ کے مذہب کے بھی مخالف ہے اور جو الزام آپ ہم پر رکھنا چاہتے تھے وہی بعینہ آپ پر بھی وارد ہوگا۔ ع

ہم الزام ان یہ رکھتے تھے قصور اپن نکل آیا

۲: جس طرح اس آیت کریمہ میں قرآن عزیز کو تبیاناً لکل شیء فرمایا گیا ہے اسی طرح توریت کے متعلق بھی سورۃ النعام میں ارشاد ہے ولقد اتینا موسیٰ الكتاب تماماً علی الذی احسن وتفصیلاً لکل شیء۔

دوسری جگہ ارشاد ہے وکتبناہ فی اللواح من کل شیء موعظۃ وتفصیلاً

لکل شیء پس آپ کے اصول پر لازم آئے گا کہ توریت میں بھی ہر چیز کا بیان ہو اور علوم قرآن و علوم توریت برابر ہوں اور قرآن پاک میں کوئی بات توریت سے زیادہ نہ ہو اور یہ یقیناً کفر ہے۔

۳: پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف بس حضرت موسیٰ وعلی علی بنینا وعلیہا

الصلوة والسلام کے برابر ہو ان سے زیادہ نہ ہو۔ کیوں کہ حضور اقدس ص کی طرح بواسطہ توریت ہر ہر چیز کا پورا پورا علم ان کو بھی ہوگا۔ اور یہ بھی صریح کفر ہے۔

سردست صرف یہی تین مناظرانہ وار کئے جاتے ہیں ان کا جواب آجانے پر اس آیت کے متعلق کچھ اور بھی

عرض کیا جائے گا۔ کیوں کہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک مسئلہ علم غیب کی نہایت زبردست دلیل ہے اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا صحیح مطلب مفسرین امت کے کلام سے پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر مدارک التنزیل

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو اس لئے کہ توریت خود ان پر نازل ہوئی۔ اور حضرت علی علیہ السلام کا عالم توریت ہونا قرآن عزیز

میں مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ویعلمہ الكتاب والحکمة والتوراة والانجیل الایہ ۱۲

میں ہے۔

۱ : تبیاناً لكل شیء من أمور الدین یعنی قرآن عزیز میں کسی ساری باتوں کا بیان ہے۔

۲ : تفسیر جلالین شریف میں ہے یحتاج الیہ من امر الشریعہ (ص ۲۳۲)۔

یعنی قرآن شریف میں ان سب باتوں کا بیان ہے جن کی ضرورت لوگوں کو شریعت کی باتوں میں پڑتی ہے۔

۳ : تفسیر جامع البیان میں بھی اس کے قریب قریب الفاظ ہیں۔ ملاحظہ ہو ص ۲۲۲۔

۴ : تفسیر تبصیر الرحمن میں ہے۔ لكل شیء من المعارف والاحکام و اخبار

الماضیین۔ یعنی قرآن شریف میں ہر چیز کا بیان ہے معرفت کی باتوں میں سے اور احکام میں

سے اور اگلے لوگوں کے واقعات میں سے۔

۵ : تفسیر روح البیان میں ہے۔ لكل شیء يتعلق بامور الدین یعنی قرآن شریف سب دینی

باتوں کا بیان ہے۔

۶ : تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔ تبیاناً لكل شیء یحتاج الیہ من الامر والنہی

والحلل والحرام والحدود والاحکام : (ص ۱۰۰)۔

یعنی قرآن شریف میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی حاجت پڑتی ہے یعنی اوامر و نواہی کا حلال و حرام

کا حدود اور احکام کا۔

۷ : تفسیر خازن میں ہے۔ قال المعانی (تبیاناً لكل شیء) یعنی من أمور الدین (ص ۱۲۹)۔

یعنی قرآن پاک میں سب دینی باتوں کا بیان ہے۔

۸ : تفسیر مضیادی شریف میں ہے۔ (تبیاناً لكل شیء) من أمور الدین (ص ۳۲۲ ج ۱)۔

یعنی قرآن شریف میں سب دینی باتوں کا روشن بیان ہے۔

۹ : تفسیر ابو السعود میں ہے۔ (تبیاناً لكل شیء) يتعلق بامور الدین (ص ۳۲۲ ج ۱)۔

یعنی قرآن پاک میں تمام ان چیزوں کا روشن بیان ہے جو دین سے متعلق ہیں۔

۱۰ : تفسیر کبیر میں تقریباً یہی مضمون ہے۔ لیکن چونکہ اس میں اس کو مدلل بیان کیا ہے اس وجہ سے عبارت

طویل ہو گئی ہے ہم بقصد اختصار اس کو چھوڑتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ص ۳۴۴ ج ۵۔

اب ہم بقصد اختصار صرف انہی دس تفسیروں کے حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ اہلسنت کی صد ہا تفسیر

سے اس قسم کی عباراتیں نقل کی جاسکتی ہیں۔

ان عبارات سے ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ مفسرین اہلسنت کے نزدیک اس آیت کریمہ کا مطلب صرف یہ ہے

کہ قرآن پاک میں دینی باتوں کا پورا بیان ہے۔ اور الحمد للہ کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ بے شک قرآن عزیز میں دینی باتوں

کی باتوں کا نہایت واضح اور روشن بیان ہے اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس

کے عالم ہیں، عالم ہی نہیں بلکہ معلم ہیں۔ اور جس کو جو کچھ دین الہی کا علم ہے وہ حضور ہی کا صدقہ ہے۔ صلی اللہ علیہ

وسلم دبارک و عظیم و شرف و کرم۔

ہاں یہ رضا خانیوں ہی کی ذہنیت ہے کہ ان کے نزدیک قرآن شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ غلال روز اتنی کھیا

مری گی، اتنی پیدا ہوں گی، اس قدر مچھر مری گے اور اس قدر پیدا ہوں گے۔

ناظرین! ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ کیا قرآن عزیز مکھی، مکڑی، مچھر، لپٹو اور کیڑے مکوڑوں کے

موت و حیات و دیگر حالات بیان کرنے کے لئے نازل ہوا ہے؟ کیا وہ مچھلی، مینڈک اور برساتی کیڑوں کی برسات

اور حالات زندگی بتلانے کا؟ میرے نزدیک تو کوئی با ایمان بھی اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ نعوذ

باللہ من سوء الفہم۔

اس کے بعد ہم دوسری آیت کریمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے: ”نہ چھوڑی ہم نے

کتاب میں کوئی چیز“ اس آیت کریمہ سے جو استدلال کیا جاتا ہے اول تو اس پر وہی تین مناظرانہ سوال کئے جاتے

ہیں جو اس سے پہلے استدلال پر کئے گئے، تاوقتیکہ ان کے شافی جوابات دے کر دلیل کو دعوے کے مطابق نہ کر دیا

جائے۔ اس سے استدلال کرنا بقول مولوی احمد رضا خان صاحب نہ صرف بجاالت بلکہ دیوانگی ہے۔ (سوالات کے

اعادہ کی حاجت نہیں، ناظرین خود جاری فرما سکتے ہیں)۔

اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا بھی صحیح مطلب مشاہیر مفسرین اہلسنت کی تفسیر سے نقل کرتے ہیں ملحوظ

رہے کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے لفظ ”کتاب“ سے لوح محفوظ مراد لی

اور بعض نے قرآن پاک ظاہر ہے کہ جب لوح محفوظ مراد لی جائے گی (جیسا کہ تفسیر جلالین ص ۱۱۳ - و تفسیر جامع البیان ص ۱۱۳ - و تفسیر مدارک التنزیل ص ۱۸۶ - و تفسیر تبصیر الرحمن ص ۱۱۳ - وغیرہ میں ہے) تو آیت کریمہ کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے لوح محفوظ میں کوئی چیز نہ چھوڑی۔ پس اس صورت میں اس آیت کریمہ کو مسئلہ علم غیب سے کوئی تعلق ہی نہ ہو گا۔ اور نہ ہمارے مخالفین اس معنی کے اعتبار سے اس آیت سے استدلال کر سکتے ہیں۔ ان کا استدلال صرف اس صورت میں ہے جب کہ کتاب سے قرآن پاک مراد ہو۔ لہذا ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جن مفسرین نے کتاب سے قرآن پاک مراد لیا ہے انہوں نے اس آیت کا مطلب کیا سمجھا ہے آیا وہ جو ہمارے دوست رضا خان نے سمجھا (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں ساری باتیں مذکور ہیں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی، مفید ہوں یا غیر مفید حتیٰ کہ (معاذ اللہ) کیڑے مکوڑوں کا پاخانہ اور پیشاب بھی مذکور ہے)۔

یا وہ معنی سمجھے ہیں جو باتباع مفسرین ہم سمجھتے ہیں (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں دین النبی کی تعلیم ہے ہدایت کے اصول میں معارف کا بیان ہے، حقائق کا بیان ہے) ملاحظہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔

”او الكتاب القران وقوله من شيء اى من شيء يحتاجون اليه (المدارک ص ۱۸۶)

یعنی اس آیت میں ”یا کتاب سے قرآن عزیز مراد ہے تو اس صورت میں شے سے مراد وہی چیز ہے جس کے لوگ دینی معاملات میں محتاج ہوں۔ یعنی قرآن شریف میں دینی ضروریات کو نہیں چھوڑا گیا۔

تفسیر ابوسعود میں ہے۔ اى ما تركنا فى القران شيئا من الاشياء المهمة۔ (ص ۱۶۹ - ج ۱)

یعنی ہم نے قرآن شریف میں (سب ضروری باتیں بیان کر دیں) کوئی چیز بھی ضروریات میں سے نہیں چھوڑی۔

تفسیر کبیر میں ہے۔ قوله ”ما فرطنا فى الكتاب من شيء“ يجب ان يكون

مخصوصا ببيان الاشياء التى يجب معرفتها والاحاطة بها “

”یعنی اس آیت کریمہ میں جو شے کا لفظ ہے (اس کو عام نہیں رکھا جاسکتا بلکہ) اس کا ان اشیاء کے

ساتھ خاص کر دینا واجب ہے جن کی معرفت ضروری ہو۔ اور جن کا علم لایہی ہو۔ یعنی آیت کریمہ کا صرف یہ

مطلب ہے کہ ہم نے قرآن شریف میں تمام وہ چیزیں بیان کر دیں جن کا جاننا لازمی ہے۔ ان میں سے

کوئی چیز نہ چھوڑی۔“

ہم یہاں بخوف طوالت صرف انہیں حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں اور ارباب انصاف کے لئے اسی قدر کافی سمجھتے ہیں۔

اس کے بعد ہم چوتھی آیت کریمہ وکل شیء فصلناہ تفصیلاً کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے ہر چیز کی پوری تفصیل کر دی ہے۔

اس استدلال پر بھی ہمارے وہی اہل تین سوال ہیں جو پہلی دلیل پر وارد کئے جا چکے ہیں اور جن کا جواب نہ ہوا اور نہ انشاء اللہ ہو سکے گا۔ (ناظرین ان سوالات کو خود جوابی فرمائیں۔) بلکہ اس کا یہ صحیح مطلب تو اس کو ہم چند محکمہ مستند تفاسیر سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔

۱۔ تفسیر جلالین شریف میں ہے۔ (وکل شیء) یحتاج الیہ (فصلناہ تفصیلاً) یعنی ہم نے ہر ضروری چیز کی پوری تفصیل کر دی ہے۔

۲۔ تفسیر جامع البیان میں ہے۔ (وکل شیء) مما تحتاجون الیہ (فصلناہ تفصیلاً) یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی ضرورت تم کو پڑتی ہے۔

۳۔ تفسیر مدارک شریف میں بھی یہی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مدارک ص ۳۵۸۔

۴۔ تفسیر ابوالسعود میں ہے۔ (وکل شیء) تفتقرون الیہ فی المعاش و المعاد (ص ۳۰۶ - ج ۶)۔ یعنی ہم نے ہر اس چیز کی پوری تفصیل کر دی جس کی تمہیں امرعاش و معاد میں ضرورت ہے۔

۵۔ تفسیر کبیر میں ہے۔ وکل شیء فصلناہ تفصیلاً ای کل شیء حکم الیہ حاجۃ الخ (ص ۳۰۶ - ج ۵) یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی تم کو ضرورت ہے۔

یہاں بھی بقصد اختصار صرف انہی حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔

مفسرین عظام کی ان تصریحات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس آیت کریمہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ قرآن عزیز

انسانی ضروریات کا کفیل ہے اس میں ضروری ضروری باتیں بیان کر دی گئی ہیں نہ کہ اس میں حشرات الارض
 و زمین کے کیڑے مکوڑوں کی سوانح عمری ہو جیسا کہ ہمارے رضا خانی دوستوں کا خیال ہے۔ والعیاذ باللہ
 رب العالمین۔

آیت کریمہ نمبر ۳ (وکل شئی احصیناہ فی امام مبین)۔ نمبر ۵ یعنی (ولا یظلمت الارض ولا یابس الا فی کتاب مبین) کے متعلق ہم صرف
 اس قدر عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔ مفسرین اہلسنت
 نے تو اس کی تصریح کی ہی ہے۔ لیکن یہاں تو غضب یہ ہے کہ آپ کے قبلہ و کعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی
 بھی لوح محفوظ مراد لے رہے ہیں۔ دیکھو "انبار المصطفیٰ" ص ۳، سطر ۲۱، ۲۲۔ اگرچہ تقریباً تمام تفاسیر
 میں بھی یہی مذکور ہے۔ لیکن ہم خان والا شان کے فرمان عالی شان کے بعد کسی مفسر کی عبارت نقل کرنے کے
 ضرورت نہیں سمجھتے ۵

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

آیت کریمہ نمبر ۶ و نمبر ۷ کے متعلق ہم کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں سمجھتے۔ ناظرین خود فیصلہ فرمائیں۔
 کہ ان کو کہاں تک رضا خانیوں کے دعوے سے تعلق ہے۔ پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ "اے حبیب دردندان
 محبت کے طبیب، یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم تمہاری طرف اس کو وحی کرتے ہیں"
 دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ "پس وحی کی اپنے حبیب کی طرف جو کچھ کہ وحی کی"

غور فرمایا جائے کہ دعوے تو اتنا طویل و عریض کہ بیابانوں کے ذرہ ذرہ کا، سمندروں کے قطرہ قطرہ
 کا، درختوں کے پتہ پتہ کا، دریاؤں کی مچھلی، مینڈک اور زمین کے ہر کیڑے مکوڑے کی حرکت و سکون کا، حتی کہ
 پانچاں و پیشاب وغیرہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے کیا اسی روز
 قبل عطا فرمادیا گیا۔ اور دلیل یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غیب کے
 خبروں میں سے کوئی خبر وحی فرمائی، یا یہ کہ وحی فرمائی جو کچھ کہ وحی فرمائی۔ سُبْحَانَ اللہ! واہ
 بسے استدلال۔

قرآنی آیات کی بحث سے فارغ ہو کر اب ہم ان احادیث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن کا انصاف و
رضا خانیوں کی اس جعلی روئداد میں کیا گیا ہے۔ فاقول وبالله التوفیق۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت "لقد تركنا رسول الله صلى الله عليه وسلم
على متعلق سر دست صرف اس قدر لکھتے ہیں کہ یہ دعوے سے خاص ہے اور دعوے عام میں خاص سے ثابت
نہیں ہو سکتا۔ کما بین فی کتب الاصول۔

دوسری روایت جو جناب شب معراج کی پیش کی ہے اس کا ترجمہ آپ کے اصول پر یہ ہے: "لیکن میں
جان لیا (اس شب معراج میں) جو کچھ کہہ چکا اور جو کچھ کہہ گا۔" لہذا یہاں وہی سوال وارد ہو گا کہ اس سے
کل مراد ہے یا بعض؟ اگر کل مراد ہے تو یہ آپ کے دعوے سے عام ہے (جیسا کہ رضا خانیوں کے استاد العلماء
مولوی نعیم الدین صاحب نے "الکلمۃ العلیا" میں اس کا اعتراف کیا ہے) لہذا یہ دلیل خود آپ
کے بھی مذہب کے مخالف ہے اور آپ کے دعوے سے متخلف ہوگی۔

اور اگر اس سے بعض مراد ہے یعنی وہ جو اس وقت عند اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب
تھا تو وہ ہمارے مخالف نہیں وہ بعینہ ہمارا مذہب ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر اس روایت سے یہ علم محیط ثابت ہو گا
تو شب معراج میں ہجرت سے بھی بہت پہلے ماننا پڑے گا۔ اور آپ خود اس کے قائل نہیں۔ آپ صرف وفات شریف
سے اکیالیسی روز قبل اس علم محیط کی تکمیل مانتے ہیں۔ لہذا یہ روایت آپ ہی کے بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے
آپ کے بھی مخالف ہے۔

تیسرے یہ کہ اس روایت کو تا قیامت صحیح نہیں ثابت کیا جاسکتا، صحیح ہونا تو درکنار اس کی پوری اسناد
بھی نہیں بتلائی جاسکتی۔ راویوں کی جمع و تعدیل تو بعد کی چیز ہے۔ لیکن میاں صاحب فسوس! کہ آپ کے
سامنے ان چیزوں کا ذکر کرنا ہمارے نزدیک بھینس کے آگے بین بجانے سے کم نہیں۔ کاش کہ کسی ذی علم کا
مقابلہ ہوتا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت "قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم
الحديث) جس کا اضافہ اس رضا خانی روئداد کے صفحہ ۶۶ پر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب بھی ہرگز یہ نہیں کہ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس وعظ میں رضا خانیوں کا تمام ماکان دیا۔ کیوں کہ ظاہر ہے کہ حضور نے یہ تو بیان کیا ہی نہ ہوگا کہ شراب اس طرح بنائی جاتی ہے، بتولوں کھیلا جاتا ہے، فلال وقت زید غسل خانہ میں جائے گا۔ فلال وقت پلخانہ میں۔ فلال وقت گلکے کے بانڈیوں گندم کا یہ نرخ ہوگا جو کا یہ نرخ ہوگا، ہندوستان میں ایک شہر بریلی ہوگا اس میں ایک پاگل خانہ ہوگا اور اس میں فلال فلال پاگل ہوں گے۔

الغرض میرے نزدیک کوئی عقل مند اس کو گوارا نہیں کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پر دنیا بھر کی ان خرافات کو بیان کیا ہو، بلکہ یہ کہنا ایک درجہ میں شان نبوت کی توہین کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کے لئے تشریف نہیں لائے تھے بلکہ بعثت کی غرض دین الہی کی تعلیم تھی لہذا اس حدیث کا وہی مطلب ہوگا جو ہمارے اور آپ کے دونوں کے مسلم شیخ اشیشیخ شاہ عبدالحی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں۔

”ای مما يتعلق بالدين اى کلیاتہ“

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وعظ میں بدء الخلق سے لے کر دخول جنت و دخول تک کی تمام وہ باتیں بیان فرمادیں جو دین سے متعلق تھیں اور اس کے بھی کلیات نہ ہر جزئی ”الحمد للہ کہ اس دلیل کا فیصلہ ایسے کے قلم سے ہوا جس کے سامنے رضا خانی دم نہیں مار سکتے۔ فللہ الحجة السامیہ۔

یہی شرح زرقانی کی عبارت ”اصحابہ صلعم جازمون باطلاعه علی الغیب“ اس کا جواب صرف اس قدر کافی ہے کہ یہاں غیب سے کل غیب تو نہ تمہارے نزدیک مراد ہو سکتے ہیں نہ ہمارے نزدیک۔ لہذا البعض غیب مراد ہوں گے۔ اور اس صورت میں یہ ثابت مدعا نہیں۔ پھر اس سے استدلال بقول مولوی احمد رضا خان صاحب ”نہ صرف جہالت بلکہ دیوانگی ہے“ الحمد للہ کہ روئے ادنیٰ صاحب نے جس قدر

سے یہ اس لئے عرض کیا گیا ہے کہ رضا خانیوں کا ماکان دیا کیوں بھی دنیا سے نرالا ہے آئندہ انشاء اللہ کسی تحریر میں اس کی تفصیل کی جائے گی۔

۴ اور یہی مطلب بعینہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ہے جس کا اضافہ رضا خانی روئے ادنیٰ کے صفحہ ۲، پر کیا گیا ہے۔

۲۹۲
ثبوت کا اضافہ کیا تھا وہ تمام بھی پہلے ثبوت کی طرح ”ہیاء منشوراً“ ہو گیا

وَنَحْسِرُ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ۔



دیوبند اور بریلی کے اختلاف و نزاع پر

فیصلہ کن مناظرہ

میں

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلی کے تکفیری فتوے "حسام الحرمین" کے جواب میں جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا وہ فیصلہ کن بیان جو موصوفہ نے ۱۳۵۲ھ (م ۱۹۳۳ء) میں لاہور میں ہونے والے ایک ایسے مناظرہ میں پیش کرنے کے لیے تیار کیا تھا، جس کے لیے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم پروفیسر علامہ صفیر علی رومی مرحوم اور شیخ صادق حسن امیر سہری (بیرسٹریٹ لا) محکم طے پائے تھے۔ یہ بیان پہلی دفعہ ۱۳۵۳ھ میں "معرکہ اقل" کے نام اور فیصلہ کن مناظرہ کے لقب سے شائع ہوا تھا۔

ناشر۔

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴۔ بہاولپور روڈ، مزنگ لاہور

فہرست مضامین

۲۹۶

عرض ناشر

بریلی کا تکبیری فتنہ (ماضی اور حال)

تعارف اور معذرت

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ پر انکار ختم نبوت کا بہتان

حضرت نانوتویؒ اور تفسیر خاتم النبیین

تخذیر امت اس کی عبارتوں کا صحیح مطلب

ایک عام فہم مثال سے مولانا نانوتویؒ کے مطلب کی توضیح۔

خاتم النبیین کی تفسیر میں مولانا نانوتویؒ کے مسلک کی تائید مولوی احمد رضا خاں کی تصریحات سے

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ پر تکذیب رب العزت

بجل جلالہ کا ناپاک بہتان اور اس کا جواب

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تنقیص شان سید الانبیاء صلی اللہ

علیہ وسلم کا ناپاک بہتان۔

خاندان صاحب بریلوی کا کراماتی اُلُو۔

مولانا خلیل احمد صاحب کی صفائی میں مولوی عبد السمیع و مولوی احمد رضا خاندان صاحب کی

زبردست شہادت

برائین قاطعہ پر مولوی احمد رضا خاندان صاحب کے دوسرے اعتراض کا جواب

برائین قاطعہ پر خاندان صاحب کے تیسرے اعتراض کا جواب

برائین قاطعہ پر خاندان صاحب کے چوتھے اعتراض کا جواب

حکیم الامت حضرت تھانویؒ پر توہین شان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بہتان اور اس

کا جواب۔

۲۹۸

۳۰۳

۳۱۹

۳۲۲

۳۳۱

۳۳۳

۳۳۴

۳۳۶

۳۴۰

۳۵۰

۳۶۶

۳۸۰

۳۸۶

۳۹۲

۳۹۳

۴۰۰

- ۴۰۵ حفظ الایمان کی عبارت اور اس کی توضیح۔
- ۴۰۵ "حفظ الایمان" کی عبارت میں خانصاحب بریلوی کی تحریفات کی تفصیل۔
- ۴۰۷ عبارت حفظ الایمان کی مزید توضیح
- ۴۰۸ حفظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت خود خانصاحب کی تصریحات سے
- ۴۰۹ ہر مومن کو کچھ غیوب کا علم تفصیلی ضرور ہوتا ہے
- ۴۱۰ خانصاحب کے والد بزرگوار کو بھی غیب کا علم تھا
- ۴۱۰ خانصاحب کے نزدیک گدھے کو بعض غیوب کا علم
- ۴۱۱ دُنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم حاصل ہے
- ۴۱۲ عبارت حفظ الایمان کا ایک مثالی قول
- ۴۱۷ تکملہ - مصنف حفظ الایمان کی حق پرستی اور بے نفسی عبارت حفظ الایمان میں ترسیم کا اعلان

عرض ناشر

پاکستان کی آزاد مملکت کے قیام کے بعد اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ پاکستانی مسلمان آپس کے اختلافات کو ختم کر کے اپنی تمام مساعی اس طرف مبذول کریں کہ اس نوزائیدہ مملکت کو استحکام و استقلال نصیب ہو اور یہاں کتاب و سنت کے مطابق پورا اسلامی نظام نافذ ہو جائے اور اس طرح تمام روئے زمین کی حکومتوں کے سامنے ایک مثالی اسلامی حکومت کا صحیح نمونہ پیش کیا جاسکے۔ مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس اہم نصب العین کی طرف صحیح معنوں میں کوئی اقدام نہیں کیا گیا اور روحانی اور اخلاقی اعتبار سے ہم دن بدن اور گرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں سیاسی لیڈروں اور سیاسی جماعتوں اور ان کے کارکنوں نے اور حکومت کے ذمہ دار عمدہ داروں نے ہر دور میں جو کچھ کیا اور جس طرح ملک کو ہر لحاظ سے تباہ و برباد کیا وہ تو ایک ظاہر حقیقت ہے، فی الحال مجھے اس کے بارے میں کچھ کہنا مقصود نہیں بلکہ دین اور علم دین کی طرف منسوب لوگوں نے جو کچھ کیا ان کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ اس میں بھی شک نہیں کہ علماء کرام اور دیندار مسلمانوں کے ایک طبقہ نے اس عرصہ میں مسلسل کوششیں کی ہیں کہ اس ملک کا آئین قرآن و سنت کے مطابق بن کر نافذ ہو جائے اور پاکستان ایک صحیح اسلامی ریاست بن جائے اور انہوں نے تمام توجہات اسی ایک ہی مقصد کی طرف مبذول کی ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ علماء کمالنے والے کچھ لوگ ایسے بھی اس ملک میں موجود ہیں جنہوں نے اس نصب العین سے عام مسلمانوں کی توجہات ہٹانے کے لئے دوسرے مشاغل اختیار کئے اور علماء بحق کو بھی ان فضول مشاغل میں الجھانے اور صحیح کام سے نکلانے کی کوششیں کی ہیں۔ چنانچہ ان "اللہ کے بندوں" نے دیوبندی بریلوی نزاع و اختلاف کو ہر دور میں اور ملک کے ہر گوشہ میں تازہ رکھا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس ملک

میں ٹھوس بنیادوں پر دینی علوم اور دینی مسائل کی ترویج و اشاعت اور اسلامی نظام کے لئے علمی اور عملی جدوجہد کا کام دہ علماء کرام کر رہے ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے ساتھ یا تو براہ راست تلمذ و عقیدت کا تعلق رکھنے والے ہیں، یا بالواسطہ اکابر علماء دیوبند کے ساتھ وابستہ اور ان کے متفقہ ہیں۔ لیکن ان علماء جن کے راستوں میں روڑے اٹھانے کے لئے اور قوم کا تعلق ان سے توڑنے کے لئے کچھ بند گاہیں شکم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ علماء دیوبند کے خلاف ملک میں مستقل محاذ قائم رکھیں اور تکفیر و تفسیق کے تیروں سے ان کو نشانہ بناتے رہیں۔ عام مسلمان اپنی نادانی اور حقیقت حال سے بخبری کی بنا پر محراب و منبر پر جلوہ گر ان داعضانِ خوش گلو کے دام فریب میں پھنس جاتے ہیں اور ان علماء ربانہ کی اکابر علماء دیوبند کے بارے میں بدظن ہوتے ہیں جن کی مجاہدانہ کوششوں اور دینی اور علوم دینی کی خدمات جلیلہ کی برکت سے آج ہندو پاکستان میں اسلامی روایات اور اسلامی علوم باقی ہیں۔ یہ داعضان حق ناشناس اور سود گرانہ منافع دین و ایمان جس بہتان تراشی اور بہت طرازی سے کام لے کر اہل حق کے خلاف فضا کو ناسازگار کرنے اور ان کو دینی مقاصد میں ناکام بنانے کی سعی کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس کی حقیقت کھول کر ناواقف مسلمانوں کو اس دھوکہ اور فریب سے بچایا جائے۔ دیوبندی بریلوی اختلاف نہایت ہی عجیب قسم کا اختلاف ہے۔ یہ چند دینی مسائل کے فہم و تعبیر میں باہم علمی اختلاف نہیں بلکہ ناظرین کو جیسا کہ آئندہ اوراق کے مطالعہ سے معلوم ہوگا اس کی اصلیت اور تاریخ صرف یہ ہے کہ۔

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے علماء دیوبند کی طرف بعض کافرانہ عقیدے منسوب کر کے دعویٰ کیا اور

فتویٰ دیا تھا کہ

”چونکہ ان کے یہ عقیدے ہیں اس لئے وہ قطعی کافر ہیں، ایسے کافر کہ جو شخص ان کے کافر ہونے

میں شک کرے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے“

اس کے جواب میں علماء دیوبند اُسی وقت سے برابر کہہ رہے اور لکھ رہے ہیں کہ ”ہم پر محض بہتان ہے، ہمارے

ہرگز یہ عقیدے نہیں ہیں بلکہ جس کسی کے بھی ایسے ناپاک عقیدے ہوں ہم خود اس کو کافر اور اسلام سے خارج سمجھتے ہیں“

اور مولوی احمد رضا خان صاحب نے ہماری جن عبارتوں کا حوالہ دیا ہے ان کا ہرگز وہ مطلب نہیں ہے بلکہ ان کا مطلب یہ ہے جو تصریحات کتاب و سنت اور عقائد اہلسنت کے ہرگز خلاف نہیں ہے اور علماء دیوبند اپنے اس دعویٰ کا نہایت

صاف اور روشن ثبوت بھی دیتے ہیں۔ جس کی ایک مثال یہ رسالہ (فیصلہ کن مناظرہ) بھی ہے۔

ظاہر ہے کہ علماء دیوبند کے اس جواب کے بعد اس اختلاف کو عقیدہ کا اختلاف نہیں کہا جاسکتا اور مسلمانوں میں اس اختلاف کے اب تک باقی رہنے کی کوئی وجہ اس کے سوا سمجھ میں نہیں آسکتی کہ کچھ لوگوں نے مسلمانوں میں اس اختلاف کے باقی رکھنے اور اس بنیاد پر ان کو آپس میں لڑانے کو اپنی روزی کا ذریعہ بنالیا ہے اور اب یہی ان کا ناجائز پیشہ ہے۔

شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھتے ہوں کہ میلاد، قیام، عرس، وقول، فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ دسوم کے جائز و ناجائز اور بدعت و غیر بدعت ہونے کے بارہ میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل دیوبندی و بریلوی اختلاف ہے مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں یہ اختلاف تو اس وقت سے ہے جب کہ دیوبند کا مدرسہ قائم بھی نہیں ہوا تھا اور مولوی احمد رضا خان صاحب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے ان مسائل کے اختلاف کو ”دیوبندی و بریلوی اختلاف“ نہیں کہا جاسکتا۔

علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں ہے کہ ان کے ماننے نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافرا یا اہلسنت سے خارج کہا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب اور ان کی خاص ذریت کے علاوہ ہندوستان کے بہت سے علماء اور بہت سے علمی حلقے ایسے ہیں جن کی تحقیق اور رائے ان مسائل میں علماء دیوبند کی تحقیق سے مختلف ہے مگر اس کے باوجود ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تکفیر یا تفسیق نہیں کرتا۔ بلکہ آپس میں عقیدت اور احترام کے تعلقات ہیں جیسے کہ علماء برحق کے درمیان ہونے چاہئیں۔ اس کی مثال میں حضرات علماء فرنگی محل (لکھنؤ)، حضرت مولانا معین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا معین الدین صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد سجاد صاحب بہاری رحمۃ اللہ علیہ بہت سے علماء کرام اور علمی سلسلوں اور خاندانوں کا نام لیا جاسکتا ہے۔ ان حضرات کا مسلک حضرات علماء دیوبند کے مسلک سے مختلف تھا لیکن جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ احترام میں کوئی فرق نہ تھا اور اب بھی یہی صورت ہے الغرض ان مسائل کے اختلاف کو ”دیوبندی و بریلوی اختلاف“ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔

دیوبند و بریل کا اصل اختلاف و نزاع جیسا کہ عرض کیا گیا وہی ہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکفیری فتوؤں سے پیدا ہوا ہے اور ناظرین کو معلوم ہو چکا کہ وہ کس قدر بے بنیاد ہے کیونکہ جن عقائد کو بنیاد قرار دے کر مولوی

احمد رضا خان صاحب نے حضرات علماء دیوبند کی تکفیر کی تھی وہ حضرات ان عقیدوں سے نہ صرف تبری اور تخاصی کرتے ہیں بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسے عقیدے رکھنے والا خود ہمارے نزدیک بھی کافر ہے اور مولوی احمد رضا خان صاحب کے خلاف انصاف کی عدالت میں عرصہ دراز سے ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے ہماری طرف بالکل بے اصل فتوؤں کی نسبت کر کے اور ہماری عبارتوں میں ناجائز قطع و برید کر کے اور ان کو توڑ مروڑ کے ہم پر یہ بہتان لگائے ہیں اور وہ اپنے اس دعویٰ کا نہایت روشن اور ناقابل تردید ثبوت بھی دے چکے ہیں۔ اور یہ رسالہ بھی اس سلسلہ کی آخری فیصلہ کی حاکم ہے۔

الغرض مسلمانوں کی اس قیمتی پرکس قدر ماتم کیا جائے اور ان کی اس سادہ لوحی اور بیوقوفی پر کتنا رویا جائے کہ ایسا بے بنیاد اختلاف اپنی وسعت اور پھیلاؤ اور مضرت کے لحاظ سے ان کا سب سے بڑا اختلاف ہوا ہے ہندوستان و پاکستان میں مسلمانوں کی بہت ہی کم خوش نصیب بستیاں ہوں گی جہاں کے مسلمان اس بے بنیاد دیوبندی بریلوی اختلاف کی نحوست اور تباہ کاری سے بالکل محفوظ ہوں۔

اس اختلاف کو بے حقیقت اور بے بنیاد ثابت کرنے اور عام مسلمانوں پر واضح کرنے کے لئے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے علماء دیوبند کی طرف کافرانہ عقائد کی نسبت کر کے ان کی تکفیر کی ہے وہ ہرگز ان حضرات کے عقائد نہیں ہیں۔ علماء دیوبند کی طرف سے اس سلسلہ میں بہت کچھ کہا اور لکھا گیا ہے۔ لیکن اب ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء میں اسی موضوع پر لاہور میں ہونے والے ایک ایسے مناظرہ میں پیش کرنے کے لئے (جس کا فیصلہ دینے کے لئے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم اور ان کے ساتھ دو اور ایسی ممتاز شخصیتوں کو حکم بھی تسلیم کر لیا گیا تھا) جو ایک مفصل بیان محمد دم و دم مولانا محمد صاحب نعمانی مدظلہ نے علماء دیوبند کی طرف سے تیار کیا تھا جو بعد میں ”فیصلہ کن مناظرہ“ کے نام سے مستقل رسالہ کی شکل میں بھی شائع ہو گیا تھا۔ بلاشبہ اس موضوع پر وہ حرفِ آخر ہے اور سچ یہ ہے کہ اس نے اس اختلاف کے باقی رہنے کے لئے ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔

عدتہ دراز سے یہ بیان نایاب تھا اور ملک کے خاص حالات کی وجہ سے اس کی اشاعت کی خاص ضرورت بھی نہ تھی۔ مگر اب پاکستان کے مختلف شہروں میں اس فتنہ کے علمبردار (جنہوں نے اسی فتنہ انگیزی کو اپنا پیشہ اور معاشی ذریعہ بنالیا ہے) پھر اس دفن شدہ فتنہ کو اکھاڑ رہے ہیں اور ملک کے مختلف حصوں سے اس آگ کے بھڑکنے کی اطلاعیں آرہی ہیں اس آگ کو بجھانے اور نزاع کو ختم کرنے کے لئے ضرورت تھی اس سلسلہ کو پھر شائع کیا جائے۔ چنانچہ مسلمانوں میں اتحاد و

اتفاق کی فضا پیدا کرنے اور باہمی شقاق و خلاف کو دور کرنے کے ارادہ نیک اور اصلاح احوال کے جذبہ کی بنا پر ہمارا ادارہ اسے شائع کر رہا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے مصنف ممدوح نے اس فتنہ کے متعلق ایک نہایت مفید اور بصیرت افروز مضمون بھی ”الفرقان“ میں شائع کیا تھا ہم نے مناسب سمجھا کہ ”مقدمہ“ کے طور پر اس کو بھی کتاب میں شامل کر دیں۔ اس ”پیش لفظ“ کے بعد ناظرین کرام اسی کو پڑھیں گے۔ اس کے بعد مولانا نعمانی ہی کے قلم سے صفحہ ۲ پر ”تعارف و مخدرت“ کے عنوان سے ایک تعارفی نوٹ ہے۔ بعد ازاں صفحہ ۲۷ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ناظرین سے فائدہ پہنچائے اور اس فتنہ کے فروغ ہونے کا اس کو ذریعہ بنائے۔

والحمد للہ اولاً و آخراً



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بریلی کا تکفیری فتنہ

ماضی اور حال

اس دنیا میں بعض واقعات اس قدر عجیب و غریب اور بعید از قیاس ہوتے ہیں کہ محفل ہزار ہا سہارے مگر ان کی کوئی معقول توجیہ کرنے سے عاجز ہی رہتی ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کی دینی دعوت کے ساتھ ان کی قوموں نے عام طور سے جو سلوک کیا وہ بھی دنیا کے ایسے ہی عجیب و غریب اور بعید از قیاس واقعات میں سے ہے۔ خود اس دنیا کے پیدا کرنے والے اور چلانے والے خالق و پروردگار نے کتنے عجیب انداز میں اس پر حضرت کا اظہار کیا ہے۔

يُخَسِّرُ عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّن رَّسُولٍ إِلَهُ كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (سورہ زمرہ)

مثال کے طور پر صرف خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سرگزشت کو اس نظر سے

حدیث و سیر کی کتابوں میں دیکھ لیا جائے۔

آپ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے، بچپن ہی سے صورت میں دل کشی و محبوبیت اور عادات میں معصومیت تھی اس لئے ہر ایک محبت و احترام کرتا تھا۔ گویا آپ پوری قوم کو پیارے اور اس کی آنکھ کے تابے تھے پھر جب عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے صورت و سیرت کی اس محبوبیت و معصومیت کے ساتھ نبوت کا کمال اور رسالت کا جلال و جمال بھی عطا فرمایا، جس کے بعد سیرت اور زیادہ بلند ہو گئی۔ زبان سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹنے لگے اور پیدائشی حسین و جمیل چہرہ میں اب نبوت کا نور بھی چمکنے لگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف

لے ہائے کیسی حسرت ہے ان بندوں پر، ہماری طرف سے جو رسول بھی ان کے پاس پہنچے یہ ان کے ساتھ تسخیر

اور استغناء سے ہی پیش آئے۔

سے حکم ہوا کہ اپنی قوم کو توحید اور اسلام کی دعوت دیں۔ آپ نے پورے اخلاص اور کامل محبت اور انتہائی حکمت کے ساتھ درد اور سوز سے بھری ہوئی اس آواز میں جس سے پتھر بھی متاثر ہوتے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اپنی قوم کے سامنے توحید اور اسلام کی وہ دعوت پیش کی جس کا حق اور معقول ہونا اور آپ کی قوم اور ساری انسانیت کے لیے رحمت ہونا گویا بالکل بڑی تھا۔ عقل کا فیصلہ اور قیاس کا تقاضا یہی تھا کہ پوری قوم جو پہلے ہی سے آپ کی گرویدہ تھی اور آپ کو صادق و امین سمجھتی اور کتنی تھی وہ آپ کی اس دینی دعوت پر ایک زبان ہو کر لبیک کہتی اور پروانہ دار آپ پر ٹوٹ پڑتی اور کم از کم مکہ میں تو ایک بھی مکذب اور مخالف نہ ہوتا۔ لیکن ہوا یہ کہ گنتی کے چند سعادت مندوں کے سوا ساری قوم آپ کی تکذیب اور مخالفت پر متفق ہو گئی، جو ہمیشہ سے صادق و امین کہتے اور عقیدت کے پھول چڑھاتے تھے وہی شاعر مجنون اور ساحر و کذاب کہنے لگے اور آپ کے خلاف نفرت و عداوت کی آگ بھڑکانا ان کا محبوب ترین مشغلہ بن گیا۔ پھر تو قریناً دس سال تک آپ کے ان ہی جاننے پہچاننے والوں نے اس قدر ستایا اور ایسی ایسی کمینہ حرکتیں کیں کہ خود ارشاد فرماتے ہیں۔ مَا أُوْدِيَ فِي اللَّهِ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوْدِيَْتُ ۝ اللہ کی راہ میں اس کے کسی بندہ کو کبھی اتنا نہیں ستایا گیا جتنا کہ مجھے ستایا گیا ہے۔

بے چاری عقل حیران ہے، ایسا کیوں ہوا؟ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان دنوں مکہ میں دماغوں کو خواب کر کے آدمیوں کو پاگل بنا دینے والی کوئی خاص ہوا چلی تھی جس کے اثر سے ساری قوم کی قوم پاگل ہو گئی تھی اور آپ کے ساتھ یہ جو کچھ اس نے کیا وہ پاگل پن کی وجہ سے کیا۔

اسی کی دوسری مثال امت میں لیجئے! حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہم اجمعین) یہ چاروں بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیل القدر صحابی ہیں۔ اور اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ سے کچھ بھی واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ و رسول کے ساتھ اور ان کے مقدس دین کے ساتھ ان چاروں بزرگواروں کی وفاداری اور ان کا اخلاص ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اللہ کے ان صادق بندوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جان نثاروں نے حضور کے زمانہ میں اور آپ کے بعد اسلام کے لئے جو کچھ قربانیاں کیں اور اللہ کے مقدس دین کی جو خدمات انجام دیں وہ آفتاب سے زیادہ روشن اور دنیا کے زیادہ سے زیادہ مشہور و ستم واقعات سے زیادہ مسلم و مستند

ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواقع پر اپنے ان چاروں جان نثاروں کی خدمات اور قربانیوں کا جس محبت اور قدر دانی کے ساتھ اعتراف فرمایا اور ان کے مقبول اور جنتی ہونے اور جنت میں بھی اپنے پاس اور اپنے ساتھ رہنے کی بار بار جو شہادتیں اور بشارتیں دیں وہ اپنے قاتل کی دھج سے قریب قریب ایسی ہی یقینی اور ناقابل شک ہیں جیسا کہ عقیدہ توحید و عقیدہ قیامت اور نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ہونا قطعاً غیر مشتبہ اور یقینی ہے۔

لیکن غور کیجئے اس امت کی تاریخ کا یہ کیسا عجیب و غریب اور ناقابل فہم واقعہ ہے کہ اسلام کے بالکل ابتدائی دور ہی میں خود مسلمانوں میں ایسے متفقہ فرقے پیدا ہوئے جن کی خصوصیت اور جن کا امتیاز صرف یہی ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان حلیل القدر اور ممتاز صحابہ کے ایمان ہی سے انکار تھا اور وہ (معاذ اللہ) ان کو کافر و منافق اور گمراہ زنی کہنے پر مصرتھے۔ اور اب تک بھی یہ فرقے دنیا میں موجود ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں کے قدیم ترین فرقہ شیعہ کی خصوصیت اور امتیاز ہی یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت عثمانؓ کی عداوت و بدگوئی اور ان کے مومن و مخلص ہونے سے انکار، ان کے مذہب کی بنیاد یا کم از کم ان کا مذہبی شعار ہے اور اس معاملہ میں ان کا غلو اور جنون اس حد کو پہنچا ہوا ہے کہ ان کے بہت سے چوٹی کے مہذب اور تعلیم یافتہ افراد "تہذیب وادارہ" کے اس دور میں بھی اپنے اس حال کے اظہار سے نہیں شرماتے کہ ان بزرگوں کی تعریف و مدح میں کسی اور کا بھی کچھ کہنا ان کے لئے ناقابل برداشت ہے اور اس کے برعکس ان پاک ہستیوں پر تبرّائی ان کا محبوب ترین مشغلہ اور ان کے نزدیک کارِ ثواب ہے۔

ناطقہ سرگرمیوں کے لیے کیا کہتے!

خلافت عقل مجا دلانہ کج بختیوں کو تو چھوڑ دیجئے اور پھر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے کہ کیا کسی کی عقل بھی ان لوگوں کے اس طرز عمل کی کوئی معقول توجیہ کر سکتی ہے؟

کون کہہ سکتا ہے کہ اس فرقہ والے سب پاگل اور عقل عام سے محروم ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ، بڑے دانشور اور ایک سے ایک ذہین و فطین ہر دور میں رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں بلکہ اس فرقہ کے جن ممتاز عالموں اور مصنفوں نے خاص اسی موضوع (مطالعہ خلفاء ثلاثہ) پر ضخیم ضخیم کتابیں لکھی ہیں ان

کا وہی کتابیں شاہد ہیں کہ وہ پاگل ہیں نہ بے خبر جاہل ہیں، بلکہ — اَصْلَهُ اللهُ عَلٰی عِلْمِهِ — قابلِ عبرت نمونہ ہیں۔

یہی حال ان کے اصل حریف اور مد مقابل فرقہ یعنی خوارج و فراعصب کا ہے۔ ان بد بختوں کے نزدیک سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ (معاذ اللہ) ایسے بد دین، اس درجہ کے دشمنِ اسلام، ایسے مجرم اور گنہگار تھے کہ ان کو ختم کر دینا نہ صرف کارِ ثواب بلکہ ان کے قاتل کے جنت میں پہنچنے کا یقینی ذریعہ تھا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ حبیب شقی، ابنِ طلحہ نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تلوار سے وار کیا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ وار بھر پور پڑا اور حضرت مدوحِ حق کی زندگی ختم کر دینے کے اپنے منصوبہ میں وہ کامیاب ہو گیا تو گرفتار ہونے کے باوجود وہ کہتا تھا کہ "خَزْتُ وَرَبَّ الْكُتْبَةِ" (اس بد بخت کا مطلب یہ تھا کہ سیدنا علی کو خاک و خون میں تر پانے کے اور ان کی شمعِ حیات گل کر کے میں نے نجات اور جنت حاصل کرنے کا سامان کر لیا، اور خواہ اس زندگی میں اب مجھ پر کچھ بھی گزرے لیکن مرنے کے بعد آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں میرا یہ عمل مجھے جنت میں ضرور پہنچا دے گا) — بتلانیے! کہ عقل بے چاری اس گمراہی اور عقل باختگی کی کیا توجیہ کرے؟ — جو لوگ تاریخ کے ذریعہ ابنِ طلحہ اور اس کے فرقہ کے حالات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ فرقہ بھی پاگلوں اور اُن پڑھ جاہلوں کا فرقہ نہ تھا بلکہ ان میں بہت سے اچھے خاصے علم و فہم والے بھی تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص جب مال یا حب جاہ یا ایسے ہی کسی اور غلط جذبہ کے تحت کسی معاملہ میں اللہ کی ہدایت کی بجائے اپنے نفس کی خواہشات اور اپنے ذاتی جذبات و خیالات کی پیروی کا فیصلہ کر لیتا ہے تو کم از کم اس خاص معاملہ میں خدا ترسی و حق بینی کی صلاحیت اور فہمِ سلیم کی دولت اس سے چھین لی جاتی ہے۔ اور پھر بظاہر عقل و ہوش رکھنے کے باوجود اس سے اس معاملہ میں ایسی ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ عقلِ سلیم ان کی کوئی توجیہ بھی نہیں کر سکتی۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق قرآن کا بیان ہے۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْإِنْعَامِ بَلَّوْهُمُ أَصْلًا

یعنی ان کے دل ہیں مگر یہ ان سے سمجھتے نہیں، ان کے کان ہیں مگر یہ ان سے سنتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں مگر یہ ان سے دیکھتے نہیں، یہ تو بس جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے اور زیادہ گمراہ ہیں۔

عقل و خرد کی گمراہی کی ایسی مثالیں اسلامی تاریخ کے بعد کے دوروں میں بھی بکثرت ملتی ہیں اور مختلف زمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے اپنے زمانہ کے اچھے سے اچھے اور نہایت نیک و درست بندوں کی عداوت و دشمنی و بدگوئی و ایذا رسانی کو اپنا خاص مشغلہ بنایا۔ بلکہ شاید امت کے اکابر و ائمہ میں سے شاید وہ نیک و صالح تیاں ہی ایسی ہوں گی جن کو نبوت کی اس میراث سے حصہ نہ ملا ہو۔

شیخ تاج الدین سبکیؒ نے ”طبقات الشافعیۃ الکبریٰ“ میں رنج اور غصہ کے ساتھ لکھا ہے۔

ما من امام الا وحده امت کا کوئی امام ایسا نہیں ہے جس کو حملہ

طعن فیہ طاعنون کرنے والوں نے اپنے حملوں کا نشانہ نہ بنایا ہو

وہلک فیہ ہالکون اور جس کی شان میں گستاخیاں کر کے ہلاک ہوں

والے ہلاک نہ ہوتے ہوں۔

اس وقت جس افسوسناک اور تکلیف دہ واقعہ کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

حقیقتوں کا پورا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے لیکن جہاں تک بشری معلومات اور اطلاعات کا تعلق ہے اپنے

دل کے پورے اطمینان کے ساتھ اور بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ و شاہ عبد العزیزؒ کے بعد

تیرہویں صدی ہجری (اور انیسویں صدی عیسوی) میں ان کے اخلاف و وارثین حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ و حضرت

حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء نے اللہ کی راہ میں جو قربانیاں دیں اور اسلام کے فروغ اور اس کی سرسبزی

کے لئے جو محنتیں کیں، یہاں تک کہ بالاکوٹ کے معرکہ میں اسی راہ میں اپنی جانیں بھی قربان کر دیں۔ اور پھر ان کی ان

مختصوں اور قربانیوں کا یہاں کے مسلمانوں پر جو اثر پڑا اور اس ملک میں دین کی جو تجدید و بطور میں آئی اور صلاح و تقوٰے

اور تلقین باللہ اور روح جہاد اور اتباع سنت کی صفات کو جو نئی زندگی اس ملک میں ملی اور ان صفات میں خود ان بزرگوں

کا جو حال تھا، ان سب چیزوں کو پیش نظر رکھنے کے بعد اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ یہ حضرات اس دور میں اللہ تعالیٰ

کے خاص مقبول بندوں میں سے تھے۔

پھر بعد کے دور میں (یعنی تیرہویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی ہجری کے شروع میں) ان ہی

مجاہدین ملت اور مصلحین امت کے علمی و روحانی وارثین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد

گنگوہیؒ اور ان کے خاص رفقا کو اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں اپنے مقدس دین کی حفاظت و خدمت کی جو توفیق دی اور ان کی جد و جہد سے توحید و سنت اور عام اسلامی تعلیمات کی اس ملک میں جو اشاعت ہوئی اور علم و عمل اور عشق و فانیست کی جامعیت کے لحاظ سے خود ان بزرگوں کا جو حال تھا، اور یہ مبارک صفحات ان کے ذریعہ امت کے مختلف طبقات میں جس وسیع پیمانہ پر پھیلے، ان سب چیزوں کو اور ان کے اثرات و ثمرات کو انکھولتے دیکھنے کے بعد دل کو اس میں ذرا شبہ نہیں رہتا کہ حضرات اس دور کے خاصانِ خدا میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص دوست اور توحید و سنت کی اشاعت کے لئے، اور ان کے قلوب کو اپنے خاص لقیں کے واسطے چن لیا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کی دراشت و نیابت میں ان بندگانِ خدا کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ اسی دور میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جنہوں نے ان حضرات کو بدنام کرنا اور ان پر جھوٹی تہمتیں لگا لگا کر مسلمانوں میں ان کے خلاف نفرت پیدا کرنا اپنا مشغلہ بنالیا۔

تیرہویں اور چودھویں صدی کے ان مجاہدین فی سبیل اللہ اور محافظینِ سنت و شریعت و مصلحینِ امت کے خلاف فتویٰ بازی اور فتنہ انگیزی و افتراء پر دازی میں اس دور کے جن صاحب نے سب سے زیادہ حصہ لیا اور جو ”ذَٰلِذِی قَوْلٍ جَبَّوْهُ“ کے مصداق ہیں وہ بریلی کے مولوی احمد رضا خان صاحب ہیں جو اپنی اس تکفیر بازی ہی کی وجہ سے یہ مقام حاصل کر چکے ہیں کہ ایمان والوں کی بے پناہ تکفیر کی مثال میں عام طور سے ان ہی کا نام بطور ضرب المثل کے زبانوں پر آتا ہے۔

ان خان صاحب نے پہلے تو عرصہ تک حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کو اپنی بدگوئی و کفر بازی کا نشانہ بنایا اور اپنے رسالوں اور فتوؤں میں ایسے ایسے گندے اور خبیث عقیدے ان کی طرف منسوب کئے جن کی نقل سے بھی ایمانی روح لرزتی ہے۔ برسوں ان بزرگوار کا یہی مشغلہ رہا۔ ایک ایک رسالہ اور فتوے میں راہِ خدا کے اس شہید کو ستر ستر اور کچھ کچھ وجہ سے کافر ثابت کر کے یہ اپنے شوقِ تکفیر کا مظاہرہ کرتے رہے۔

اس کے بعد انہوں نے اسی ولی اللہی خاندان کے علی و روحانی وارثین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ اکابرِ جماعت دیوبند کو اپنی مشقِ رستم کے لئے انتخاب کیا اور پھر زندگی بھر ان ہی بزرگوں کی بدگوئی اور تکفیر کر کے ان کے حسنات میں اضافہ اور درجات میں ترقی کا سامان کرتے رہے۔

سب سے پہلے ۲۰ ۱۳ھ میں اپنی کتاب "المختار المستند" میں ان حضرات کو انکار ختم نبوت اور تکذیب ،
 رب العزت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص و اہانت کا مجرم قرار دے کر ان کی قطعی تکفیر کی — لیکن ان کی
 فتوے بازی اور کافر سازی چونکہ نہایت بدنام اور رسوا ہو چکی تھی اس لئے اس کا کوئی اثر نہیں ہوا ، یہاں تک کہ جن
 بزرگوں کی تکفیر کی گئی تھی انہوں نے بھی کوئی نوٹس نہیں لیا ۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے فتوے کا یہ حشر دیکھ کر ایک نیا منصوبہ بنایا ۔ ۲۳ ۱۳۲ھ میں انہی بزرگوں
 کی تکفیر کا ایک فتوے انہوں نے مرتب کیا جس میں وہی انکار ختم نبوت اور تکذیب رب العزت و اہانت حضرت رسول
 جیسے صریح کفریات کو ان بزرگوں کی طرف منسوب کر کے ان کی قطعی تکفیر کی ۔ ایسی قطعی تکفیر کہ جو شخص ان کو مسلمان مانے
 یا ان کے کافر ہونے میں شک بھی کرے ، اس کے بارے میں بھی لکھا کہ وہ بھی قطعی کافر ، دائرہ اسلام سے خارج اور
 جہنمی ہے — تکفیر کی اس سرسبز جلی اور منتریانہ دستاویز کو لے کر مولوی احمد رضا خان صاحب اسی سال حجاز
 گئے اور مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے حضرات علماء و مفتیین کے پاس پہنچ کر نہایت ہی عیارانہ اور پرفریب انداز میں انے
 حضرات سے فریاد کی کہ ہندوستان میں اسلام پر بڑا سخت وقت آگیا ہے ، مسلمانوں ہی میں بعض لوگ ایسے ایسے کافرانہ
 عقائد رکھنے والے پیدا ہو گئے ہیں اور عام مسلمانوں پر ان کا اثر پڑ رہا ہے ، ہم غبار اس فتنہ کی روک تھام کر رہے ہیں مگر
 اس مہم میں ہم کو آپ کی اس مدد کی ضرورت ہے کہ ان بدعقیدہ لوگوں کی تکفیر کے اس فتوے کی آپ حضرات بھی تصدیق فرما
 دیں ، چونکہ آپ اللہ کے مقدس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک شہر کے رہنے والے ہیں اس لئے دینی رہنمائی کے
 بارہ میں ہندوستان کے ہم مسلمانوں کو آپ ہی حضرات پر پورا اعتماد ہے اور اس وجہ سے اس فتوے پر آپ ہی کی تصدیق
 مہر میں ہندوستان کے عام مسلمانوں کو کفر و بددینی کے اس سیلاب میں بہنے سے روک سکتی ہیں ، ورنہ فتنہ ایسا شدید ہے کہ ان
 کا ایمان پر قائم رہنا مشکل ہے ۔ المدد المدد لے خدا کے شہر ! الغیث الغیث اے لشکر محمدی کے شہسوار !!

اے مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو فتوے علماء بحرین کے سامنے پیش کیا تھا جو لحد کو "حسام الحرمین" کے نام سے چھپ کر شائع
 ہوا یہ اس کی تمہید کا حاصل اور خلاصہ ہے ۔۔۔ جھوٹے آنسوؤں اور جھوٹی آہوں سے اللہ کے نیک و مہجولے بندوں کو متاثر کرنا مکاری کا
 ایک فن ہے اور مولوی احمد رضا خان صاحب کی حسام الحرمین کی تمہید اس کا خاص نمونہ ہے ۔ ہم نے صرف اپنے الفاظ میں اس کا حاصل اور خلاصہ لکھ دیا ہے ۔

الغرض مولوی احمد رضا خان صاحب نے ان علماء حرمین کے علم کے جو اصل واقعات سے بالکل بے خبر تھے اور اردو زبان سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ان اکابر جماعت دیوبند کی وہ کتابیں بھی نہیں چھڑھ سکتے تھے جن کی طرف مولوی احمد رضا خان صاحب نے انکار ختم نبوت وغیرہ کفریہ مضامین منسوب کئے تھے۔ اپنا یہ جعلی فتوے ایسی انداز میں اور اس تمہید سے پیش کیا کہ گویا ہندوستانی مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اب بس اس فتوے سے اور اس پر علماء حرمین کی تصدیقی مہریں لگ جانے سے وابستہ ہے۔ اگر یہ نہ ہوا تو گویا وہ سب شدتھی اور مرتد ہو جائیں گے۔ ————— فحوذ باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے بہت سے نیک دل علماء نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی ان سب باتوں کو واقعہ سمجھا اور اس کے بعد جیسا کہ ان کو چاہئے تھا انہوں نے پورے دینی جویش کے ساتھ اس تکفیری فتوے پر تصدیقیں لکھ دیں۔ لیکن بعض اہل فراست کو اپنی ایمانی فراست سے اور بعض کو دوسری اطلاعات سے اس معاملہ میں شک ہو گیا اور انہوں نے احتیاط فرمایا اور اس جال میں پھنسنے سے بچ گئے۔

قصہ مختصر یہ جعلی فتویٰ جس کی بنیاد محض غلط بیانی اور افتراء پردازی پر تھی ہندوستان لاکر ”مسامحہ حرمین“ کے نام سے شائع کیا گیا اور ایک شور و ہنگامہ برپا کر دیا گیا کہ ہندوستان کے ان مشاہیر علماء کرام اور جماعت دیوبند کے اکابر عظام، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہا پوریؒ، اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے متعلق مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علماء مفتیین نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ (معاذ اللہ) یہ سب ایسے قطعی کافر اور مرتد ہیں کہ جو شخص ان کے کافر اور ناری ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر اور جہنمی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی اس چال نے ہندوستانی مسلمانوں میں ایک طوفانی فتنہ کھڑا کر دیا اور شاید ہزاروں یا لاکھوں سادہ دل بندے جو مولوی احمد رضا خان صاحب کی فتوے بازی سے بالکل متاثر نہ تھے، علماء حرمین کے نام سے اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ ہمارے وہ بزرگ جن کی تمام تر توجہ اس وقت ہندوستان میں اسلام کی حفاظت کے بنیادی کاموں درس و تعلیم اور اصلاح و تربیت وغیرہ پر مرکوز تھی اور جنہوں نے مولوی احمد رضا خان صاحب

لے اس کی پوری تفصیل رسالہ ”الشہاب الثاقب“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ جو انجن آرٹا المسلمین کی طرف سے جدید متنازع اور طویل مقدمہ کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔

کی تکفیر کی طرف کبھی کوئی توجہ نہیں کی تھی بلکہ ایسے لوگوں سے اکٹھا اور ان کی افراط پر دازیوں کا جواب دینا بھی جن کے اصول اور ذوق کے خلاف تھا جب انہوں نے دیکھا کہ اللہ کے بندوں کو علماء تحریرین کے ناموں سے دھوکہ دیا جا رہا ہے اور وہ پیارے اس فریب میں آکر فتنہ میں مبتلا ہو رہے ہیں تو ان حضرات نے بھی اس فریب کا یہ دھوکہ کر کے اصل حقیقت کا ظاہر کرنا اپنے لئے ضروری سمجھا۔ چنانچہ حسام الحرمین میں جن چار متذکرہ علماء بزرگوں کی طرف عقائد کفریہ منسوب کر کے تکفیر کی گئی تھی ان میں سے جو دو بزرگ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور مخدوم المصطفیٰ مولانا خلیل احمد صاحب سہانپوریؒ اس وقت اس دنیا میں رونق افروز تھے انہوں نے اسی زمانے میں اپنے بیانات دیئے، جن میں ان کفریہ عقائد سے اپنی برائت ظاہر کی اور صاف لکھا کہ

”حسام الحرمین“ میں ہماری طرف جو عقائد مولوی احمد رضا خان صاحب نے منسوب کئے ہیں، وہ ان کا ہم

پر محض افتراء ہے۔ ایسے عقیدے رکھنے والوں کو ہم خود بھی کافر سمجھتے ہیں۔“

ان بزرگوں کے یہ بیانات اس دور کے رسائل ”السحاب الدلائل“ اور ”قطع الیقین“ وغیرہ میں اسی وقت شائع ہو گئے تھے، بلکہ حضرت تھانویؒ کا بیان تو ایک مختصر اور مستقل رسالہ کی صورت میں ”لبسط البنان“ کے نام سے بھی شائع ہوا تھا۔

اسی زمانہ میں ایک خاص واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے حجاز سے واپس آ جانے کے بعد حرمین شریفین میں خاص کر مدینہ طیبہ میں اس کا چرچا ہوا کہ ہندوستان کے اس مولوی نے جن لوگوں کی تکفیر کی تصدیق کر لی ہے ان کے عقائد کے بارے میں اس نے غلط بیانی کی ہے۔ یہ سن کر وہاں کے بعض علماء کرام نے خود عملائے دیوبند کی طرف رجوع کر کے معاملہ کی تحقیق کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے ”حسام الحرمین“ میں ان حضرات کے متعلق جو کچھ لکھا تھا اور علماء حرمین کے قلوب میں ان کی طرف سے بغض و نفرت پیدا کرنے کے لئے جو کچھ اس کے سوا زبان سے کہا تھا، اس سب کو پیش نظر رکھ کر ان حضرات نے ۲۶ سوالات مرتب کئے اور علماء دیوبند سے ان کا جواب چاہا۔ یہ سب سوالات علماء دیوبند کے عقائد اور ان کے مسلک و مشرب ہی سے متعلق تھے۔ یہاں سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہانپوریؒ نے ان کا مفصل اور مدلل جواب تحریر فرمایا۔ جس پر اس دور کے جماعت دیوبند کے قریباً سب ہی اکابر و مشاہیر نے تصدیقات لکھیں، اور وہی جوابات حرمین شریفین اور ان کے علاوہ مصر و شام وغیرہ ممالک اسلامیہ کے علماء اور اہل فتویٰ کے

پاس بھیجے گئے جن کی ان تمام حضرات نے بھی تصدیق اور تائید فرمائی اور لکھا کہ یہی عقیدے اہلسنت والجماعت کے ہیں اور ان میں کوئی ایک عقیدہ بھی عقائد اہلسنت کے خلاف نہیں ہے۔

یہ سارے سوالات و جوابات اور ہندوستان اور حرمین شریفین اور دوسرے ممالک اسلامیہ کے علماء کرام کی تصدیقات اسی زمانہ میں اردو ترجمہ کے ساتھ ایک ضخیم رسالہ کی صورت میں ”التصدیقات لدفع التلبیسات“ کے نام سے شائع ہو گئے تھے۔ پھر اس وقت سے اب تک بار بار یہ رسالہ چھپتا رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ خدا ترس طالبان حق کے لئے صرف یہی رسالہ اس سلسلہ میں کافی تھا اور اب بھی کافی ہے۔

اس کے علاوہ ان حضرات اکابر کے تلامذہ اور خدام میں سے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوریؒ نے (جو اس وقت جماعت دیوبند کے نوجوان علماء و فضلاء میں سے تھے)۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کے اس جعلی فتوے ”حسام الحرمین“ کے جواب میں ”السحاب المدار“ الشہاب الثاقب“ تزکیۃ الخواطر“ اور ”توضیح البیان“ وغیرہ مستقل رسائل لکھے، جن میں پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ دکھلایا کہ بریلوی خان صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے بارہ میں ”حسام الحرمین“ میں کیا کیا غلط بیانیوں اور ان کی عبارات میں کیسی کیسی تحریفیں کی ہیں اور علماء حرمین کو کیا کیا دھوکے دیتے ہیں۔ ان رسالوں نے معاملہ کو اور بھی زیادہ صاف کر دیا اور گویا بحث ختم کر دی گئی۔ لیکن مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف سے تحیز و تفریق کی ہم اسی طرح جاری رہی۔ مگر ان جوابات کے بعد اس میں کوئی جان نہیں رہی اور بازار سرد پڑ گیا۔

پھر ۱۳۴۵ھ، ۱۹۲۶ء، ۲۷ء میں، یعنی حسام الحرمین کی پہلی اشاعت سے قریباً ۳۰ برس بعد مولوی احمد رضا خان صاحب کے خلاف نے اس فتنہ کو پھر ایک دفعہ زور و شور سے اٹھایا اور پھر فتوے بازی، تبلیغ بازی، اور اشتہار بازی کے ذریعہ اپنے بازار میں گرمی پیدا کرنے کی کوشش کی اور رنج و افسوس کے ساتھ عرض کرتا پڑتا ہے کہ بے چارے عام مسلمانوں کو پھر دیکھا گیا کہ مذہب سے ناواقفیت اور سادہ لوحی کی وجہ سے پھر ان فتنہ پردازوں کا شکار ہو رہے ہیں اور ایسے ایسے جاہل کہ جن کو کلمہ بھی نہیں آتا ان فتنہ پردازوں کی باتوں سے متاثر ہو کر اور کارِ ثواب

سجہ کا کاربلا اور بزرگان دین کو کافر کہتے پھر رہے ہیں، گھر گھر خانہ جنگیاں ہیں اور مسجدیں اور عید گاہیں تک میدان جنگ بنی ہوئی ہیں۔

اس عاجز راقم سطور نے اسی سال دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث ختم کیا تھا اور حسن اتفاق سمجھئے یا سورت القان کہ میرے وطن اور قرب و جوار میں اس وقت اس فتنے کے شعلے خوب بھڑک رہے تھے۔ حالات کا تقاضا بھی تھا اور جوانی کے جوش کو بھی ضرور اس میں کچھ دخل تھا کہ اس آگ کے بجھانے اور اس کے لگانے والوں کا آخری حرمک مقابلہ اور تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر قریباً دس سال تک اپنے دوسرے کاموں درس و تصنیف وغیرہ کے ساتھ یہ شغل بھی سرگرمی سے جاری رہا اور یہاں بغیر کسی تواضع اور انکسار کے اس کا ذکر کر دینا ہی مصلحت ہے کہ اپنے نزدیک کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ جہاں ضرورت معلوم ہوئی وہاں خود پہنچ کر اور گھر گھر کے تکفیر کے ان علمبرداروں سے مناظرے بھی کئے ادا ان کے دعووں کی تردید میں چھوٹے بڑے مستقل رسائل بھی لکھے (جن کی تعداد ۴۰، ۵۰ سے کم نہ ہوگی) بلکہ اب سے اکیس سال پہلے ۱۳۵۳ھ میں جب الفرقان جاری ہوا تھا تو اس کا خاص موضوع اس وقت اسی فتنہ کا مقابلہ تھا۔

لیکن اجزاء ”الفرقان“ سے ۳، ۴ سال ہی بعد (۱۳۵۶ھ م ۱۹۳۷ء میں) نظر آیا کہ ہندوستان میں ایک بہت بڑی تبدیلی ہونے والی ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی ساری قوتوں کو اسلام اور مسلمانوں کی اس خدمت پر لگا دیں کہ مسلمانوں کے جن طبقوں میں اسلامی شعور کا کمی ہے اور اسلام کے ساتھ ان کا تعلق کمزور ہے، ان میں سے اسلامی شعور پیدا ہو اور دین کے ساتھ ان کی وابستگی میں تنگی آئے۔ دل و دماغ پر اس احساس کا ایسا تسلط ہوا اور یہ فکر ایسا چھایا کہ تھوڑے ہی دنوں میں دوسرے تمام کاموں سے دلچسپی ختم ہو گئی اور سارے کام چھوڑ چھڑا کر بس اسی ایک کام کو اپنا کام بنالیا۔ یہاں تک کہ بریلی کے اس تکفیری فتنہ کے رد میں بعض اہم کتابیں جو اس وقت لکھی جا چکی تھیں لیکن چھپنے کی ابھی نوبت نہیں آئی تھی، ان کے مسودات کی حفاظت کی بھی فکر نہیں رہی بلکہ ان میں دو کتابیں وہ تھیں جن کے خاصے حصے کی کتابت بھی ہو چکی تھی اور صرف اس کا انتظار تھا کہ کتابت مکمل ہو جائے تو کاپیاں پریس میں دے دی جائیں ان کی بھی کتابت رکوا دی اور جو کاپیاں لکھی جا چکی تھیں ان کی حفاظت سے بھی بے پروائی برتی گئی جس کا انجام یہی ہونا چاہئے تھا اور ہوا کہ وہ ساری کاپیاں اور سارے مسودات ضائع ہو گئے، جس کا پہلے تو

کوئی افسوس نہیں تھا لیکن اب افسوس ہے اور آج کا احساس یہ ہے کہ "لو استقبلت من امری ما استبروت لما صنعت ما صنعت"



ہندوستان میں آنے والے جس انقلاب کا احساس اس عاجز کو ۱۹۳۷ء میں ہوا تھا جس کے نتائج کی فکر نے اپنے دل و دماغ کو اس طرح بدل دیا تھا وہ ٹھیک دس سال کے بعد ۱۹۴۷ء میں آگیا اور وہ حالات اور وہ آزمانشیں لے کر آیا جن کا بڑے بڑے پیش بینوں کو بھی تصور نہ تھا۔ اس انقلاب میں ہندوستان کے مسلمانوں پر جو گھبرائی گزری اس کی یاد بھی تکلیف دہ ہے لیکن امید تھی کہ اس برائی سے ایک بھلائی ضرور پیدا ہوگی کہ ہندوستان کے عام مسلمانوں کو کچھ منتقل آجائے گی اور دین و دنیا کے لحاظ سے اپنے کو بہتر اور قوی تر بنانے والے ٹھوس تعمیری کاموں میں وہ سرگرمی سے لگ جائیں گے اور پھر کوئی بہکانے والا ان کو بہکا کر غلط کاموں میں نہ لگا سکے گا اور بریلی کے اس تکفیزی فتنہ جیسا کوئی فتنہ اب ان میں نہیں اٹھ سکے گا۔ لیکن ————— خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم ————— معلوم ہوا کہ اس ہولناک اور قیامت خیز انقلاب سے بھی یہاں کے بہت سے مسلمانوں نے سبق نہیں لیا اور اپنے نفع و نقصان اور برائی بھلائی کو پسپانے کی کوئی صلاحیت اپنے اندر پیدا نہیں کی۔ جیسے ہی حالات میں کچھ سکون پیدا ہوا وہی تباہ کن مشغلے اور وہی بے فکریاں اور بے وقوفیاں پھر شروع ہو گئیں، یہاں تک کہ تقریباً دو تین سال سے (جب سے کہ ہندوستان میں حالات کچھ معتدل ہوئے ہیں) بہت سے علاقوں میں بریلی کے اس تکفیزی فتنہ کے علمبرداروں کے دورے اور ان کی وہی تفریقی سرگرمیاں اور فساد انگیزیاں پھر شروع ہو گئیں۔

قریباً دو ڈھائی سال سے یہ حال ہے کہ کم ایسے دن ہوتے ہیں جن میں اس فتنہ و فساد سے متعلق خطوط ملک کے مختلف حصوں سے نہ آتے ہوں۔ ان خطوط میں عام طور سے یہی لکھا ہوتا ہے کہ "بریلی سلسلہ کے فلاں مشہور مکرر مولوی صاحب ہمارے یہاں آئے ہوئے ہیں اور یہاں ان کی تقریروں نے فتنہ و فساد کا ایک طوفان برپا کر رکھا ہے ان کی وجہ سے مسلمانوں میں خانہ جنگی اور سر بھٹول کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ وہ ہندوستان کے فلاں فلاں اکابر علماء اور بزرگان دین کا نام لے لے کر ان کی طرف ایسے ایسے گندے عقیدے منسوب کر کے برسر عام ان کی تکفیر کرتے ہیں اور ہندوستان میں دینی و ملی کام کرنے والی جماعتوں میں سے خاص کر جمعیتہ العلماء اور تبلیغی جماعت کے

خلافت جھوٹے جھوٹے بہتان لگا کر عام مسلمانوں میں ان کے خلاف نفرت اور اشتعال پیدا کرتے ہیں اور اپنے جاہل سامعین سے ہاتھ اٹھوا اٹھوا کر ان جماعتوں کی مخالفت کرنے کا عہد لیتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ عام مسلمانوں میں دین سے وابستگی پیدا کرنے کا جو کام ہم لوگ کر رہے تھے اس کے راستے میں رکاوٹیں پڑ رہی ہیں اور جن کی ہم خدمت کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری دشمنی اور ہماری مخالفت کو کارثواب سمجھتے ہیں۔

قریباً دو ڈھائی سال سے ملک کے مختلف حصوں سے اس طرح کے خطوط کا تانتا بندھا ہوا ہے اور قریب قریب ہر خط میں یہ اصرار اور تقاضا ہوتا ہے کہ اس شر اور فتنہ سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے اور ان مفقودوں کی افتراء پر دازی کا جواب دینے کے لئے فوراً اپنیجھو اور اس سلسلہ کی اپنی فلاں فلاں کتابیں بھجوا دو۔

اس موضوع پر لکھی ہوئی اپنی کتابوں کا معاملہ تو یہ ہے کہ عرصہ سے قریباً وہ سب نایاب ہیں۔ اور اپنے دل کا حال یہ ہے کہ اس میں یہ یقین اللہ تعالیٰ نے بھر دیا ہے کہ اپنے نفس کی خبر گیری اور اصلاح کی فکر کے بعد اپنے وقت اور اپنی قوتوں کا سب سے بہتر اور قیمتی مصرف — خاص کر اس زمانہ میں جب کہ عام مسلمانوں کے ایمانوں پر زخم کرنے کی سازشیں بلکہ — علانیہ کوششیں ہو رہی ہیں — یہی ہے کہ امت محمدیہ کے عوام میں دینی شعور، ایمانی روح اور اسلامی زندگی پیدا کرنے کا اصلی اور بنیادی کام کیا جائے یہی اس وقت کا جہادِ عظیم ہے۔

علاوہ ازیں اپنے پچھلے دور کے دس سالہ تجربہ کے بعد یہ چیز میرے لئے حق یقین بن گئی ہے کہ اس تکفیری فتنہ کے جو پڑھے لکھے علمبردار اور سرغنہ ہیں ان کو کوئی غلط فہمی اور کوئی علمی مغالطہ ہرگز نہیں ہے وہ خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کی طرف جن کا خزانہ عقیدوں کی وہ نسبت کرتے ہیں ان سے ہمارے بزرگوں کا دامن بالکل پاک ہے الغرض مجھے اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ یہ نا خدا ترس محض اپنے دنیوی منافع اور مصالح کے لئے دیدہ و دانستہ ہمارے اکابر پر یہ افتراء پردازیاں اور تہمت تراشیاں کرتے ہیں — اس لئے اس کی کوئی امید نہیں کہ اگر انہیں تحریر یا تقریر کے ذریعہ بات سمجھائی جائے تو یہ فتنہ ختم ہو جائے گا — ایک دو دفعہ نہیں بارہا تحریر کے ذریعہ بھی اور تقریر اور زبانی گفتگو کے ذریعہ بھی ان کو سمجھانے کی کوشش کی جا چکی ہے، کتابیں لکھی گئیں، مناظرے بھی کئے گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق و مدد سے ان کتابوں اور ان مناظروں میں بات کو اس طرح سلجھایا اور سمجھایا گیا کہ اگر فی الحقیقت کوئی غلط فہمی ہوتی یا کوئی علمی مغالطہ ہوتا تو یہ قضیہ اب سے بہت پہلے بالکل ختم ہو چکا ہوتا

لیکن واقعہ یہ ہے کہ چونکہ یہ فتنہ انگیزی اب ان کا پیشہ اور معاشی ذریعہ ہے، اس لئے انہیں اگر ہزار دفعہ بھی سمجھایا جائے تو یہ مان کے نہیں گئے۔ ان کا حال بالکل ان غنا و پیشہ دشمنانِ حق کا سا ہے جن کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔
وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ (انہوں نے نہ مانا اور ان کا دل بھی پر جھج رہا ہے، حالانکہ ان کے دل مان چکے تھے)۔ (النمل ۲۷-۱۴)

اس لئے میرا یقین ہے کہ ان پیشہ وروں کو مخاطب بنانے کی کوشش کرنا اب صرف اپنے وقت کو ضائع کرنا اور ان کے کاروبار کو فروغ دینا ہے۔ لہذا میری قطعی رائے ہے کہ ان سے اب بالکل صرف نظر کر لیا اور قرآن مجید کے الفاظ میں ان کے بارہ میں اپنی اس پالیسی کا صاف اعلان کر دیا جائے کہ۔

لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَالْيَهُ الْمُبْصِرُ: شروع آیت ۱۵

(یعنی ہماری طرف سے محبت تمام کی جا چکی۔ اب اس کے بعد ہمارے تمہارے درمیان کسی محبت اور بحث کی گنجائش نہیں رہی، اب ہمارا تمہارا فیصلہ قیامت کے دن احکم الحاکمین کے دربار ہی میں ہوگا)۔

الغرض اس تکذیبی فتنہ کے جو علمبردار اور سرغننے ہیں، جنہوں نے اس فتنہ انگیزی کو اپنا پیشہ اور کاروبار بنالیا ہے، ان کی طرف تو اب روئے سخن بالکل نہ کیا جائے۔ البتہ جو بے چارے عام مسلمان ان کی مولویانہ صورتوں اور مولویانہ کپڑوں سے دھوکہ کھا کر اس تکذیبی فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کا بے شک حق ہے کہ مناسب طریقوں سے انہیں سمجھایا جائے اور اس فتنہ سے ان بے چاروں کو نکالنے کی کوشش کی جائے۔

اس سلسلہ میں ایک ابتدائی اور عمومی طریق کار تو یہ ہے کہ جس جگہ پر فتنہ نمودار ہو، وہیں کے پڑھے لکھے سمجھ دار مسلمانوں کو اس فتنہ کی اصل حقیقت اور ان فتنہ گردوں کی واقعی حیثیت سمجھا دی جائے اور پھر وہی اپنے یہاں کے عوام کو سمجھانے کی کوشش کریں۔

نیز ضرورت ہو تو خاص اس مقصد کے لئے جلسے بھی کئے جائیں اور ان میں ان حضرات سے تقریریں کرائی جائیں جو اس فتنہ سے ان فتنہ گردوں سے واقفیت رکھتے ہوں۔

نیز اس سلسلہ میں ایک دوسری کتابوں کا چھپ جانا بھی ضروری ہے جن میں ان ناخدا ترس مفریوں کے ان بہتانوں کا جو یہ ہمارے اکابر اور بزرگانِ دین پر لگاتے ہیں پوری تحقیق اور تفصیل کے ساتھ سنجیدہ اور عام فہم انداز میں کافی شافی جواب دیا گیا ہو، جن کا مطالعہ کر کے ہر پڑھا لکھا طالبِ حق اصل حقیقت سمجھ سکتا ہو اور دوسروں کو بھی سمجھا سکتا ہو۔

الحمد للہ اس مقصد کے لئے کسی نئی کتاب کی تالیف اور تیاری کی بالکل ضرورت نہیں، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اس سلسلے میں جو کام پہلے دور میں ہو چکا ہے وہی ہمیشہ کے لئے کافی دانی ہے، ضرورت یہ ہے کہ اس کی سلسلہ کی جو اہم اور زیادہ مفید کتابیں عرصہ سے نایاب ہو چکی ہیں، ان کے پھینپنے کا کوئی انتظام ہو جائے۔

اگرچہ اس قسم کا کوئی کام کرنا اب اپنے ذوق پر گراں ہوتا ہے، لیکن دو ڈھائی سال سے اس سلسلے کے خطوط کا جو تسلسل ہے اور اس فقہ کے متعلق جو اطلاعات ملک کے مختلف حصوں سے آرہی ہیں ان سے متاثر اور مجبور ہو کر اس کام اس عاجز نے کر دیا ہے کہ اب سے ۲۱ سال پہلے مولوی احمد رضا خان صاحب کے فتوے ”حسام المکرین“ کا جو آخری جواب ”محرکۃ اعظم“ کے نام سے اس عاجز نے لکھا تھا جس کا لقب یاد دہرانام ”فیصلہ کن مناظرہ“ تھا۔ (اور جو تقریباً بیس برس سے بالکل نایاب تھا، یہاں تک کہ اس کا کوئی نسخہ میرے پاس بھی محفوظ نہ تھا) کسی طرح ایک نسخہ اس کا فراہم کر کے اور ایک سرسری نظر اس پر ڈال کر اور کچھ لفظی ترمیمیں کر کے اس کو طباعت کے لئے تیار کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ یہ فقہ گر مکفرین، حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر جو خصیبت اور گندے بہتان لگاتے ہیں اب سے ۱۹، ۲۰ سال پہلے چند مقالات ان کے جواب میں لکھے تھے، ان میں کا ہر مقالہ گویا ایک مستقل رسالہ تھا۔ یہ تمام مقالات بھی اسی زمانہ سے نایاب تھے، اب جب ضرورت محسوس ہوئی اور کوشش کی گئی تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ سب مقالات بھی دستیاب ہو گئے اور نظر ثانی کر کے ان سب کو بھی ایک مستقل کتاب کی شکل میں مرتب کر کے تیار کر دیا۔

بریلوی سلسلہ کے عام مکفرین ہمارے اکابر کے متعلق جن بہتانوں کو اپنی تقریروں میں زیادہ تر دہرائے اور اچھالتے ہیں اور جن پر تکفیر کی بنیاد رکھتے ہیں ان کے جواب کے لئے بفضلہ تعالیٰ یہی دو رسالے امید ہے کہ کافی ہوں گے جو تیار کر کے ایک عزیز کے حوالے کر دیئے گئے ہیں۔ وہ عزیز ان کو چھاپنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اگر وہ انتظام کر سکے تو توقع ہے کہ انشاء اللہ دو تین مہینے میں یہ دونوں رسالے تیار ہو جائیں گے۔

ملک کے مختلف صوبوں اور علاقوں کے جو احباب بریلی کے اس تکفیری فقہ کی اس نئی شورش سے پریشان ہو ہو کر

اس عاجز کو خطوط لکھتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں کہ میں پھر اس کثیر توجہ کر رہا ہوں، اسی سے گزارش ہے کہ اپنے موجودہ حالات و مشاغل میں اس فتنہ کے شر سے عام مسلمانوں کو بچانے کے سلسلہ میں اس وقت ضرورتاً اتنی ہی خدمت اس عاجز نے اپنے ذمہ ضروری سمجھی کہ اپنی رائے، اپنا مشورہ اور اپنا تجربہ تفصیل سے ان صفحات میں عرض کر دیا اور اس سلسلہ میں جن دو کتابوں کی اشاعت ضروری سمجھی نظر ثانی کر کے ان کو طباعت کے لئے تیار کر دیا۔ اور جو عزیزان کو چھاپنا چاہتے ہیں ان کو اجازت دے دی۔

اس سے زیادہ جس قسم کی توجہ کے لئے احباب اپنے خطوط میں اصرار کرتے ہیں، اس عاجز کے اوقات و مشاغل و مصروفیات میں اب اس کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔

اللَّهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا نَحِبُّ وَتَرَضَى وَاجْعَلْ آخِرَتَنَا خَيْرًا مِنَ الْأُولَى۔



تعارف اور معذرت

یہ رسالہ — فیصلہ کن مناظرہ — جو دراصل مولوی احمد رضا خان صاحب کے فتوے — حسام الحرمین — کا مفصل جواب اور مدلل رد ہے۔ ناظرین کو مطالعہ سے پہلے اس کی دل چسپ تاریخ اور اس کی خاص نوعیت بتا دینا ضروری ہے۔

اب سے ۲۲، ۲۱ سال پہلے کی بات ہے۔ شوال ۱۳۵۲ھ میں ”حسام الحرمین“ کے مضامین پر ایک خاص نوعیت کا مناظرہ لاہور میں ہونا قرار پایا تھا۔ اس کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ فریقین کے ان مقامی نمائندوں نے جن کو ابتدائی بنیادی امور طے کرنے کے لئے فریقین نے اپنی اپنی طرف سے نامزد کیا تھا، اس مناظرہ کو ”فیصلہ کن مناظرہ بنانے کے لئے تین نہایت اہم اور ممتاز شخصیتوں کو اس مناظرہ کا حکم بھی تجویز کر لیا تھا

۱ : ایک ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال مرحوم۔

۲ : دوسرے علامہ اصغر علی صاحب روتھی مرحوم (پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور)

۳ : تیسرے شیخ صادق حسن صاحب بیرسٹریٹ لا (امر تسر)

اور ان تینوں حضرات نے فریقین کی درخواست پر حکم بنا منظور بھی فرمایا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ بریلی کے تکفیری فتنہ کی پوری تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ بریلویوں کے نمائندوں نے اس نزاع کے فیصلہ کے لئے تحکیم کے اصول کو مانا اور مذکورہ بالا تین شخصیتوں پر اتفاق بھی ہو گیا۔ ہم نے اس موقع کو بہت ہی غنیمت جانا اور طے کر لیا کہ جس طرح بھی ہو یہ مناظرہ ہم ہی جانا چاہئے۔

اس مناظرہ میں مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکفیری فتوے — حسام الحرمین — کے متعلق یہ ثابت کرنے کی

ذمہ داری کہ وہ غلط و باطل ہے اور اس کی بنیاد جلسہ سازی اور اقتدار پر دازی پر ہے، جماعت دیوبند کے نمائندہ اور
 وکیل کی حیثیت راقم سطور کے سپرد تھی اور اس سلسلہ میں مجھے جو کچھ اپنے پہلے بیان میں حکم صاحبان کے سامنے کہنا تھا اور
 "حسام الحرمین" پر جو بحث کرنی تھی، اس کو میں اس خیال سے قلم بند بھی کر لیا تھا کہ اس کی ایک کاپی اسی وقت مسلم
 صاحبان کو، اور ایک فرنی مخالف کو دی جائے۔

لیکن اس مناظرے کا حشر یہ ہوا کہ جب وہ تاریخ قریب آئی اور ہم لوگ، ناچیز راقم سطور محمد مسعود عثمانی اور جناب مولانا
 ابو الوفا صاحب شاہ بھانپوری۔ جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی جو اس دور میں بریلی کے اس تکفیزی فتنہ کے مقابلہ
 میں اکثر ایسے موقعوں پر ساتھ رہا کرتے تھے، لاہور پہنچے تو بریلوی نمائندوں نے اس مناظرہ میں اپنی شکست بلکہ پیہر
 ہے کہ اپنے برابر کئے ہوئے تکفیزی فتنہ کی موت دیکھتے ہوئے اپنی روایتی حیلہ بازیوں کے نیلے پہلے تو حکیم کی طے شدہ قرارداد
 سے انحراف کیا اور اس کے بعد اپنے مفسدانہ مظاہروں اور اشتعال انگیزوں کے ذریعہ امن کے ذمہ دار حکام کو اس
 پر مجبور کر دیا کہ وہ سرے سے مناظرہ ہی نہ ہونے دیں۔ بالآخر یہی ہوا اور ہماری ہر طرح کی کوششوں کے باوجود
 وہ مناظرہ نہیں ہو سکا۔ ان تمام واقعات کی پوری تفصیل چونکہ اسی زمانہ میں رسالہ "الفرقان" کے ابتدائی نمبروں
 میں اور اس رسالہ "فصلہ کن مناظرہ" کے پہلے ایڈیشن میں شائع ہو چکی ہے۔ اس لئے اب اس کے اعادہ کی ضرورت
 نہیں ہے۔

قصہ مختصر لاہور میں یہ مناظرہ نہیں ہو سکا، تو اس غصے نے اپنا بیان جو اس مناظرہ کے لئے قلم بند کر لیا تھا پہلے قسطاً
 "الفرقان" میں اور اس کے بعد مستقل کتابی شکل میں۔ فصلہ کن مناظرہ۔ ہی کے نام سے شائع کر دیا۔

لاہور میں ہونے والے اس مناظرہ میں بریلوی جماعت کی طرف سے اصل فرنی چونکہ مولوی حامد رضا خان صاحب
 بریلوی (خلف اکبر و جانشین جناب مولوی احمد رضا خان صاحب) قرار پائے تھے اس لئے میرے بیان میں روئے سخن ان ہی
 کی طرف تھا اور جا بجا ان کے نام کے ساتھ ان سے خطاب تھا۔ لیکن اب ۲۱، ۲۲ سال کے بعد جب اس کی پھر ضرورت محسوس
 ہوئی اور اس غرض سے میں نے اس کو دیکھا تو اس خطاب خاص لوگوں کے نام کو نکال دینا مناسب سمجھا۔ اگر بالفرض کہیں باقی
 رہ گیا ہو تو اس کو سہو سمجھا جائے۔

اس کے علاوہ بھی بعض مقامات پر کچھ لفظی ترمیمیں کی ہیں۔ مگر اس کے بعد بھی ناظرین سے بطور معذرت یہ عرض کرنا

ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر فرصت میسر ہوتی تو میں اس کی زبان اور طرز بیان یکسر بدل دیتا اور خالص تعلیمی انداز میں نئے سرے سے لکھتا۔ لیکن کتاب کی اشاعت چونکہ جلد سے جلد ضروری تھی اور میرے اوقات میں اس کی بالکل گنجائش نہ تھی کہ میں پوری کتاب کو نئے طرز پر اور نئی زبان میں از سر نو لکھوں، اس لئے مجبوراً اسی حال میں اشاعت کے لئے دے رہا ہوں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جن مقبول بندوں کی طرف سے اس میں مدافعت اور جوابدہی کی گئی ہے ان کے جن اعمال و افعال سے ان کا رب کریم راضی ہے ان کا کوئی ذرہ اس ناپسندیدہ نصیب فرمائے اور ان ہی کی برکت سے اس کتاب کو نافع بنائے۔ آمین ثم آمین

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ



حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی

انکار ختم نبوت کا بہتان

مولوی احمد رضا خان صاحب — "حسامِ اکھرین" — صفحہ ۱۲، ۱۳ پر (جہاں سے اکابر علماء اہلسنت کی تحفہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی (بانی العلوم دیوبند) کے متعلق لکھتے ہیں:

قاسم نانوتوی صاحب تحذیر الناس
وهو القائل فيه لو فرض في زمنه صلى الله
تعالى عليه وسلم بل لو حدث بعده صلى
الله تعالى عليه وسلم نبى جديد لو يخل
ذلك بنخات ميتة وانما يتخيل العوام انه
صلى الله تعالى عليه وسلم خاتم النبیین
بمعنى آخر النبیین انه لا فضل فيه اصلا
عند اهل الفهم الى اخر ما ذكر من

قاسم نانوتوی جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے
رسالہ میں لکھا ہے بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں
اور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی
رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا
ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام
کے خیال میں رسول اللہ کا خاتم ہونا باین معنی ہے کہ
آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ
تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں

لے تحذیر الناس میں رسول اللہ کے بعد صلعم چھپا ہوا ہے ہر شخص آج بھی دیکھ سکتا ہے لیکن مولوی احمد رضا خان صاحب نے

مسلمانوں کو بدظن کرنے کے لئے اس کو اڑا دیا، یہ ہے ان کی دیانت - ۱۲

الہدایات وقد قال فی التسمۃ و
الاشباہ وغیرہما اذا لم یعرف ان
محمدًا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخر
الانبیاء فلیس بمسلم لادۃ من
الضروریات ۴

(حسام الحرمین ص ۱۲)

حالانکہ فنا کے تسمہ اور الاشباہ والنظائر وغیرہما
میں تصریح فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب
سے کچھلا بنی نہ جائے تو مسلمان نہیں، کہ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا سب انبیاء سے زیادہ
میں کچھلا ہونا ضروریات دین سے ہے۔

(ترجمہ حسام الحرمین ص ۱۲)

یہ بندہ عرض کرتا ہے کہ خان صاحب بریلوی نے اس عبارت میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے متعلق کفر
کا جو حکم لگایا ہے، اس عاجز کے نزدیک وہ دھوکہ اور فریب کے سوا کچھ بھی نہیں۔ خان صاحب موصوف اتنے بے علم اور
کم سمجھ بھی نہیں تھے کہ ایسے اس فتوے کو ان کی کم علمی اور نا سمجھی کا نتیجہ سمجھا جا سکے۔ واللہ اعلم !
اس فتوے کے غلط اور محض تلبیس و فریب ہونے کے چند وجوہ یہ ہیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کی عبارت نقل کرنے میں نہایت افسوسناک
پہلی وجہ تحریف سے کام لیا ہے، جس کے بعد کسی طرح اس کو تحذیر الناس کی عبارت نہیں کہا جاسکتا
اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت ”تحذیر الناس“ کے تین مختلف صفحات کے متفرق فقروں کو جوڑ کر بنائی گئی ہے۔ اس
طرح کہ ایک فقرہ صفحہ ۳ کا ہے۔ اور ایک صفحہ ۴ کا۔ اور ایک صفحہ ۲۸ کا۔ اور صفحات کا نمبر درکار، فقروں کے
درمیان امتیازی خط (ڈیش) تک نہیں دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے کسی طرح دیکھنے والا یہ نہیں سمجھ سکتا کہ یہ مختلف
مقامات کے فقرے ہیں بلکہ وہ یہی سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ یہ مسلسل ایک عبارت ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ خالص کفر کا مضمون
بنانے کے لئے خان صاحب موصوف نے فقروں کی ترتیب بھی بدل دی ہے۔ اس طرح کہ پہلے صفحہ ۲۸ کا فقرہ لکھا ہے
اس کے بعد صفحہ ۲۸ کا، پھر صفحہ ۳ کا۔

خان صاحب کے اس ترتیب بدل دینے کا یہ اثر ہوا کہ تحذیر الناس کے تینوں فقروں کو اگر علیحدہ علیحدہ اپنی
جگہ پر دیکھا جائے تو کسی کو انکا ختم نبوت کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہاں انہوں نے جس طرح ”تحذیر الناس“

کی عبارت نقل کی ہے اس سے صاف ختم نبوت کا انکار مفہوم ہوتا ہے۔ اور یہ صرف آپ کی قلم کاری کا نتیجہ ہے، ورنہ مصنف تحذیر الناس کا دامن اس سے بالکل پاک ہے جیسا کہ انشاء اللہ ہمارے اختصار بیان سے مفصل معلوم ہو جائے گا اور تحذیر الناس کی ان عبارات کا جو عربی ترجمہ آپ نے علماء حرمین کے سامنے پیش کیا ہے اس میں تو اور بھی غضب و جلالت ہے اور دیدہ دلیری کے ساتھ جعل سازی کی انتہا کر دی ہے۔ حرکت یہ کی ہے کہ صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۱۵ کے پہلے دونوں فقروں کو توڑ پھوڑ کے ایک ہی فقرہ بنا ڈالا ہے۔ اس طرح کہ پہلے فقرہ کا مسند الیہ حذف کیا اور دوسرے فقرے کے مسند الیہ کو پہلے کا بھی مسند الیہ بنا دیا ہے۔ جس کے بعد کسی کو وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ مختلف جگہ کی عبارتیں ہیں اور اسی کا ردوائیوں کو قرآن کی زبان میں تحریف کہتے ہیں۔

قرآن عزیز میں بنی اسرائیل کی تحریف کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے ”يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ“ اور خود خان صاحب موصوف نے بھی ایک جگہ اس قسم کی کارروائی کو ”خوفناک تحریف“ بتلایا ہے۔ کسی شخص نے جس کا فرضی نام خان صاحب کے رسالہ ”بریق المنار“ میں زید لکھا گیا ہے تَتَّخِذُونَ عَلَيْهِمْ مَسَاجِدَ کو قرآن عظیم کا لفظ لکھ دیا تھا۔ اس کے متعلق موصوف اسی ”بریق المنار“ کے صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں کہ۔

”سب سے زیادہ خوفناک تحریف یہ ہے کہ ”تَتَّخِذُونَ عَلَيْهِمْ مَسَاجِدَ“ کو قرآن عظیم کا لفظ کریم بنالیا، حالانکہ یہ جملہ قرآن عظیم میں کہیں نہیں، یہ تینوں لفظ متفرق طور پر قرآن عظیم میں ضرور آئے ہیں“

خان صاحب کی اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ کسی کتاب کے متفرق جگہ کے الفاظ کو جوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنا کر اس کتاب کی طرف منسوب کر دینا نہایت خوفناک تحریف ہے اور اس قسم کی تحریفات سے اصل مضمون کا بدل جانا اور کسی اسلامی کلام کا خالص کفر ہو جانا بالکل بعید نہیں۔ تحذیر الناس تو بہر حال ایک بشری کتاب ہے اگر کوئی بد نصیب کلام اللہ میں اس قسم کی تحریف کر کے کفریہ مضامین بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے، بلکہ اس کو شاید اتنی محنت بھی نہ کرنی پڑے جتنی کہ خان صاحب نے کی کہ ایک فقرہ صفحہ ۱۴ کا لیا، اور ایک صفحہ ۲۸ کا، اور ایک صفحہ ۳۰ کا۔ وہ قرآن حکیم کی ایک ہی سورۃ بلکہ ایک ہی آیت میں اس قسم کا رد و بدل کر کے کفریہ مضامین نکال لے گا۔ مثلاً قرآن عزیز میں ارشاد ہے

« إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ » (الأنفال: ۱۳، ۱۴)

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ « نیکو کار جنت میں رہیں گے اور بدکار دوزخ میں »

اب اگر خان صاحب کا کوئی مرید یا شاگرد خان صاحب کی سنت پر عمل کرے اسی آیت کریمہ میں صرف اس قدر تحریف کر دے کہ « نعیم کی جگہ » مجیم « پڑھے اور » مجیم « کی جگہ » نعیم « تو مطلب بالکل الٹا ہو جائے گا اور کلام صریح کفر ہوگا۔ حالانکہ اس میں سب لفظ قرآن ہی کے ہیں صرف دو لفظوں کی جگہ بدل گئی ہے۔ یہ صرف ایک مثال عرض کر دی گئی ہے۔ اگر ناظرین غور فرمائیں تو اس قسم کی سیکڑوں اور ہزاروں مثالیں نکل سکتی ہیں۔ مثلاً تو الفاظ کی جگہ بدلی ہے بعض صورتوں میں تو صرف حرکات کی جگہ بدل جانے سے بھی کفر کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً قرآن کریم میں ہے۔ « وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَخَوَى » اگر کوئی بد بخت دیدہ و دانستہ « آدَمَ » کی « میم » اور « رَبَّهُ » کی « با » کی حرکتیں بدل دے، اس طرح کہ « میم » پر پیش کی جگہ زبر پڑھے، اور « با » پر زبر کی جگہ پیش، تو یہی پاکیزہ کلام جس کی تلاوت باعث ثواب ہے صرف اسی قدر رد و بدل سے خالص کفر ہو جائے گا۔

بہر حال یہ حقیقت بالکل ظاہر ہے کہ بعض اوقات کلام میں معمولی سی تحریف کر دینے سے مضمون بدل جاتا ہے اور اس میں اسلام و کفر کا فرق ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اس قدر زبردست الٹ پلٹ کی جائے کہ مختلف صفحات کے فقرہ کو توڑ پھوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنائی جائے اور فقرہ کی ترتیب بھی بدل دی جائے۔ پس چونکہ خان صاحب نے « تحذیر الناس » کی عبارتوں میں اس قسم کی تحریف کر کے کفر کا حکم لگایا ہے اور ان کی اس تحریف اور الٹ پلٹ نے تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب بالکل بدل دیا ہے اور اس میں ختم نبوت زمانی کے انکار کے معنی پیدا کر دیئے ہیں اس لئے ہم ان کے اس فتوے کو دانستہ فریب اور معاندانہ تبلیغ سمجھنے پر مجبور ہیں۔

دوسری وجہ اور دوسری دلیل ہمارے اس خیال کی یہ ہے کہ خان صاحب نے عبارت دوسری وجہ تحذیر الناس کے عربی ترجمہ میں ایک نہایت افسوسناک خیانت یہ کی ہے کہ "تحذیر"

صفحہ ۳ کی عبارت اس طرح تھی۔

« مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں »

ظاہر ہے کہ اس میں صرف فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے جو بطور مفہوم مخالف فضیلت بالعرض کے ثبوت کو مستلزم ہے، مگر خان صاحب نے اس کا عربی ترجمہ اس طرح کر دیا۔

مع انه لا فضل فيه اصلا عند اهل العلم

جس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں اہل فہم کے نزدیک بالکل فضیلت نہیں، اور اس میں ہر قسم کی فضیلت کی نفی ہو گئی اور ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، حالانکہ تیسری وجہ اور تیسری دلیل ہمارے اس خیال کی یہ ہے کہ "تخذیر الناس" کے جو فقرے خان صاحب نے اس موقع پر نقل کئے ہیں۔ ان کا "ما سبق ولاحق" جس سے ان کا صحیح مطلب واضح ہو جاتا ہے اور ناظرین کو غلط فہمی کا موقع نہ رہتا حذف کر دیا ہے (اس کا ثبوت آگے آتا ہے)۔

تیسری وجہ

فقرے خان صاحب نے اس موقع پر نقل کئے ہیں۔ ان کا "ما سبق ولاحق" جس سے ان کا صحیح مطلب واضح ہو جاتا ہے اور ناظرین کو غلط فہمی کا موقع نہ رہتا حذف کر دیا ہے (اس کا ثبوت آگے آتا ہے)۔

ہمارے خیال کی چوتھی وجہ اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ خان صاحب کے اس محکم کفر کی تمام تر بنیاد اس پر ہے کہ "تخذیر الناس" میں ختم نبوت کا انکار کیا گیا ہے۔ حالانکہ

اس میں اول سے آخر تک ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کا انکار نکل سکے۔ بلکہ تخذیر الناس کا تو موضوع ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی، زمانی، مکانی وغیرہ کی حمایت اور حفاظت ہے اور بالخصوص ختم زمانی کے متعلق تو اس میں نہایت صاف اور واضح تصریحات ہیں۔ چنانچہ "تخذیر الناس" صفحہ ۳ پر اس فقرہ کے بعد جس کو فاضل بریلوی نے سب سے آخر میں نقل کیا ہے۔ مولانا مہم تحریر فرماتے ہیں۔

یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ مفہوم مخالف مصنفین کے کلام میں معتبر ہے۔ علامہ شامی رد المحتار میں ارقام فرماتے ہیں کہ۔

"في انفع المسائل مفهوم التصنيف حجة" رد المحتار ج ۳، صفحہ ۴۴۴ اور اس مسئلہ میں

حنفیہ اور شافعیہ کا جو اختلاف مشہور ہے وہ صرف نصوص شرعیہ تک محدود ہے۔ ۱۲ منہ عقول

” بلکہ بناءً خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخیر زمانی اور سید باب مذکور (یعنی سید باب

مدعیان نبوت) خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی و وبالاً ہو جاتی ہے۔“

نیز اسی تحذیر الناس کے صفحہ ۱۰ پر مولانا مرحوم اپنے اصل مدعا کی توضیح سے فارغ ہو کر فرماتے ہیں کہ۔

” سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے، ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی

بدلات التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحاً نبوی مثل انت منی بمنزلة هارون

من موسیٰ الا انه لانی بعدی او کما قال: ” جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ

خاتم النبیین سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہے۔ کیونکہ یہ مضمون درجہ تو اتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر

اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا، گو الفاظ مذکور بسند تو اتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تو اتر الفاظ

باجود تو اتر معنوی یہاں ایسا ہی ہو گا جیسا تو اتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ۔ باوجودیکہ

الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی

کافر ہو گا۔“

اس عبارت میں مولانا مرحوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کو پانچ طریقوں سے ثابت

فرمایا ہے۔

۱۔ یہاں یہ بات خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ ختم زمانی پر صراحت دلالت کرنے والی ” لانی بعدی “ جیسی حدیثیں بھی

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے نزدیک قرآن کریم کے لفظ ” خاتم النبیین “ ہی سے ماخوذ ہیں۔ یعنی مولانا موصوف کا یہ خیال اور

دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن حدیثوں میں اپنا سب سے آخری نبی ہونا اور اپنے بعد کسی اور نبی کا نہ آنا بیان فرمایا

ہے وہ قرآن پاک کے لفظ خاتم النبیین ہی سے ماخوذ ہے اور گویا اسی کی تفسیر اور تشریح ہے اس صاف اور واضح تصریح کے

ہوتے ہوئے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دینا یا یہ کہنا کہ وہ قرآن مجید کے لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت

زمانی کا مطلب نکالنے کو ” عامیانه خیال “ کہتے ہیں کیسی بے شرمی کی بات ہے۔ مولانا نے تو صرف حصر کو عام کا خیال بتلایا

ہے جس کی تفصیل اور توضیح اگلے آتی ہے۔

۱ : یہ کہ حضور اقدس کے لئے خاتمت زمانی نفس "خاتم النبیین" سے بدلات مطابقتی ثابت ہو، اس طور پر کہ خاتم کو ذاتی اور زمانی سے مطلق مانا جائے۔

۲ : یہ کہ بطور عموم مجاز لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمت پر مطابقتی ہو۔

۳ : یہ کہ دونوں میں سے ایک پر مطابقتی ہو اور دوسرے پر التزامی، اور ان تینوں صورتوں میں خاتمت زمانی نفس قرآن سے ثابت ہوگی۔

۴ : یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمت زمانی احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے۔

۵ : یہ کہ خاتمت زمانی پر امت کا اجماع ہے۔

ان پانچ طریقوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمت زمانی ثابت کرنے کے بعد مولانا مرحوم نے یہ بھی تصریح فرمادی کہ خاتمت زمانی کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ دوسرے ضروریات و قطعیات دین کا۔

"تخذیر الناس" کی ان واضح تصریحات کے باوجود یہ کہنا کہ اس میں ختم نبوت زمانی کا انکار کیا گیا ہے سخت علم اور فریب نہیں تو کیا ہے۔

پھر اس قسم کی تصریحات تخذیر الناس میں ایک ہی دو جگہ نہیں، بلکہ مشکل سے اس کا کوئی صفحہ اس کے ذکر سے خالی ہوگا۔ اس وقت ہم تخذیر الناس کی صرف ایک عبارت اور ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس میں مولانا نانوتوی مرحوم نے ایک نہایت ہی عجیب و غریب غلط فہمیانہ انداز میں ختم نبوت زمانی کو بیان فرمایا ہے۔ تخذیر الناس کے صفحہ ۲۱ پر ہے۔

"در صورتیکہ زمانے کو حرکت کہا جائے تو اس کے لئے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آنے پر حرکت

منتہی ہو جائے، سو حرکت سلسلہ نبوت کے لئے نقطہ ذات محمدی منتہی ہے اور یہ نقطہ اس سلسلہ زمانی اور

ساق مکانی کے لئے ایسا ہے جیسے نقطہ راس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ

کی نبوت کون و مکان، زمین و زمان کو شامل ہے۔"

پھر اس کے چند سطر بعد اسی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ۔

"منجملہ حرکات سلسلہ نبوت بھی تھی، سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی معلوم وہ

حرکت مبدل بسکون ہوتی، البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک

یہ بھی وجہ ہے :

پھر تحدیر الناس ہی پر منحصر نہیں ، حضرت مرحوم کی دوسری تصانیف میں گنجائش اس قسم کی تصریحات موجود ہیں ۔
بعض لطیف نمونہ ”مناظرۃ عجیبہ“ کی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔ ”مناظرۃ عجیبہ“ کا مضمون جہاں سے شروع ہوتا ہے اس کی پہلی
سطر یہ ہے ۔

” حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات
بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اول المخلوقات ہیں “

— پھر اسی کے صفحہ ۳۹ پر فرماتے ہیں ۔

” خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ، ناحق کی تمت کا البتہ کچھ علاج نہیں “

— پھر اسی کے صفحہ ۵۰ پر فرماتے ہیں ۔

” خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں ، بلکہ یوں کہنے کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی
افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جھادیتے ، اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے ،
پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر کسی کو نہیں سمجھتا “

— پھر اسی کے صفحہ ۶۹ پر فرماتے ہیں ۔

” ہاں یہ مسلم ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے “

— پھر اسی کے صفحہ ۱۰۳ پر ہے ۔

” بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تائل کرے

اس کو کافر سمجھتا ہوں “

یہ پانچ عبارتیں صرف ”مناظرۃ عجیبہ“ کی ہیں ۔ اس کے بعد حضرت نانوتوی مرحوم کی آخری تصنیف ”قبلہ نما“

کے ایک عبارت اور نقل کی جاتی ہے ”قبلہ نما“ کے صفحہ ۱۱ پر ہے ۔

” آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے اور چونکہ دین محکم نامہ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر

ہوگا وہی شخص سردار ہوگا ، کیونکہ اسی کا دین آخر ہوتا ہے جو سب کا سردار ہوتا ہے “

حضرت قاسم العلوم قدس سرہ کی یہ کل دس عبارتیں ہوئیں۔ کیا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے کوئی صاحب دیانت اور صاحب عقل کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص ختم نبوت زمانی کا منکر ہے؟ لیکن افتراء پردازی کا کوئی علاج نہیں۔ ایسے ہی مفتریوں کے متعلق عارف جاتی نے کہا ہے۔

چنین کردند و خلقه در تماشا ہمیں گفتند حاشا ثم حاشا
کزیں روئے نگو بدکاری آید وزیں دل دار دل آزاری آید

حضرت نانوتوی مرحوم کی مختلف تصانیف کی مذکورہ بالا تصریحات اور دوسرے علماء دیوبند کی وہ علمی اور عملی مساعی، جو قادیانی جماعت کے مقابلہ میں اسی مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اب تک کتابوں اور مناظروں کی شکل میں ظہور پذیر ہو چکی ہو چکی ہیں اور جن سے تمام اسلامی دنیا واقف ہے۔ ختم نبوت کے متعلق باقی دارالعلوم دیوبند اور جماعت علمائے دیوبند کی پوزیشن واضح کرنے کے لئے انصاف والی دنیا کے نزدیک کافی سے زائد ہیں۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا
أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝

اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ تحذیر الناس کے ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب بھی عرض کر دیا جائے جن کو جوڑ توڑ کر مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس کے مصنف پر ختم نبوت زمانی کے انکار کا بہتان لگایا ہے۔ لیکن اس کے لئے ضرورت ہے کہ اختصار کے ساتھ قرآن مجید کے لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق مولانا نانوتوی مرحوم کا مسلک اور نقطہ نظر واضح کر دیا جائے۔



کہا جاتا ہے اور اسی مرتبہ کا نام خاتمتِ ذاتیہ ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد عرض ہے کہ حضرت مولانا نانوتوی مرحوم اور بعض دوسرے محققین کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے۔ اس سے آپ کے لئے دونوں قسم کی خاتمت ثابت ہوئی ہے ذاتی بھی اور زمانی بھی۔ اور عوام اس سے محض ایک قسم کی خاتمت مراد لیتے ہیں، یعنی صرف زمانی۔ بہر حال حضرت مولانا مرحوم اور عوام کا نزاع نہ ختم نبوت زمانی میں ہے نہ اس میں کہ قرآنی لفظ خاتم النبیین خاتم ذاتی مراد لی جائے (کیونکہ مولانا کو یہ دونوں چیزیں تسلیم ہیں) بلکہ نزاع صرف اس میں ہے کہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمتِ زمانی کے ساتھ خاتمتِ ذاتی بھی مراد لی جائے یا نہیں؟ حضرت مولانا اس کے قائل اور مثبت ہیں اور انہوں نے اس کی چند صورتیں لکھی ہیں۔

۱ : ایک یہ کہ لفظ خاتم کو خاتمتِ زمانی اور ذاتی کیلئے مشترک منسوی مانا جائے اور جس طرح مشترک معنوی سے اس کے متعدد افراد مراد لئے جاتے ہیں، اسی طرح یہاں آیت کریمہ میں بھی دونوں قسم کی خاتمت مراد لی جائے۔

۲ : دوسری صورت یہ ہے کہ ایک معنی کو حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آیت کریمہ میں لفظ خاتم سے بطور عموم مجاز ایک ایسے عالم معنی مراد لئے جائیں جو دونوں قسم کی خاتمت کو حاوی ہوں۔

ان دونوں صورتوں میں لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمت پر ایک ساتھ اور مطابق ہوگی۔

۳ : تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمتِ ذاتی مراد لی جائے، مگر چونکہ اس کے لئے بدلائل عقلیہ و نقلیہ خاتمتِ زمانی لائقے لہذا اس صورت میں بھی خاتمتِ زمانی پر آیت کریمہ کی دلالت بطور التزام ہوگی۔

ان تینوں صورتوں کے لکھنے کے بعد ”تخذیر الناس“ کے صفحہ ۹ پر حضرت مولانا رح نے جس کو خود اپنا مختار بتلایا ہے، وہ یہ ہے کہ خاتمت کو جنس مانا جائے اور ختمِ زمانی و ختمِ ذاتی کو اس کی دو نوعیں قرار دیا جائے اور قرآن کریم کے لفظ خاتم سے یہ دو نوعیں بیک وقت مراد لی جائیں جس طرح کہ آیت کریمہ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ میں بیک وقت ”رِجْس“ سے ظاہری و باطنی دونوں قسم کی نجاستیں مراد لی جاتی ہیں۔ بلکہ غور کیا جائے تو یہاں ختمِ زمانی اور ختمِ ذاتی میں اس قدر لُجہ نہیں جس قدر

شراب کی نجاست اور جوئے کی نجاست میں۔

لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے جس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی اور یہ دونوں قسم کی خاتمت آپ کے لئے قرآن کریم کے اسی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔

اس کے بعد ہم ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں جن کو جوڑ کر مولوی احمد رضا خان صاحب نے

تخذیر الناس کی عبارتوں کا صحیح مطلب

کفر کا مضمون بنا لیا ہے۔

ان میں سے پہلا فقرہ صفحہ ۱۴ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ اس موقع پر ”تخذیر الناس“ کی پوری عبارت اس طرح تھی۔

” غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے“

خان صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا کہ مولانا کی یہ عبارت خاتمت ذاتی کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق، حذف کر کے ایک ناتمام ٹکڑا نقل کر دیا۔ اور پھر غضب یہ کیا کہ اس کو صفحہ ۲۸ کے ایک فقرہ کے ساتھ اس طرح جوڑا کہ صفحہ کے نمبر کا تو ذکر ہی کیا ہے، درمیان میں ختم فقرہ کی علامت (ڈیش) بھی نہیں دیا اور پھر اس دوسرے فقرہ کی نقل میں بھی صریح خیانت کی۔ اس موقع پر پوری عبارت اس طرح تھی۔

” ہاں اگر خاتمت بمعنی القصاب ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس سمجھپان نے عرض کیا ہے تو پھر سولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارج ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ

نہ ہوگی۔ افرادِ متدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

اس عبارت میں بھی مولوی احمد رضا خان صاحب نے یہ کارروائی کی کہ اس کا اجتہاد حصہ دہس سے ناظرین کا صاف معلوم ہو سکتا تھا کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ کہ زمانی کا، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افضلیت کے متعلق بھی مصنف "تخذیر الناس" کا عقیدہ اس سے معلوم ہو جاتا، اس اہم حصہ کو خان صاحب نے کلمہ حذف کر کے صرف آخری خط کشیدہ فقرہ نقل کر دیا اور دوسری کارروائی یہ کی کہ اس ناتمام فقرہ کو بھی صفحہ ۲۸ کے ایک ناتمام فقرہ سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہاں بھی درمیان میں ڈلیش تک نہیں دیا۔

بہر حال صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمیت ذاتی کے متعلق فرما رہے ہیں کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو، تب بھی آپ کی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ یہی خاتمیت زمانی، اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں، اور نہ کوئی دبی ہو شش یہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا

ایک عام فہم مثال سے مولانا ناتوی کے مطلب کی توضیح بلاشبہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کسی ملک میں کوئی دہائی مرض پھیلا۔ بادشاہ

کی طرف سے یکے بعد دیگرے بہت سے طبیب بھیجے گئے اور انہوں نے اپنی قابلیت کے موافق مریضوں کا علاج کیا۔ آخر میں اس عظیم و کریم بادشاہ نے سب سے بڑا اور سب سے زیادہ حاذق طبیب جو پہلے تمام طبیبوں کا استاد بھی ہے، بھیجا اور اعلان کر دیا کہ اب اس کے بعد کوئی طبیب نہیں آئے گا۔ آئندہ جب کبھی کوئی مریض ہو، وہ اسی آخری طبیب کا نسخہ استعمال کرے، اُسی سے شفا ہوگی۔ بلکہ اس کے بعد جو شاہی طبیب ہونے کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا اور واجب القتل ہے۔ پچنانچہ دنیا کا وہ آخری طبیب آیا اور اس نے اگر اپنا شفا خانہ کھولا۔ جو حق مریض اس کے دار الشفا میں داخل ہو کر شفا یاب ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے اس طبیب کو ایک حکم نامہ میں "خاتم الاطباء" کا خطاب بھی دیا۔ اب عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ طبیب زمانہ کے اعتبار سے سب سے آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی اور طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا اور اہل فہم کا ایک گروہ (جو بالیقین جانتا ہے کہ یہ طبیب فی الواقع آخری ہی طبیب ہے)

کتاب ہے کہ اس عظیم الشان طبیب کو خاتم الاطباء صرف اسی وجہ سے نہیں کہا گیا ہے کہ وہ آخری طبیب ہے بلکہ اس کے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام پہلے طبیبوں کی طب کا سلسلہ اسی جلیل القدر طبیب پر ختم ہے یعنی وہ سب اس کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے فن طب اسی سے سیکھا ہے۔ لہذا اس دوسری وجہ سے بھی وہ خاتم الاطباء ہے اور یہ دونوں قسم کی خاتمت اُسی خاتم الاطباء کے لفظ سے نکلتی ہے۔ بلکہ اگر تم غور کرو گے تو تم کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ بادشاہ نے اس جلیل القدر طبیب کو جو سب سے آخر میں بھیجا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ فن طب میں سب سے فائق، سب سے ماہر اور سارے طبیبوں کا استاد ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ بڑے سے بڑے طبیب کی طرف اخیر ہی میں رجوع کیا جاتا ہے۔ مقدمات تمام تحتانی مراحل طے کرنے کے بعد ہی بادشاہ معظم کی عدالت عالیہ میں پہنچتے ہیں۔ بہر حال یہ طبیب صرف زمانہ ہی کے اعتبار سے خاتم نہیں ہے۔ بلکہ اپنے فن کے کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہے اور یہ دوسری خاتمت ایسی ہے کہ اگر بالفرض اس کے زمانہ میں یا اس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اس کی اس خاتمت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ اہل فہم کے اس گروہ کے متعلق ان کے کسی معاند دشمن کا یہ کہنا کہ یہ لوگ اس خاتم الاطباء کو آخری طبیب نہیں مانتے اور اس کی اس حیثیت کے منکر ہیں، کتنی بڑی قلبیس اور کس قدر عُریاں بے حیائی ہے۔ جبکہ اہل فہم کا یہ گروہ اس شاہی طبیب کو ذاتی اور مرتبی حیثیت سے خاتم الاطباء مانتے کے ساتھ یہ بھی صاف صاف کہتا ہے کہ زمانہ کے لحاظ سے بھی یہی آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا بلکہ جو کوئی اس کے بعد شاہی طبیب ہونے کا دعویٰ کرے وہ واجب القتل ہے۔

یہاں تک تحذیر الناس کے صفحہ ۱۴ و ۲۸ کے فقرہوں کا صحیح مطلب عرض کیا گیا ہے۔ رہا تیسرا فقرہ جس کو خان صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے، وہ تحذیر الناس کے تیسرے صفحہ کا ہے۔ اور یوں سمجھنا چاہئے کہ گویا تحذیر الناس وہیں سے شروع ہوتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

» بعد حمد و صلوة کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو، سو حوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلیع کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں :-

اس عبارت میں دو چیزیں قابل لحاظ ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مولانا مرحوم مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرما رہے ہیں بلکہ لفظ خاتم کے معنی پر کلام فرما رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ خاتم سے ختم زمانی مراد ہے کہ مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ اور عوام کے اسی نظریہ سے مولانا کو اختلاف ہے ورنہ خاتمیت زمانی مع خاتمیت ذاتی مراد لینا خود مولانا مرحوم کا مسلک مختار ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اور تحذیر الناس کے صفحہ ۹۷ پر مولانا نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے۔

بہر حال چونکہ خود حضرت مولانا کے نزدیک لفظ خاتم النبیین سے ختم زمانی بھی مراد ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہاں صرف حصر کو مولانا نے عوام کا خیال بتلایا ہے اور مولانا کا مطلب صرف یہ ہے کہ عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضور کے لئے لفظ ”خاتم النبیین“ سے صرف خاتمیت زمانی ہی ثابت ہوتی ہے اس کے سوا کچھ نہیں ثابت ہوتا اور اہل فہم کے نزدیک اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کے اس لفظ سے حضور کے لئے خاتمیت زمانی بھی ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت ذاتی بھی۔

میں سے مولوی احمد رضا خان صاحب کے اس اعتراض کا بھی جواب ہو گیا جو انہوں نے تحذیر الناس کی اسی عبارت پر ”الموت الاحمر“ میں کیا ہے کہ۔ ”اس میں خاتم النبیین سے خاتم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے حالانکہ خاتم کے یہ معنی خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام سے بھی مروی ہیں۔ پس مصنف تحذیر الناس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و تمام صحابہ کرام رض عوام میں داخل ہوئے۔ (معاذ اللہ)

جواب کی تقریر و تفصیل یہ ہے کہ صاحب تحذیر الناس نے خاتم سے خاتم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کسی صحابی سے حصر ثابت نہیں بلکہ علماء راہنہ میں سے بھی کسی نے حصر کی تصریح نہیں فرمائی اور کیونکہ کوئی حصر کی جرات کر سکتا ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیات قرآنی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

لے اس پر پوری روشنی اور پردہ الی جا چکی ہے اور مولانا مرحوم کی یہ تصریح چند صفحے پہلے گزر چکی ہے کہ ان کے نزدیک ختم نبوت زمانی پر صراحت دلائل کرنے والی ”لانی بعدی“ جیسی ساری حدیثیں ”خاتم النبیین“ ہی کے لفظ سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔

لِكُلِّ آيَةٍ قِنَّهَا ظَهَرَ وَ بَطْنٌ وَلِكُلِّ حَدِّ مُطْلَعٌ -

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت قرآنی کے کم از کم دو مفہوم ضرور ہوتے ہیں۔ اور ان کے علماء سلف میں سے کسی کے کلام میں حصر کا کوئی لفظ پایا بھی جائے تو وہ حصر حقیقی نہیں ہے جس کو مولانا نانوتوی مرحوم کو خیال بتلاتے ہیں۔ بلکہ اس سے مراد حصر اضافی بالنظر الی تاریکات الملاحدة ہے۔

بہر حال جو شخص صاحب تحذیر الناس پر یہ بہتان لکھتا ہے کہ انہوں نے معاذ اللہ آنحضرتؐ کی بیان کردہ حد کو خیال عوام بتلادیا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے ایک ہی روایت سھر کی ثابت کر دے۔ پھر یہ کہ مولانا مرحوم نے اپنے مکتوبات میں اس کی بھی تصریح فرمادی ہے کہ باب تفسیر میں عوام سے مراد کون لوگ ہوتے ہیں۔ اس موقع پر حضرت مرحوم کے الفاظ یہ ہیں۔

» وجز انبیاء علیہم السلام یا راسخین فی العلم
باب تفسیر میں سوائے انبیاء علیہم السلام اور
علماء راسخین کے سب عوام ہیں۔

(قاسم العلوم نمبر اول، مکتوب دوم ص ۸)

ان تصریحات کے ہوتے صاحب تحذیر الناس کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کرام کو عوام میں داخل کر دیا، سخت ترین بددیانتی ہے۔

خاتم النبیین کی تفسیر میں حضرت مولانا نانوتویؒ کے مسلک کی تائید مولوی احمد رضا خاں انصاری کی تصریحات سے

اس کے بعد ہم یہ بھی بتلادینا چاہتے ہیں کہ جو لوگ لفظ خاتم النبیین سے صرف ایک ہی معنی (خاتم زمانی) مراد لیتے ہیں اور معنی خاتم النبیین کو اسی میں حصر کرتے ہیں وہ فاضل بریلوی کے نزدیک بھی عوام میں داخل ہیں، اہل فہم میں سے نہیں۔ فاضل موصوف » الدولة المکیہ، صفحہ ۳۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یفقه الرجل کل الفقہ حتی یجعل للقرآن وجہا قلت أخرجه عن ابی الدرداء
حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے لئے متعدد وجوہ نہ نکالے (میں کہتا ہوں کہ تخریج کی ہے اس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن سعد فی الطبقات
و ابو نعیم فی الحلیۃ و ابن عساکر فی تاریخہ
و اورده مقاتل بن سلیمان فی صدر کتابہ
فی وجوہ القرآن مرفوعا بلفظ لا یكون
الرجل فقیہا کل الفقہ حتی یری للقرآن
وجوہا کثیرۃ ۔

قال فی الاقنآن قد فسرہ بعضهم
بان المراد ان یری اللفظ الواحد یحتمل
معانی متعدده فیحملہ علیہا اذا كانت
غیر متضادۃ ولا یقتصر بہ علی معنی
واحد ۔ (انتہی صفحہ ۴۳)

روایت کی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
ابن سعد نے طبقات میں ۔ اور ابو نعیم نے حلیہ میں ، اور ابن عساکر
نے اپنی تاریخ میں ۔ اور مقاتل بن سلیمان نے اپنی صدر کتاب
میں ، وجوہ قرآن میں اس کو بدین الفاظ مرفوعا روایت
کیا ہے کہ در آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا
جب تک کہ قرآن کے لئے وجوہ کثیر نہ دیکھے ۔

علامہ سیوطی اقنآن میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے
اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ لفظ واحد جو متعدد
معانی کے لئے متحمل ہو اس کو ان سب پر محمول کرے جب کہ
وہ آپس میں ٹکراتے نہ ہوں اور ایک ہی معنی پر منحصر نہ
کرے ۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کی اس عبارت بلکہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے صاف معلوم
ہو گیا کہ ہر شخص کسی آیت قرآنی سے صرف ایک ہی معنی مراد لے اور اسی میں محصر کرے تو وہ عوام میں داخل ہے ، اہل فہم و فقہاء
میں سے نہیں ہے ، کامل فقیہ جب ہی ہو گا جب کہ ایک آیت کو بہت سے غیر متعارض معانی پر محمول کر سکے ، جیسا کہ حضرت
مولانا محمد قاسم ؒ نے ایک لفظ خاتم النبیین سے تین قسم کی خاتمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کی یعنی خاتمیت
ذاتی ، زمانی ، مکانی ۔

احمد رضا خان صاحب کے تینوں فقرہوں کا صحیح مطلب بیان کر دیا گیا اور ناظرین کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صفحہ ۳ کے فقرے
میں حضرت نانوتوی مرحوم نے جن لوگوں کو عوام بتلایا ہے وہ فاضل بریلوی کے نزدیک بھی عوام ہی میں داخل ہیں ۔ اس کے
بعد ہم یہ بھی بتلادینا چاہتے ہیں کہ یہ تحقیق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی ہونے کے ساتھ خاتم مرتبی اور خاتم
ذاتی بھی ہیں یعنی آپ نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نبی بالعرض ۔ آپ کو کمال نبوت اللہ تعالیٰ نے براہ
راست عطا فرمائے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو آنحضرت کے واسطے سے ۔ اس میں بھی حضرت نانوتوی مرحوم متفرد نہیں بلکہ

بہت سے اگلے علماء محققین بھی اس کی تصریح فرما چکے ہیں۔ لیکن یہاں ہم ان کی عبارات نقل کر کے بات کو طویل کرنے اور کتاب کو ضخیم بنانے کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی اس مسئلہ کو اس طرح لکھ دیا ہے کہ اس کے بعد کسی اور کی عبارت نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس لئے ہم ان ہی کی ایک عبارت اس سلسلہ میں نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

فاضل موصوف اپنے رسالہ ”جزاء اللہ عددہ“ کے صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں۔

”اور نصوص متواترہ اولیاء کرام و ائمہ عظام و علماء اعلام سے میری ہر چہ کا کہ بر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی۔ روز اول سے اب تک اور اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا ناجب، نیک یا انسان، جن یا حیوان، بلکہ تمام ماسوائے اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی، اُس کی کلی انہیں کے صباۃ کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی۔ انہیں کے با مقبول پر بیٹی اور بیٹی ہے اور بیٹی ہے، یہ سر الوجود اور اصل الوجود، خلیفۃ اللہ الاعظم و ولی نعمت عالم میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ خود فرماتے ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”انا ابو القاسم اللہ یعطی وانا تقسم“ رواہ الحاکم فی المستدرک وصحیحہ و اقربہ الناقدون“

فاضل بریلوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عالم میں جو کچھ نعمت روحانی یا جسمانی، دنیوی یا دینی، ظاہری یا باطنی کسی کو ملی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دست کرم کا نتیجہ ہے اور چونکہ نبوت بھی ایک اعلیٰ درجہ کی روحانی نعمت ہے لہذا وہ بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور ہی کے واسطے سے ملی ہے۔ اور اسی حقیقت کا نام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی اصطلاح میں خاتمیت ذاتی اور خاتمیت مرتبی ہے۔

اس وقت ہم اس بحث کو اسی پر ختم کرتے ہیں اور مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ پر تکیذ یہ رب العزت جل جلالہ کا جو ہتان لگایا ہے اب اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

(۲)

حضرت مولانا رشید احمد صاحب دہلی قادیان العزیز

تکذیب رب العزت جل جلالہ کا ناپاک بہتان

اور

اس کا جواب

مولوی احمد رضا خان صاحب — حسام الحرمین — کے صفحہ ۱۳ پر حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے متعلق

لکھتے ہیں۔

پھر تو ظلم و گمراہی میں اس کا حال یہاں تک بڑھا کہ اپنے
ایک فتوے میں جو اس کا ٹھہری و مخطی میں نے اپنی آنکھ
سے دیکھا ہے بمبئی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا
صاف لکھ دیا کہ جو اللہ سبحانہ تعالیٰ کو بالفعل بھوٹا مانے
اور تصریح کرے کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا
اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالائے
طاق، گمراہی و گنہگار، فاسق بھی نہ کہو، اس لئے کہ بہت
سے امام ایسا کہہ چکے ہیں جیسا اس نے کہا۔ بس نہایت
کاریہ ہے کہ اس نے تاویل میں خطا کی
یہی وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مہر کیا
اور ان کی آنکھیں اندھ بن کر دیں۔

ثم تهادى به الحال في الظلم و
الضلال حتى صرح في فتوى له (قد رايتها
بخطه وخاتمه بعيني وقد طبعت مرارا
في بمبئي وغيرها مع ردها، ان من
يكذب الله تعالى بالفعل ويصرح انه
سبحانه وتعالى قد كذب وصدرت منه
هذه العظيمة فلا تنسوه الى فسق فضلا
عن ضلال فضلا عن كفر فان كثيرا من
الائمة قد قالوا بقيله وانما قصارى
امر الله مخطئ في تاويله
اولئك الذين اصمهم الله تعالى

ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم -

راعی ابصارهم ولا حول ولا قوة

الا بالله العلی العظيم -

(حسام الحرمین ص ۱۳) -

یہ ناچیز بندہ عرض کرتا ہے کہ حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف کسی ایسے فتوے کی نسبت کرنا سراسر افتراء اور بہتان ہے۔ پہلی بحث میں تو مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کی متفرق عبارتیں جوڑ کر کفر کی مسل تیار بھی کر لی تھی یہاں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بجز اللہ ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرحوم کے کسی فتوے میں یہ الفاظ موجود نہیں۔ کسی فتوے کا یہ مضمون ہے۔ بلکہ درحقیقت یہ صرف خان صاحب یا ان کے کسی دوسرے ہم پیشہ بزرگ کا افتراء اور بہتان ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ہم اور ہمارے اکابر اس شخص کو کافر، مرتد، ملعون سمجھتے ہیں جو خداوند تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے اور اس سے بالفعل صدور کذب کا قائل ہو بلکہ جو بدنسب اس کے کفر میں شک کے خیم اس کو بھی خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ (جن پر خان صاحب نے یہ ناپاک بہتان باندھا ہے) خود انہیں کے مطبوعہ فتاویٰ کی جلد اول صفحہ ۱۱۸ پر ہے۔

” ذات پاک حتی تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے۔ اس سے کہ متصف بوصف کذب کیا جائے۔

معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز شائبہ کذب کا نہیں، قال اللہ تعالیٰ ومن اصدق

من اللہ قلیلاً“

جو شخص حتی تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے، یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے، وہ قطعاً

کافر و ملعون ہے اور مخالف قرآن و حدیث کا اور اجماع امت کا ہے۔ وہ ہرگز مومن نہیں۔ تعالیٰ اللہ

عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا -

ناظرین با انصاف فیصلہ فرمائیں کہ اس صریح اور چھپے ہوئے فتوے کے ہوتے ہوئے حضرت مجدد پر یہ افتراء کرنا کہ

معاذ اللہ وہ خدا کو کاذب بالفعل مانتے ہیں، یا ایسا کہنے والے کو مسلمان کہتے ہیں کس قدر شرمناک کارروائی ہے؟ الحساب یوم

الحساب -!

رہا مولوی احمد رضا خان صاحب کا یہ لکھنا کہ ” میں نے ان کا وہ فتوے مع قہر و دستخط مجسم خود دیکھا ہے“ اس کے

جواب میں ہم صرف اس قدر عرض کریں گے کہ جب اس چودہویں صدی کا ایک عالم اور مفتی ایک چھپی ہوئی کثیر الاشاعت کتاب (تخذیر الناس) کی عبارتوں میں قطع و برید کر کے اور صفحہ ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹ کی عبارتوں میں تحریف کر کے ایک کفر کا مضمون گھڑ کے تخذیر الناس کی طرف منسوب کر سکتا ہے تو کسی مجلس کے لئے کسی کے مہر و دستخط حاصل کیا مشکل ہے؟ کیا دنیا میں جعلی کے اور جعلی دستاویزیں تیار کرنے والے موجود نہیں؟ مشہور ہے کہ بریلی اور اس کے اطراف میں تو اس فن کے بڑے بڑے کامل رہتے ہیں جن کا ذریعہ معاش یہی مجلس سازی ہے۔

بہر حال مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت گنگوہی مرحوم کے جس فتوے کا ذکر کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ "فتاویٰ رشیدیہ" جو تین جلدوں میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے وہ بھی اس کے ذکر سے خالی ہے۔ بلکہ اس میں اس کے صریح خلاف چند فتوے موجود ہیں جن میں سے ایک پر نقل بھی کیا جا چکا ہے۔ اور اگر فی الواقع خان صاحب نے کوئی فتوے اس قسم کا دیکھا ہے تو وہ یقیناً ان کے کسی ہم پیشہ بزرگ یا ان کے کسی پیشرو کی مجلس سازی اور وسیعہ کاری کا نتیجہ ہوگا۔

حضرات علماء و مشائخ کی عزت و عظمت کو مٹانے کے لئے حاسدوں نے اس سے پہلے بھی اس قسم کی کارروائیاں کی ہیں۔ اس سلسلہ کے چند عبرت آموز واقعات ہم یہاں نقل بھی کرتے ہیں۔

- (۱) امت کے جلیل القدر مجتہد اور محدث حضرت امام احمد بن حنبلؒ اس دنیا سے کوچ فرما رہے ہیں اور کوئی نصیب حاسد عین اسی وقت ان کے تکیہ کے نیچے کچھ لکھے ہوئے کاغذات رکھ جاتا ہے جن میں خالص ملحدانہ عقائد اور زندیقانہ خیالات بھرے ہوئے ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ لوگ ان تحریرات کو امام احمد بن حنبلؒ ہی کی کاوش دماغی کا نتیجہ سمجھیں گے اور جب ان کے مضامین اسلامی تعلیمات کے خلاف پائیں گے تو امام سے بدظن ہو جائیں گے اور لوگوں کے دلوں سے ان کی عزت و عظمت نکل جائے گی۔ پھر ہماری دکان جو امام کے فیض عام کے مقابلہ میں پھکی پڑ گئی ہے چمک اٹھے گی۔
- (۲) امام لغت علامہ مجد الدین فیروز آبادیؒ صاحب قاموس زندہ تھے۔ مشہور امام اور مرجع خواص و عوام تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ جیسے محدث نے ان کے خرمین علم سے خوشہ چینی کی۔ حاسدین ان کی اس غیر معمولی مقبولیت کو نہ دیکھ سکے اور ان کی عظمت و شہرت کو بڑے لگانے کے لئے ان کے نام سے پوری ایک کتاب حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مطاعن میں تصنیف کر ڈالی جس میں خوب زور و شور سے حضرت امام اعظمؒ کی تکفیر بھی کی اور یہ جعلی کتاب دور دراز مقامات تک شائع کر دی گئی۔ حنفی دنیا میں علامہ فیروز آبادیؒ کے خلاف نہایت زبردست ہوجان برپا ہو گیا۔ لیکن بے چارے علامہ

کو اس کی بالکل بھی خبر نہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ کتاب ابو بکر الخياط البغوی المغانی کے پاس پہنچی تو انہوں نے علامہ فیروز آبادیؒ کو خط لکھا کہ ”آپ نے یہ کیا کیا؟ علامہ موصوف نے اس کے جواب میں لکھا۔

”اگر وہ کتاب جو افزائے میری طرف منسوب کر دی گئی ہے آپ کے پاس ہو تو فوراً اس کو نذر آتش

کر دیجئے۔ خدا کی پناہ! میں اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تکفیر ”انا اعظم المعتقین

فی الامام ابی حنیفہ“ (حالانکہ مجھ کو امام کی جناب میں بے انتہا عقیدت ہے میں

نے تو ایک ضخیم کتاب بھی امام کے مناقب عالیہ میں لکھی ہے۔

(۳) امام مصطفیٰ قرمانی حنفیؒ نے نہایت جانکاہی سے ”مقدمہ ابواللیث سمرقندی“ کی ایک مبسوط

شرح لکھی۔ جب ختم کر چکے تو مصر آئے کہ وہاں کے علماء کو دکھلانے کے بعد اس کی اشاعت کریں گے۔ تصنیف بحمد اللہ

کامیاب تھی۔ بعض حاسدوں کی نظر میں کھٹک گئی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اس کی اشاعت سے ہماری دوکانوں کی فرو

پھکی پڑ جائے گی۔ کچھ اور تو نہ کر سکے البتہ یہ خیانت کی کہ اس کے ”باب آداب الخلاء“ کے اس مسئلہ میں کہ تھائے

حاجت کے وقت آفتاب و ماہتاب کی طرف رخ نہیں کرنا چاہئے ”اپنی وسیعہ کاری سے اتنا اضافہ کر دیا کہ۔

”چونکہ ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کی عبادت کیا کرتے تھے“ (معاذ اللہ) علامہ قرمانی کو اس شرارت کی کیا خبر

تھی انہوں نے لاعلمی میں وہ کتاب علماء مصر کے سامنے پیش کر دی۔ جب ان کی نظر اس دلیل پر پڑی سخت برہم ہوئے

اور تمام مصر میں علامہ قرمانی کے خلاف ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ قاضی وقت نے واجب القتل قرار دیا۔ بیچارے راتوں

رات جان بچا کر مصر سے بھاگے ورنہ سزا دیئے بغیر بیچھا چھوٹنا مشکل تھا۔

(۵) عارف ربانی امام عبدالوہاب شمرانیؒ اپنی کتاب ”البواقیت الجواہر“ میں آپ بتی لکھتے ہیں کہ۔

”بعض حاسدوں نے میری کتاب ”البحر المورود فی المواثیق والحدود“ میں میری زندگی ہی

میں عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ بڑھادیئے اور تین سال تک مصر مکہ مکرمہ میں خوب اس کی

اشاعت کی۔ جب مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے مشاہیر علماء سے اصل نسخہ پر تصدیقیں لکھوا کر ان

ملکوں میں بھیجا۔ وہ حسد و کینہ کے مریض اس پر بھی باز نہ آئے اور ان کمینوں نے اس کے بعد یہ

پر دہ گئی کہ کیا کہ جن علماء نے ان پر تصدیقات لکھی تھیں اب وہ اس سے رجوع کر رہے ہیں اور

اکثر کرچکے ہیں (امام شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ حبیب مجھے اس کی خبر ہوئی تو میں نے پھر ان حضرات علما کو تکلیف دی اور خود انہیں کے قلم سے حاسدوں کے اس سخت پروپیگنڈے کی تردید لکھوا کر عرب روانہ کیں حبیب کہیں اس فتنہ کا خاتمہ ہوا۔“

یہ گنتی کے چند واقعات ہیں۔ تاریخ اور تذکرے کی کتابیں اگر دیکھی جائیں تو بد نصیب حاسدوں کی عیسہ کاریوں کے ان جیسے سینکڑوں شرمناک واقعات ملیں گے۔

پس اگر درحقیقت فاضل بریلوی اپنے اس بیان میں سچے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ بالا مضمون کا کوئی فتویٰ حضرت گنگوہی مرحوم کے مہر و دستخط کے ساتھ دیکھا ہے تو یقیناً وہ اسی قبیلے سے ہے لیکن پھر بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کو اس کی بنا پر کفر کا فتوے دینا ہرگز جائز نہ تھا، تاوقتیکہ وہ یہ تحقیق نہ کر لیتے کہ یہ فتوے حضرت مولانا کا ہے بھی یا نہیں؟ فقہ کا مسلم اور مشہور مسئلہ ہے کہ ”الخط يشبه الخط“ یعنی ایک انسان کا خط دوسرے کے خط سے مل جاتا ہے اور خود خان صاحب بھی اس سے ناواقف نہیں۔ چنانچہ خط یا تار سے عدم ثبوت رویت ہلال پر استدلال کرتے ہوئے آپ تصریح فرماتے ہیں کہ۔

”تمام کتابوں میں تصریح ہے ”الخط يشبه الخط“ الخط لا يحمل به“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت جلد ۲، ص ۵۲)

بہر حال حبیب کے رویت ہلال جیسی معمولی باتوں میں خط کا اعتبار نہیں تو پھر تکفیر جیسے اہم معاملہ میں کیونکر اس کا اعتبار ہو سکتا ہے۔

رہے وہ دلائل جو خان صاحب نے حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف اس جعلی فتوے کی نسبت صحیح ہونے پر اپنی کتاب ”تمہید ایمان“ میں پیش کئے ہیں وہ نہایت لچر پوچ اور تمار عنکبوت سے زیادہ کمزور ہیں۔ ناظرین ذرا ان کو خود بھی دیکھ لیں اور جانچ لیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب موصوف اس جعلی فتوے کے متعلق ”تمہید ایمان“ ص ۳۸، ۳۹ پر لکھتے ہیں۔

”یہ تفسیر خدا کا ناپاک فتوے اٹھارہ برس ہوئے ۱۳۰۸ھ ہجری میں رسالہ ”صیانتہ الناس“

کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع رد کے شائع ہو چکا، پھر ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی

بینی میں اس کا مفصل رد چھپا ، پھر ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد طبع کچھ حنفیہ میں اس کا اور
قاہرہ رد چھپا ، اور فتوے دینے والا جہادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ میں مراد اور متے دم تک سکت
رہا نہ کہ کہہ کہ وہ فتویٰ میر انہیں حالانکہ خود چھپانی ہوئی کتابوں سے فتوے کا انکار کر دینا سہل تھا ،
نہی بتلایا کہ مطلب وہ نہیں جو علمائے اہلسنت بتلا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے ۔ نہ کفر صریح کی
نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا ؟

حشو و زوائد حذف کر دینے کے بعد خان صاحب کی اس دلیل کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ ۔

۱ : یہ فتوے مع رد کے مولانا گنگوہی مرحوم کی حیات میں تین مرتبہ چھپا ۔

۲ : انہوں نے تازلیت اس فتوے کی نسبت سے انکار نہیں کیا ، نہ اس کا اور کوئی مطلب بتایا ۔

۳ : اور چونکہ معاملہ سنگین تھا اس لئے خاموشی کو عدم التفات پر بھی محمول نہیں کیا جاسکتا ، لہذا ثابت ہو گیا کہ
یہ فتوے انہیں کا ہے اور اس کا مطلب بھی وہی ہے جس کی بنا پر ہم نے تکفیر کی ہے ۔

اگرچہ خان صاحب کی اس دلیل کا لچر پوچ اور مہمل ہونا ہمارے نقد و تبصرہ کا محتاج نہیں ۔ ہر معمولی سی عقل
رکھنے والا بھی تھوڑے سے غور و فکر سے اس کی لغویت کو سمجھ سکتا ہے ۔ تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہر جز پر
تھوڑی سی روشنی ڈال کر ناظرین سے بھی خان صاحب کے علم و مجددیت کی کچھ داد دلوا دی جائے ۔

خان صاحب کی دلیل کا پہلا بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ ۔

” یہ فتوے مولانا گنگوہی کی حیات میں تین مرتبہ مع رد کے چھپا ؟ “

اسی مقدمہ سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ یہ جعلی فتوے مولانا کے مخالفین نے چھپا پا ہے ۔ مولانا یا آپ کے متوسلین
کی طرف سے کبھی اس کی اشاعت نہیں ہوئی (نہ اس راز کو تو اہل بصیرت ہی سمجھیں گے) ، ہم کو تو اس کے متعلق صرف اتنا
عرض کرنا ہے کہ اگر خان صاحب کے بیان کو صحیح سمجھ کر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ فتوے متعدد بار مع رد کے حضرت
گنگوہی مرحوم کی حیات میں چھپ کر شائع ہوا ، جب بھی لازم نہیں آتا کہ حضرت کے پاس بھی پہنچا ہو یا ان کو اس
کی اطلاع بھی ہوئی ہو ۔ اور اگر ان کے پاس بھیجا گیا تو سوال یہ ہے کہ ذریعہ قطعی تھا یا غیر قطعی ؟ پھر کیا خان صاحب
کو اس کی وصولیابی کی اطلاع ہوئی ؟ اگر ہوئی تو وہ ذریعہ قطعی تھا یا ظنی ! بحث کے پہلوؤں سے چشم پوشی کر کے

کفر کا قطعی یقینی فتوے دینا کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔ بہر حال جب تک قطعی طور پر یہ ثابت نہ ہو جائے کہ فی الواقع حضرت لنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی ایسا فتوے لکھا تھا جس کا قطعی اور متعین مطلب کسی محتاج و مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے۔ اس وقت تک ان تحمینی بنیادوں پر تکفیر قطعاً ناروا اور معصیت ہے۔ حضرت مولانا لنگوہی مرحوم تو ایک گوشہ نشین عارف باللہ تھے جن کا حال بلا مبالغہ یہ تھا کہ

بسودائے جہان ز جہاں شتغل

بذکر حبیب از جہاں شتغل

یہ خاکسار جس کے اوقات کا خاصہ حصہ اب تک اہل باطل ہی کی تواضع میں صرف ہوا ہے آج اس جعلی فتوے کے ان تینوں ایڈیشنوں کی زیارت سے محروم ہے جن کا ذکر خان صاحب فرما رہے ہیں۔ پس ہو سکتا ہے بلکہ قرین قیاس ہے کہ حضرت مرحوم کو اس قصہ کی خبر بھی نہ ہوئی ہو۔

خان صاحب کی دلیل کا دوسرا مقدمہ یہ تھا کہ مولانا لنگوہی مرحوم نے اس فتوے سے انکار نہیں کیا، نہ اس کی کوئی تاویل بیان کی۔

اس کے متعلق پہلی گزارش تو یہی ہے کہ جب اطلاع ہی ثابت نہیں تو انکار کس چیز کا اور تاویل کس بات کی؟ اور فرض کر لیجئے کہ ان کو اطلاع ہوئی لیکن انہوں نے نا خدا ترس مفقروں کی اس ناپاک حرکت کو ناقابل توجہ اور شائبہ اعتقاد ہی نہ سمجھا یا ان کو حوالہ بخدا کر کے سکوت فرمایا۔

رہا یہ کہ کفر کی نسبت کوئی معمولی بات نہ تھی جس کی طرف التفات نہ کیا جاتا۔ سوادل تو یہ ضروری نہیں کہ دوسرے بھی آپ کے اس نظریہ سے متفق ہوں، ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس لئے انکار کی ضرورت نہ سمجھی ہو کہ ایمان والے خود ہی ایسے ناپاک افتراء کی تکذیب کر دیں گے۔ یا انہوں نے یہ خیال کیا ہو کہ گندگی اچھالنے والے علمی اور مذہبی دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھتے لہذا ان کی بات کا کوئی اعتبار ہی نہ کرے گا۔ بہر حال سکوت کے لئے یہ وجوہ بھی ہو سکتے ہیں۔ اور پھر قطع نظر ان تمام باتوں سے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ کفر کا معاملہ سنگین تھا۔ بے شک خان صاحب کی ”مجددیت“ کے دور سے پہلے تکفیر ایسی ہی غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی لیکن خان صاحب کی روح اور ان کی موجودہ ذریت مجھے معاف فرمائے کہ جس دن سے افتراء کا قلم ان خان صاحب کے بے باک ہاتھوں میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہو گیا کہ اللہ کی پناہ !

ندۃ العلماء والے کافر، جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر، علماء دیوبند کافر، جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ غیر متقلین
المحدث کافر، مولانا عبدالباری صاحب قرنگی محل کافر۔ اور تو اور تحریک خلافت میں شرکت کے جرم میں اپنے برادران طریقت
مولوی عبدالماجد صاحب بدایونی کافر، مولوی عبدالقدیر صاحب بدایونی کافر۔ کفر کی وہ بے پناہ مثالیں ہیں کہ جلی کہ الہی تزیہ!
بریلی کے ڈھائی ہزار انسانوں کے سوا کوئی بھی مسلمان نہ رہا۔

پس ہو سکتا ہے کہ خان صاحب اور ان جیسے کفر باز کسی اللہ والے کو کافر کہیں اور وہ اس شور و غوغا کو سنا
الکلاب سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کرے اور اس کا اصول یہ ہو کہ۔

وَلَقَدْ أَمَرُ عَلَى اللَّيْمِ يَسْبِي
فَمَضَيْتُ ثُمَّ قُلْتُ لَا يَغْنِي

اور ہو سکتا ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کو اطلاع ہوئی ہو اور انہوں نے اس جعلی فتوے سے انکار بھی فرمایا ہو لیکن
خان صاحب کو اس انکار کی اطلاع نہ ہوئی ہو، پھر عدم اطلاع سے عدم انکار کیونکر سمجھا جاسکتا ہے؟ کیا عدم علم
عدم الشیء کو مستلزم ہے؟

اہل علم اور ارباب انصاف غور فرمائیں کہ کیا اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے بھی تکفیر جائز ہو سکتی ہے؟ دعویٰ
تو یہ تھا کہ۔

” ایسی عظیم احتیاط والے (یعنی خود بدولت جناب مولوی احمد رضا خان صاحب) نے ہرگز ان
دشنامیوں (حضرت گنگوہی وغیرہ) کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی، واضح، روشن، جلی طور
سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو گیا، جس میں اصلاً اصلاً ہرگز ہرگز کوئی گنجائش کوئی
تاویل نہ نکل سکی“ (تمہید ص ۴۴)

اور دلیل اس قدر پھر کہ یقین کیا معنی ظن کی بھی مفید نہیں۔ اور اگر ایسی ہی دلیلوں کے ثبات ہوتا ہے تو پھر اسلام
اور مسلمانوں کا اللہ ہی حافظ۔ کوئی جاہل یا دیوانہ کسی باغدا کو کافر کہے، اور وہ اس کو ناقابل خطاب سمجھتے ہوئے اعراض
کرے اور اس کے سامنے اپنی صفائی پیش نہ کرے، بس خان صاحب کی دلیل سے کافر ہو گیا۔ چہ نموش!
گر ہمیں مہنتی دمہیں فتوے کار ایسا تمام خواہ شد

ادھر فقہائے کرام کی وہ تصریحات کہ اگر ۹۹ احتمال کفر کے ہوں، اور صرف ایک احتمال اسلام کا، تب بھی تکفیر جائز نہیں اور ادھر چودھویں صدی کے ان خود ساختہ مجدد صاحب کہ یہ تیز دستی کہ صرف خیال و دماغ ہی مقدمے جوڑ کر قیصر نکالا اور یقینی، قطعی۔ ہر کہ شک آرد کافر گردد۔

ببین تفادست رہ از کجاست سما کجی

یہاں تک تو مناظر انجبت تھی لیکن اس کے بعد ہم یہ بھی بتلا دینا چاہتے ہیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اخیر حیات میں جب آپ کے بعض متوسلین کو اہل بدعت کی آفریز پر دازی کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے عریضہ لکھ کر حضرت مرحوم سے اس کے متعلق دریافت کیا، حضرت نے جواب میں اپنی برادری اور جعلی فتوے کے لغتی مضمون سے کامل بیزاری ظاہر فرمائی اور خان صاحب کو اس کی اطلاع بھی ہوئی، لیکن کفر کا فتویٰ پھر بھی جوں کا توں رہا۔ یہیں سے تکفیر کے ان علمبرداروں کی دریت کی نیت بے نقاب ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ نے جب مولوی احمد رضا خان صاحب کے خاص الی ص عقیدت کیش میانجی عبدالرحمن پکھر ریوی کے ایک رسالہ میں اس جعلی فتوے کا ذکر دیکھا تو اسی وقت حضرت کی خدمت میں گنگوہ عریضہ لکھا کہ حضرت کی طرف اس مضمون کے فتوے کی نسبت کی جارہی ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟ تو جواب آیا کہ۔

”یہ سراسر افتراء اور محض بہتان ہے۔ بھلا میں ایسا کیسے لکھ سکتا ہوں؟“

حضرت مرحوم کے اس جواب کا ذکر حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ کے متعدد رسائل ”اسباب المرد“ ”ترکیۃ الخواطر“ وغیرہ میں آچکا ہے اور یہ تمام رسالے خان صاحب کی حیات میں ان کے پاس پہنچ بھی چکے ہیں۔

نیز جب پہلے پہل اس بہتان کا چرچا بریلی میں ہوا تو یہاں سے بھی حضرت کے بعض متوسلین نے گنگوہ عریضہ لکھ کر حقیقت حال دریافت کی۔ اس کے جواب میں بھی حضرت مرحوم نے اپنی بے زاری ظاہر فرمائی اور حضرت مرحوم کی وہ جوابی تحریر عیسینہ خان صاحب کو دکھائی بھی گئی، مگر پتھر کے اس دل پر کوئی اثر نہ ہوا اور خدا کا خوف غلطی کے اقرار پر اس کو آمادہ نہ کر سکا۔

ثَوَّقْتُ قُلُوبَكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً

وَأَنَّ مِنَ الْجِبَارَةِ لِمَا يُتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَأَنَّ مِنْهَا لَمَّا يَنْشَرُّ
فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَأَنَّ مِنْهَا لَمَّا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ

یہی وہ حالات اور واقعات ہیں جن کی وجہ سے ہم یہ سمجھنے اور کہنے پر مجبور ہیں کہ خان صاحب کے غور و فکر کی بنیاد پہلے
دن سے کسی غلط فہمی یا علی لغزش پر نہ تھی بلکہ درحقیقت اس کی شہ میں صرف حسد و جاہ پرستی اور نفس پروردی کا بے پناہ
جذبہ کار فرما تھا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ



۱۔ پھر تمہارے دل سخت ہو گئے ، پس وہ پتھر دلی طرح ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت ۔ اور بے شک پتھر دل میں
سے تو ایسے بھی ہیں جن سے نہریں بھوٹ رہی ہیں اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو شق ہو جاتے ہیں پھر ان سے پانی نکلتا ہے اور بعضے ان
میں وہ ہیں جو خدا کے خوف سے نیچے آگرتے ہیں ۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حمۃ اللہ علیہ

تفقیص شان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ناپاک بہتان

مولوی احمد رضا خان صاحب — حسام الحرمین — ص ۱۵ پر لکھتے ہیں۔

اور یہ شیطان آفاق ابلیس لعین کے پیرو ہیں اور یہ بھی اس
تکذیب خدا کرنے والے گنگوہی کے دم چھلے ہیں کہ اُس
نے اپنی کتاب "براہین قاطعہ" میں تصریح کی
اور خدا کی قسم وہ قطع نہیں کرتی مگر ان چیزوں کو جس کے
جوڑنے کا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے کہ ان کے پیرو ابلیس
کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اور یہ
اس کا برا قول خود اس کے بد الفاظ میں صفحہ ۲۴ پر ہے۔

شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے
ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی
ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا
ہے۔ اور اس سے پہلے لکھا کہ شرک نہیں تو کون سا ایمان
کا حصہ ہے۔

وَهُوَ لَآءِ اتِّبَاعِ شَيْطَانِ الْاَفْئَاقِ
ابلیس اللعین وہم ایضاً اذ ناب ذالک المکذب
الکنکوهی فانہ قد صرح فی کتابہ
البراہین القاطعہ وما ہی واللہ الا
القاطعة لما امر اللہ بہ ان یوصل بان
شیخہم ابلیس اوسع علما من رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و هذا نصہ الشیعہ
بلفظہ الفنیطیع (ص ۲۴) شیطان و ملک الموت
کو الخ۔ ای ان هذه السعة فی العلم
ثبتت للشیطان و ملک الموت بالنص دای
نص قطعی فی سعة علم رسول اللہ صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم حتی تزد به النصوص

جميعا ويثبت شرك وكتب قبله ان
هذا الشرك ليس فيه حبة خردل من

ایمان -

پھر مؤلف براہین کو کچھ "صلواتیں" سا کر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں۔

وقد قال في نسيم الرياض كما تقدم
من قال فلان اعلم منه صلى الله تعالى
عليه وسلم فقد عابه ونقصه فهو سابع
الحكم فيه حكم الساب من غير فرق

لا نستثنى منه صورة وهذا كله اجماع
من لدن الصحابة رضى الله تعالى عنهم
ثم اقول انظروا الى انما رختم الله كيف
بصير البصير اعلم وكيف يختار على الهدى العمى

يو من يعلم الارض المحيط لا بليس وانما ذكر محمد رسول
الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال هذا

شرك وانما الشرك اثبات الشريك
الله تعالى فالشيء اذا كان اثباته لاحد

من المخلوقين شركاً كان شركاً قطعاً
لكل الخلائق اذ لا يصح ان يكون احد

شريكاً لله تعالى فانظروا كيف امن بان
البليس شريك له سبحانه وانما الشراكة

منتفية عن محمد صلى الله تعالى عليه وسلم

اور بے شک نسیم الریاض میں فرمایا (جیسا کہ اس کا نسخ
اصل کتاب میں گزر چکا ہے) کہ جو کسی کا علم حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتائے اس نے بیشک
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عیب لگایا اور

حضور کی شان گھٹائی تو وہ گالی دینے والا ہے ، اور
اس کا حکم وہی ہے جو گالی دینے والے کا ہے ، اصلاً فرق

نہیں ، اس میں سے ہم کسی صورت کا استثناء نہیں
کرتے ، اور ان تمام احکام پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

کے زمانہ سے اب تک برابر اجماع چلا آیا ہے۔ پھر میں
کتا ہوں کہ اللہ کی مہر کر دینے کا اثر دیکھو ، کیونکہ گھٹیار

اندھا ہو جاتا ہے اور راہِ حق چھوڑ کر چوہٹ ہوا پسند
کرتا ہے۔ البیس کے لئے تو زمین کے علم محیط پر ایمان لانا

ہے اور حب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
ذکر آیا تو کتنا ہے یہ شرک ہے۔ حالانکہ شرک تو اسی کا نام

کہ اللہ عزوجل کے لئے کوئی شریک ٹھہرایا جائے۔ تو
جس چیز کا مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے ثابت کرنا شرک

ہو ، وہ تو تمام جہان میں جس کے لئے ثابت کی جائے

ثم انظروا الى غشاة غضب الله تعالى
 على بصره يطالب في علم محمد صلى الله
 تعالى عليه وسلم بالنص ولا يرضى به حتى
 يكون قطعيا فاذا جاء على سلب علمه صلى
 الله تعالى عليه وسلم تمسك في هذا
 البيان نفسه على صفحة ۴۶ بستانه اسطر
 قبل هذا الكفر الممين بحديث باطل لا
 اصل له في الدين و ينسبه كذبا الى من لم
 يروه بل رده بالرد المبين حيث يقول
 دوى الشيخ عبد الحق قدس سره عن
 النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال
 لا اعلم ما وراء هذا الجدار اه مع ان
 الشيخ قدس اللہ تعالیٰ سرہ انما قال
 في مدارج النبوة هكذا يشكل ههنا
 بان جاء في بعض الروايات انه قال رسول
 الله صلى الله عليه وسلم انما انا عبد لا
 اعلم ما وراء هذا الجدار وجوابه ان
 هذا القول لا اصل له ولو تصح به
 الرواية اه فانظروا كيف يحتج بلا
 تقربوا الصلوة ويترکوا "وانتم سكارى"

یقیناً شرک ہوگا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔
 تو دیکھو ابیس لعین کے اللہ عزوجل کے ساتھ شریک ہے
 کا کیسا ایمان رکھتا ہے، اگر کہہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم سے مفتی ہے پھر عصب اللہ کا گناہ ہے
 اس کی آنکھوں پر دیکھو۔ علم محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تو
 نص مانگتا ہے اور نص پر بھی راضی نہیں جب تک قطعی
 نہ ہو اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی پڑے
 تو خود اسی بحث میں صفحہ ۴۶ پر اس ذلت دینے والے
 کفر سے چھ سطر پہلے ایک باطل روایت کی سند پکڑی ہے
 جس کی دین میں بالکل اصل نہیں اور ان کی طرف اس
 کی نسبت کر رہے جنہوں نے اسے روایت نہ کیا بلکہ
 اس کا صاف رد کیا کہ کہتا ہے شیخ عبدالحق روایت
 کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، حالانکہ
 شیخ نے "مدارج النبوت" میں یوں فرمایا ہے کہ
 یہاں یہ اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ بعض روایات میں
 آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ "میں تو ایک
 بندہ ہوں اس دیوار کے پیچھے کا حال مجھے معلوم نہیں"
 اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول بے اصل ہے اس کی روایت
 صحیح نہ ہوئی۔ دیکھو کیسی لا تقربوا الصلوة سے دلیل
 لایا اور وانتم سکارى کو چھوڑ گیا۔

اس موقع پر شوق تکفیر پورا کرنے کے لئے مولوی احمد رضا خان صاحب نے دین و دیانت پر جو ظلم کیا ہے اس کی فریادیں واحد قہار سے ہے۔ اس کی باز پرس انشاء اللہ روز جزا ہوگی۔ لیکن دنیا میں ابواب انصاف بھی فیصلہ فرمائی کہ اس مدعی مجددیت کے بیان اور اس کے فتوے میں کتنی صداقت ہے ؟

اس عبارت میں خان صاحب نے مصنف براہین قاطعہ پر مندرجہ ذیل چار اعتراض کئے ہیں۔

۱۔ (معاذ اللہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو شیطان جہیم کے علم سے گھٹایا۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمین کے علم محیط کے اثبات کو شرک بتلایا اور شیطان لعین کے لئے اس کو

ثابت مانا حالانکہ کسی ایک مخلوق کے لئے جس چیز کا ثابت کرنا شرک ہے دوسری مخلوقات کے لئے بھی اس کا

ثابت کرنا یقیناً شرک ہے۔ تو گویا مصنف براہین نے (معاذ اللہ) شیطان کو خدا کا شریک مان لیا۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر نص قطعی کا مطالبہ کیا اور جب حضور اقدس م کے علم کی نفی کی تو ایک باطل

الروایۃ حدیث سے استناد کیا۔

۴۔ پھر اس حدیث کی روایت کو از راہ دروغ بیانی اس شخص کی طرف منسوب کیا، جس نے روایت نہیں کی بلکہ نقل کر کے

ردّ بلغ کیا۔

یہ ہے خان صاحب کی اس ساری عبارت کا خلاصہ اور مصنف براہین قاطعہ کے خلاف ان کی فرد قرار

جرم ہم تحریر جواب سے پہلے چند تمہیدی مقدمات عرض کرتے ہیں۔

علم کی دو قسمیں ہیں۔ ذاتی اور عطائی۔ ذاتی وہ ہے جو از خود ہو، کسی کا دیا ہوا نہ ہو

پہلا مقدمہ اور عطائی وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا اور بتلایا ہوا ہو۔

پہلی قسم: (علم ذاتی) اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ مخلوقات میں سے جس کو بھی کوئی علم ہے وہ سب اسی کا

دیا ہوا اور بتلایا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی دلی یا نبی یا فرشتے کے لئے بھی علم ذاتی ثابت کرے گا تو سب کے نزدیک مشکوک

ہوگا، چونکہ یہ تمام امت کا مشہور اجماعی مسئلہ ہے لہذا ہم اس کے ثبوت میں صرف خان صاحب بریلوی کی تصریحات

پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

موصوف "خالص الاعتقاد" صفحہ ۲۸ پر رقمطراز ہیں۔

"علم یقیناً ان صفات میں ہے کہ غیر خدا کو بے عطائے خدا مل سکتا ہے تو ذاتی و عطا کی طرف اس کا انقسم یقینی، یوں ہی محیط و غیر محیط کی تقسیم بدیہی، ان میں اللہ عز و جل کے ساتھ خاص ہونے کے قابل صرف ہر تقسیم کی تقسیم اول ہے یعنی علم ذاتی و علم محیط حقیقی۔"

نیز اسی خالص الاعتقاد کے صفحہ ۳۲ پر فرماتے ہیں۔

"بلاشبہ غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں، اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔"

اور "الدولۃ المکیہ" کی نظر اول صفحہ ۶ پر ہے۔

علم ذاتی اللہ عز و جل سے خاص ہے اس کے غیر کے لئے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہو گیا اور ہلاک و برباد ہوا۔

فالاول (العلم الذاتی) مختص بالمولی سبحانہ و تعالی لا یسکن لغيره و ومن اثبت شئاً منه ولو ادنی من ادنی من ذرۃ لاحد من العالمین فقد کفر و اشرك و بآء و هلك۔

کائنات کے ہر ذرہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہی ہیں اور چونکہ کسی مخلوق کا علم معلوم ہے غیر متناہیہ کو محیط نہیں ہو سکتا، لہذا کہا جاسکتا ہے کہ کسی مخلوق کو ایک ذرہ کا بھی حقیقی معنی میں علم محیط نہیں ہو سکتا۔

اس کے ثبوت میں بھی ہم خان صاحب بریلوی ہی کی تصریحات پر قناعت کریں گے۔

موصوف "الدولۃ المکیہ" صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں۔

بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے ہر ذرہ میں علوم غیر متناہیہ ہیں۔ اس لئے کہ ہر ذرہ کو دوسرے اس ذرہ کے ساتھ جو موجود ہو چکا یا آئندہ موجود ہوگا یا جس کا وجود ممکن ہے

بل له سبحانہ و تعالیٰ فی کل ذرۃ علوم لا تتناہی لان لكل ذرۃ مع حل ذرۃ کانت او تکون او یسکن انت

تكون نسبة بالقرب والبعد و الجهة
مختلفة في الازمنة باختلاف الامكنة
الواقعة والممكنة من اول يوم الى ما لا
اخر له والكل معلوم له سبحانه وتعالى
بالفعل فعله عزجلا له غير متناه في
غير متناه في غير متناه

ومعلوم ان علم المخلوق لا يحيط في ان
واحد غير المتناهي كما بالفعل تفصيلا
تا ما حيث يمتاز في كل فرد عن صاحبه
امتيازاً كلياً

نیز اسی "الدولة المكيه" کے صفحہ ۲۱۲ پر ہے۔

انّي بينت ان له سبحانه في كل ذرة ذرة
علوم لا متناهي فكيف ينكشف شي لخلق
كانكشافه للخالق عز وجل :

قرب اور بُعد اور جہت کے اعتبار سے کوئی نسبت ہے جو
مختلف ہوتی رہتی ہے۔ زمانہ میں ساتھ مختلف ہونے ان اکثر
کے جو واقع ہوں اور جن کا امکان ہے دنیا کے پہلے دن سے
ابد الابد تک اور سب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بالفعل معلوم ہے
پس اللہ عزوجل کا علم غیر متناہی در غیر متناہی در غیر
متناہی ہے۔

اور معلوم ہے کہ مخلوق کا علم ایک آن میں غیر متناہی بالفعل
کا تفصیلی احاطہ نہیں کر سکتا، اس طرح کہ اس میں ہر فرد
دوسرے سے کامل طور پر ممتاز ہو۔

بہ تحقیق میں بیان کر چکا ہوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہر
ذہ میں غیر متناہی علوم ہیں۔ پس کوئی چیز کسی مخلوق کے لئے
اس طرح کیسے منکشف ہو سکتی ہے جیسے کہ اس کا انکشاف
خداوند تعالیٰ کے لئے ہے؟

عقیدہ قائم کرنے کے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے اور نفی کے لئے صرف عدم دلیل ثبوت کافی
تیسرا مقدمہ ہے۔ اسی لئے قرآن عزیز میں جا بجا مشرکین کے خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ کی تردید

میں فرمایا گیا ہے کہ یہ ان کے ذاتی خیالات اور شیطانی وساوس ہیں۔ خدا کی طرف سے ان پر کوئی دلیل دبر بان نہیں۔

نیز خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی "انباء المصطفیٰ" میں عقائد کے اثبات کے لئے دلیل قطعی کے

ضرورت کو تسلیم کیا ہے۔

چوتھا مقدمہ علوم و دقسم کے ہیں۔ ایک وہ جن کو دین سے تعلق ہے۔ (جیسے تمام علوم دینیہ شرعیہ)۔ اور دوسرے

وہ جن کو دین سے تعلق نہیں ہے۔ (جیسے زید، عمرو، گنگا پرشاد، جمناداس، سرسنگ، اور

لارڈ ولنگٹن، مشر حیرل وغیرہ کے جنہی حالات کا علم، زمین کے کیڑے مکوڑوں اور سمندر کی مچھلیوں کی تعداد اور ان کے خواص کا علم، ان کی عام نقل و حرکت، اکل و شرب اور بول و براز کا علم) ظاہر ہے کہ ان چیزوں کے علم کو دین سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان علوم کو کمال انسانی میں کوئی دخل۔ اور نہ ان کے نہ ہونے سے انسان میں کوئی نقصان!

اگرچہ یہ مقدمہ بدیہی ہے اور ہر معمولی سی عقل رکھنے والا بھی اس کو تسلیم کر لے گا، مگر اب چند روز سے مولوی احمد رضا خان صاحب کی روحانی ذریت نے اس سے انکار شروع کر دیا ہے۔ اور وہ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی علم ایسا نہیں جس کا دین سے تعلق نہ ہو۔ اور جس کو کمال انسانی میں دخل نہ ہو۔ لہذا یہاں بھی ہم صرف خان صاحب ہی کی ایک عبارت پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ موصوف کے ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۶۲ پر ہے۔

”سیما ایک ناپاک علم ہے“

خان صاحب کے اس مختصر مگر پر معنی فقرے سے صرف اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ بعض علم ناپاک بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ جو علم ناپاک ہو، وہ نہ دینی علم ہو سکتا ہے اور نہ کسی انسان کے لئے باعث کمال۔

پانچواں مقدمہ شریعت میں جس علم کی مدح کی گئی ہے اور انسان کو جس کی ترغیب دی گئی ہے اور جو، رضائے الہی کا باعث ہے، وہ صرف وہ علم ہے جس کا تعلق دینیات سے ہو اور جس سے

کمال انسانی وابستہ ہو مثلاً قرآن عزیز میں ہے۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ
وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔

کیا علم والے اور بے علم سب برابر ہو سکتے ہیں؟ (دہرگز

نہیں)۔ (النزمر ۳۹-۹)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ
أَوْفَوْا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔

اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجے

بلند کرے گا (المجادلہ ۵۸، ۱۱)

ظاہر ہے کہ ان آیات میں علم سے نہ انگلش مراد ہے نہ سنسکرت یا بھاشا، نہ سائنس نہ جغرافیہ، نہ جادوگری نہ

شاعری، بلکہ صرف علم دین ہی مراد ہے اور وہی خدا کو محبوب ہے اور حدیث شریف میں ہے۔
 طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مَسْلَمٍ - طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے۔

إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يَوْرَثُوا دِينًا وَ لَا دِرْهَمًا وَ إِنَّمَا وَرَثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَ مِنْهُ أَخَذَ بِحِطِّ وَافِرٍ -
 بہ تحقیق انبیاء علیہم السلام نے دراجہ و دنانیر کی میراث نہیں چھوڑی، ان کی میراث صرف علم ہے جس نے اس کو لے لیا اس نے بہت بڑا حصہ پایا۔

ان احادیث کریمہ میں بھی علم سے علم شریعت اور علم دین ہی مراد ہے۔ کون بدبخت کہہ سکتا ہے کہ دنیاوی علوم کا حاصل کرنا بھی مسلمان کا مذہبی فرض ہے۔ اور کون محروم البصیرت خیال کر سکتا ہے کہ جادو گری و شعبہ بازی جیسے لغو علوم بھی میراث نبوت ہیں۔ بہر حال یہ چیز بالکل بدیہی ہے کہ شریعت میں جس علم کی ترغیب دی گئی ہے اور جس کو کمال انسانی میں دخل ہے وہ صرف علم دین ہے۔ بلکہ بے کار اور غیر مطلق باتوں کی کھود کرید سے تو شریعت نے منع فرمایا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ حَسَنَ إِسْلَامَ الْمَرْءِ تَرَكَّهُ مَالًا يَغْنِيهِ - انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے کار باتوں میں نہ پڑے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب سے کسی شخص نے تعزیر داری اور امور متعلقہ تعزیر داری کے متعلق چند سوال کئے تھے منجملہ ان کے بارہواں سوال (شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق) یہ تھا کہ۔
 ”بعد شہادت کس قدر مبارک و مشق کو روانہ ہوئے تھے اور کس قدر واپس آئے؟“

اس کے جواب میں مولوی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

”حدیث میں فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے کار باتیں چھوڑ دے“

خان صاحب کا وہ پورا فتوے جس میں یہ سوال و جواب درج ہے کسی جگہ متعدد بار چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور اس کی اصل بہ مہر و دستخط بھی میرے پاس محفوظ ہے اور اگر ان کے یہاں نقل فتاویٰ کا پورا اہتمام ہوگا (جیسا کہ میں نے سنا ہے) تو غالباً وہاں بھی اس کی نقل محفوظ ہوگی۔

فتوحی پر تو کوئی تاریخ درج نہیں اور لغات پر ڈاک خانہ کی مہر بھی کچھ زیادہ صاف نہیں، تاہم بعد خود بسیار غن کا یہ ہے کہ اکتوبر ۱۹۳۰ء میں بریلی کے ڈاک خانہ سے وہ فتوے روانہ ہوا ہے۔ (الکرام)۔

خان صاحب کے اس فتوے سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ بعض علوم ایسے بھی ہیں جو بے کار ہیں اور ان کا حاصل نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ جس سوال کے جواب میں خان صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے وہ سوال زید، عمرو، بکر، حیوانات دہانم، دریا کی مچھلی، مینڈک یا حشرات الارض کے متعلق نہیں کیا گیا ہے بلکہ اہل بیت کرام و شہدائے عظام کے مقدس سرور کے متعلق سوال ہے۔ اس کا جواب خان صاحب یہ دیتے ہیں کہ : اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے کار باتوں کو چھوڑ دے۔

جو علوم انسان کے لئے باعث کمال نہیں اور جن کے حصول کے لئے انسان خدا کی طرف سے چھٹا قدم مامور نہیں (جیسے روزمرہ کے جزئی حوادث اور مخصوص افراد کے شخصی اور خانگی حالات) ان میں ایک مفضول کا دائرہ علم افضل سے اور ایک مردود کا مقبول سے وسیع ہو سکتا ہے۔ بلکہ غیر دینی اور غیر ضروری امور میں غیر نبی کا علم بھی کبھی نبی سے بڑھ سکتا ہے، لیکن علوم شرعیہ اور امور ضروریہ اور اصول دینیہ میں ہمیشہ نبی ہی کا دائرہ علم زیادہ وسیع ہوگا۔ کیوں کہ ان علوم کے فیضان میں وہ تمام امت کے لئے واسطہ گیری ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے یہ علوم افراد امت تک پہنچتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

يجوز ان يكون غير النسبي فوق
النبي في علوم لا تتوقف نبوته عليها۔
جائز ہے کہ غیر نبی، نبی سے بڑھ جائے ان علوم میں جن پر
نبی کی نبوت موقوف نہ ہو۔

(ج ۵ ص ۴۹۵)

دین سے غیر متعلق اور غیر ضروری امور کے نہ جاننے کی وجہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام اور ساتواں قدم دیگر مقبولین بارگاہِ اہدیت کی شان میں کوئی کمی بھی نہیں آتی اور نہ ان کے کمالِ علمی کو اس

سے کچھ صدمہ پہنچتا ہے۔ بلکہ ایسا سمجھنا انتہائی سفاہت اور منصب رسالت سے اعلیٰ درجہ کی بھالت ہے۔

علامہ قاضی عیاضؒ جن کو حضرت رسالتؐ کے ساتھ قابلِ تقلید عشق ہے۔ "شفا شریف" میں اس نکتہ پر

تبیین فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

فاما ما تعلق منها بامور الدنيا فلا
يشترط في حق الانبياء العممة من عدم
معرفة الانبياء ببعضها او اعتقادها
على خلاف ما هي عليه ولا وصم عليهم
فيه اذ هم متعلقون بالآخرة و
انبائها وامر الشريعة وقوانينها
وامور الدنيا تضادها بخلاف
غيرهم من اهل الدنيا الذين
يعلمون ظاهرا من الحياة الدنيا
وهو عن الآخرة هم غفلون۔

(شفا ۱ ص ۲۵۴)

پھر اس مضمون کو متعدد احادیث شریفہ سے ثابت فرما کر صفحہ ۳۰۲ پر لکھتے ہیں۔

فمثل هذا و اشباهه من
امور الدنيا التي لا مدخل فيها لعلم
ديانته ولا اعتقادها ولا تعليلها يجوز
عليه فيها ما ذكرنا اذ ليس في هذا
كله نقيصة ولا محطه وانما هي
امور اعتيادية يعرفها من خبر بها
وجعلها همته و شغل نفسه بها والنبي
ليس دنياوی امور میں سے ایسی باتیں کہ جن کو نہ دین کے علم
میں کوئی دخل ہے نہ اس کی تعلیم میں نہ اس کے اعتقاد
میں رسولی باتوں کے بارے میں، جائز ہے۔ نبی
علیہ السلام پر وہ جو ہم نے ذکر کیا (یعنی ان باتوں کا نہ جانا
اس لئے کہ ایسی باتوں کے نہ جاننے کی وجہ سے نہ تو کچھ
نقصان پیدا ہوتا ہے نہ درجہ اور مرتبہ میں کوئی کمی آتی
ہے۔ یہ امور تو عادت پر موقوف ہیں ان کو وہ شخص خوب

مشحون القلب بمعرفة الربوبية ملآن
الجوانح بعلوم الشريعة

انتہی بقدر الحاجة شفا قاضی

عیاض ، ص ۳۰۲ -

جانے گا جس نے ان کا تجربہ کیا ہو اور انہیں کو اپنا
مقصد بنالیا ہو اور جس نے اپنے نفس کو انہیں باتوں میں
مشغول کر دیا ہو ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
قلب مبارک تو معرفت الہیہ سے اور سیدہ فیض گنجینہ
علوم معرفت سے لبریز ہے :

بہر حال جو امور دیں سے غیر متعلق ہوں ، اگر ان میں سے بعض کا علم کسی غیر نبی کو ہو جائے اور نبی کو نہ ہو تو اس
میں اس نبی (علیہ السلام) کی کوئی تنقیص نہیں۔ کیوں کہ ان امور سے حضرات انبیاء علیہم السلام کو کوئی خاص تعلق ہے
نہیں ، اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا -

انتم اعلم بامر دنیا کم -
اپنی دنیا کی باتوں کے تم زیادہ جانتے والے ہو۔
(رواہ مسلم)

صحیح مسلم کی یہ روایت ہمارے مدعا کے لئے نہایت واضح اور روشن دلیل ہے۔ نیز آپ ارشاد فرماتے ہیں -

اذا كان شيء من امور الدنيا کم
فانتم اعلم به و اذا كان شيء من
اموركم دينكم فاني رواه احمد و
مسلم عن انس و ابن ماجة عن انس و
عائشة رضی اللہ عنہا و ابن خزيمة عن
ابی قتادة (کثر الثمال - ج ۶ - ص ۱۱۶)
ابن خزیمہ نے حضرت ابو قتادہؓ سے -

اگر بعض جزئی واقعات کا علم کسی ادنیٰ درجے کے شخص کو ہو اور اعلیٰ کو نہ ہو
یا کسی امتی کو ہو اور نبی کو نہ ہو تو صرف اس کی وجہ سے اس ادنیٰ کو اعلیٰ سے اور

اس امتی کو نبی سے اعلم (زیادہ علم والا) نہیں کہا جاسکتا ، مثلاً آج کل کی مادی ایجادات اور صنعتی اختراعات کے
متعلق جو معلومات یورپ کے ایک ملحد کو حاصل ہیں یقیناً وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کو حاصل نہ تھے ،

گرامفون بنانے کا علم جو اس کے غیر مسلم موجد کو تھا وہ یقیناً حضرت عوثؓ پاک کو نہ تھا۔ لیکن کون احمق ہے جو ان مادی اور دنیوی علوم کی وجہ سے یورپ کے ان محدثین کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے اعلم (زیادہ علم والا) کہنے کی جرأت کرے۔ سینما اور ٹیلی ویژن کے متعلق جو معلومات ایک فاسق و فاجر بلکہ ایک کافر و مشرک تماشہ بین کو ہیں وہ یقیناً ایک بڑے سے بڑے متقی عالم کو نہیں، تو کیا کوئی تاریک دماغ ہر تماشہ بین کو اس عالم سے اعلم کہہ سکتا ہے؟ اور اسی پر کیا موقوف، جرائم پیشہ لوگوں کو جو معلومات اپنے جرائم کے متعلق ہوتے ہیں حضرات علمائے دین کو ان کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ تو کیا سب چور، ڈاکو، گروہ کٹ، پاکٹ مار، شرابی، کبابی ہر عالم دین کے مقابلہ میں اعلیت کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟

اور کیا یہ واقعہ نہیں کہ نجاست کھانے والے کیڑے کو نجاست و غلاظت کا ذائقہ معلوم ہوتا ہے اور ہر شریف انسان اس سے ناواقف ہے، تو کیا اب نجاست کا ہر کیڑہ بھی تمام انسانوں سے اعلم کہا جاسکتا ہے۔

بہر حال یہ مقدمہ بالکل بدیہی ہے کہ جو علوم دین سے غیر متعلق ہوں اور جن علموں کو کمال انسانی میں کوئی دخل نہ ہو وہ اگر کسی شخص کو زیادہ مقدار میں حاصل ہو جائیں تو صرف اس کی وجہ سے اس کو زیادہ علم دان نہیں کہا جاسکتا۔ اعلم (زیادہ علم والا) بھی کہا جائے گا جب کہ علوم کمالیہ و علم دینیہ میں دوسروں پر فوقیت رکھتا ہو۔

قرآن و حدیث میں اس کی قطریں بکثرت ملتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات طیبہ میں بہت سے نوال مستدیمہ واقعات جزئیہ کی اطلاع دوسرے لوگوں کو ہو گئی۔ بوجہ اس کے کہ وہ واقعہ انہیں پہنچا کر انتہائی ان سے اس کا کوئی خاص قہل سمجھا اور حضور کو اس وقت اس کی اطلاع نہ ہوئی۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ غزوہ تبوک میں عبداللہ بن ابی منافق نے کسی موقع پر یہ کہا۔

لَا تُنْفِقُوا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ (المنافقون ۳، ۷)

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے والے ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو۔

یہ اسی مجلس میں اس نے یہ بھی کہا۔

لَبُورُ جَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لِيُخْرِجَنَّ
الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ -

(الناسخون ، ۸)

اگر ہم مدینہ پہنچے تو ہم میں سے جو زیادہ عزت والا ہوگا
وہ ذلیلوں کو نکال دے گا (یعنی ہم مہاجرین کو مدینہ سے
بھگا دیں گے)۔

اس کی یہ کہ اس حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سنی اور انہوں نے اپنے چچا سے اس کا ذکر کر دیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضور نے عبد اللہ ابن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلایا اور اس سے دریافت کیا کہ یہ
کیا ماجرا ہے ؟ ان منافقین نے جھوٹی قسم کھائی کہ ہم نے نہیں کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق کر دیا
اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو جھوٹا قرار دے دیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا ایسا صدمہ ہوا کہ مدت العمر کبھی ایسا صدمہ نہ ہوا تھا، یہاں تک کہ میں نے
باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ منافقون کی ابتدائی آیتیں نازل فرمائیں، جن میں حضور کو اطلاع دی گئی
کہ درحقیقت ان منافقین نے ناشائستہ کلمات کہے تھے۔ تو حضور نے مجھ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مطمئن ہو جاؤ
اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیان کی تصدیق نازل فرمادی۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

۲ : بعض منافقین کے متعلق سورہ توبہ میں ارشاد ہے۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ
مُنافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا
عَلَى الْبَيْتِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ
نَعْلَمُهُمْ (التوبہ ۹، ۱۰)

اور بعض ان لوگوں میں سے جو تمہارے ارد گرد ہیں بدی
منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ منافقت میں بہت
مشاق ہیں، آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو (خوب)
جانتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں خود مدینہ طیبہ اور اس کے آس پڑوس کی بستیوں میں کچھ ایسے
منافق تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب آپ ان کو نہیں جانتے، اور ظاہر ہے کہ خود ان منافقین کو
اپنے نفاق کا ضرور علم ہوگا۔

۳ : وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَى

اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جن کی بات اس دنیا کی
زندگی میں آپ کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے دل کی

مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ اللَّهُ الْخَصَامُ . بات پر خدا کو شاہد بتاؤ گے میں اور فی الحقیقت وہ نہایت جھگڑالو ہیں (سورہ بقرہ ۲ = ۲۰۳)

تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن وغیرہ میں ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ شخص دیکھنے میں بہت اچھا اور نہایت شیریں زبان تھا، حضور کی خدمت میں آتا اور اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا اور بہت اچھا انبیا محبت کرتا تھا۔ اور اس پر خدا کی قسمیں کھاتا تھا حضور اس کو اپنے پاس بٹھاتے تھے اور درحقیقت وہ منافق تھا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

نَزَلَ فِيهِ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ - اِى يَرَوْكَ وَتُسْتَحْسِنُ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جن کی بات آپ کو بھولی معلوم ہوتی ہے اور آپ اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور آپ دِعْظَمُ فِي قَلْبِكَ . (خازن - جلد اول ص ۱۷۱) کے دل میں اس کی عظمت ہوتی ہے۔

اس آیت کریمہ اور اس کے شان نزول سے معلوم ہوا کہ اخنس بن شریق کے باطن کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی تھا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ بدبخت اپنے حال سے ضرور آگاہ تھا۔

۴ نیز منافقین ہی کی ایک جماعت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے۔
وَإِذَا رَأَوْهُمْ يُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ اور جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے قد و قامت آپ کو
وَأَنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ۔ خوشنما معلوم ہوں اے اگر وہ کچھ کہیں تو آپ ان کی سن لیں گے۔ (سورہ منافقون آیت ۴)

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل میں وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ کی تفسیر میں ہے۔
ای فتحسب انه صدق۔ یعنی آپ اس کو سچا سمجھیں۔ (رج، ص ۸۲)

ان قبیول آیتوں سے بطور قدر مشترک اتنا معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مدینہ طیبہ ہی کے اندر کچھ ایسے سیاہ باطن منافق بھی تھے جن کے نفاق (یا مدارج نفاق) کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تھا۔ ظاہر حال دیکھ کر آپ ان کو اچھا جانتے تھے۔ ان کی جھوٹی باتوں کو سچ سمجھتے تھے اور ہر دار اپنے حال سے خود اپنی خبردار تھے اگرچہ بعد میں بذریعہ وحی حضور کو بھی مطلع فرمایا گیا ہو۔

اس کے بعد ہم اس سلسلہ میں صرف ایک آیت اور پیش کرتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ۔ اور ہم نے اپنے رسول کو شعر نہیں سکھایا اور نہ وہ ایسے

کے لئے مناسب ہے۔

(سورہ الین)

اس آیت کریمہ سے نہایت صاف طور پر معلوم ہوا کہ آپ کو علم شعر نہیں عطا فرمایا گیا۔ حالانکہ یہ علم کا فعل مذکر

کو حاصل ہوتا ہے۔

بہر حال قرآن اس حقیقت پر شاہد ہے کہ بعض غیر ضروری اور امور رسالت سے غیر متعلق علوم آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو نہیں عطا فرمائے گئے۔ اور دوسروں کو حتیٰ کہ مشرکوں اور کافروں کو وہ حاصل تھے لیکن اس کی وجہ سے ان

دوسروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ وسیع العلم کہتے آئمہائی بلاوت اور اعلیٰ درجہ کی حماقت اور ضلالت ہے۔

اگر اس قسم کے واقعات احادیث میں تلاقی کیے جائیں تو سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں نکل آویں گے۔ یہاں نمونہ

کے طور پر محض چند حدیثیں اجمالاً ذکر کی جاتی ہیں۔

۱ : صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سیاہ فام عورت

مسجد میں جھاڑو لگایا کرتی تھی ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ پایا تو حال دریافت فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ

اس کا انتقال ہو گیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔

پھر تم نے مجھ کو اطلاع کیوں نہیں کی۔

أَفَلَا كُنْتُمْ أَذُنُكُمْ

اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

یعنی مجھے اس کی قبر بتلاؤ، چنانچہ قبر بتلا دی گئی ایسی

دُلُوْخٌ عَلَى قَبْرِهَا فَدَلُّوْهُ

آپ نے اس پر نماز پڑھی۔

فَصَلَّى عَلَيْهٖ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کو اس عورت کے انتقال کی اطلاع نہ ہوئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو اطلاع بھی

نہ اس کی قبر کی اطلاع بھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور کو دی۔

۲ : سنن نسائی میں حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک روز حضور کے ساتھ

باہر نکلے تو حضور کی نظر ایک نئی قبر پر پڑی۔ فرمایا۔

مَا هَذَا ؟ یہ کیا ہے ؟ (یعنی یہ کس کی قبر ہے)

عرض کیا گیا کہ یہ فلاں شخص کی فلاں کینز کی قبر ہے۔ دوپہر میں اس کا انتقال ہو گیا اور حضور م چونکہ قیلولہ فرما رہے تھے اور حضور روزے سے بھی تھے۔ اس لئے ہم نے جگہ نامیتر نہ سمجھا۔ پس حضور کھڑے ہوئے اور لوگوں نے پیچھے صف باندھی اور حضرت م نے نماز پڑھی پھر ارشاد فرمایا۔

لَا يَمُوتُ فَيْكُم مَيِّتٌ مَا دُمْتَ بَيْنَ

جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو جب تک میں تمہارے

ظَهْرَانِيكُمْ إِلَّا أَذْنَمَوْفٍ بِهِ فَا نَ

درمیان موجود ہوں تو تجھ کو ضرور اس کی خبر دیا کرو کیونکہ

میری نماز اس کے واسطے رحمت ہے۔

صَلَاتِي لَهُ رَحْمَةٌ - (ج ۱ - ص ۲۸۴)

اس روایت سے بھی ہمارے مدعا پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے اور اس سے صرف ایک وقتی واقعہ ہی نہیں

بلکہ آپ کی زندگی کی ایک عام مستمر حالت معلوم ہوتی ہے۔

۳ : صحیح بخاری اور سنن اربعہ میں حضرت جابر رضی عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد میں

شہداء احد میں سے دو کو ایک ایک قبر میں دفن فرماتے تھے اور قبر میں اتارنے وقت لوگوں سے دریافت

فرماتے تھے۔

ان دونوں میں سے کون زیادہ قرآن حاصل کرنے والا ہے

اَيُّمَا كَثَرَ اخَذَ الْقُرْآنَ فَا ذَا

پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر دیا جاتا

اشِيرُ اِلَى اَحَدِهِمَا قَدْ مَلَ فِي اللَّحْدِ۔

تو آپ اس کو لحد میں پہلے اتارتے۔

۴ : صحیح مسلم اور سنن نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر

سے کچھ آواز سنی، فرمایا۔

یہ شخص کب مرا ہے ؟ لوگوں نے عرض کیا، دو درجہ

مَتَى مَاتَ هَذَا ؟ قَالُوا مَاتَ

میں۔ تو آپ کو اس سے مسرت ہوئی۔

فِي الْجَاهِلِيَةِ فَسُرَّ بِذَلِكَ ۝

۵ : مسند احمد اور مسند بزار میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک غزوہ میں حضور کی

خود مسرت میں پتھر حاضر کیا گیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ

این صنعت ہذا ؟

یہ کہاں کا تیار شدہ ہے ؟

قالوا بفارس ! الن

لوگوں نے عرض کیا کہ فارس کا بنا ہوا ہے ۔

۴ : ابو داؤد و جامع ترمذی میں ابیض بن جمال سے مروی ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ مقام مارب میں جو شور آ رہا ہے وہ مجھ کو عنایت فرمادیا جائے ۔ چنانچہ حضور نے درخواست منظور فرمائی ۔ اور وہ ان کو دے دیا گیا ۔ جب وہ واپس چل دیئے تو حاضرین مجلس میں سے ایک صحابی نے حضور کے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے ان کو کیا دے دیا ؟

اندری ما قطع لہ یارسول اللہ
انما قطع لہ الماء العذ فانترعه منہ
آپ نے تو ان کو بنا بنایا پانی (جو بلا کہہ کا بیش کے
نمک بن سکتا ہے) دے دیا ۔ تو حضور نے ان سے پاس
لے لیا ۔ (ترمذی : ج ۱ ص ۱۶۶)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور کو پہلے اس سرزمین کی مخصوص حیثیت معلوم نہیں تھی ۔ اور اسی لاطمی کی وجہ سے وہ ابیض بن جمال کو عطا فرمادی تھی ۔ لیکن جب بعد میں ان صحابی کے عرض کرنے سے اس کی حیثیت معلوم ہوئی (کہ اس سے عام پبلک کے منافع وابستہ ہیں) تو حضور نے اس کو واپس لے لیا ۔

، : صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دفعہ قضائے حاجت کے لئے) بیت الخلا تشریف لے گئے تو میں نے حضور کے وضو کے لئے پانی بھر کر رکھ دیا ۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو دریا فت فرمایا کہ

من وضع هذا فأخبر فقال اللہ
فَقَعَهُ فِي الدِّينِ وَعَلِمَهُ النَّارُ دِيلًا -
یہ کس نے رکھا ہے ؟ تو حضور کو اطلاع دی گئی کہ میں
نے رکھا ہے تو حضور نے میرے لئے تفقہ فی الدین اور
علم تاویل قرآن کی دعا فرمائی ۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ اس موقع پر حضور کو پانی رکھنے والے کی اطلاع دوسروں نے دی ۔

۵ : غالباً مارب میں آپ شور کے کچھ چشمے تھے جن سے نمک تیار کیا جاتا تھا ۔ ابیض بن جمال نے انہیں کی درخواست کی تھی ۔ ۱۲ منہ

۸۔ منن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بخارا میں مبتلا تھا اور مسجد میں بڑا ہوا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ پس آپ نے فرمایا :-

من احسن الفتی الدوسی ثلث
مرات فقال رجل یا رسول اللہ هو
ذا یوعک فی جانب المسجد فا قبل
یشی حتی وصل الی فوضع یدہ علی
اللہ۔

کسی نے دوسری جوان (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) کو پوچھا ہے ؟ یہ
آپ نے تین دفعہ فرمایا ، تو ایک شخص نے عرض کیا ، حضرت
وہ یہ ہیں ! بخارا میں مبتلا ہیں ، مسجد کے گوشہ میں ہیں۔ پس
آپ میری طرف کوچلے اور میرے پاس پہنچ کر اپنا دست
مبارک مجھ پر رکھ دیا۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مسجد میں ہونے کی اطلاع حضور کو نہ تھی۔
دوسرے شخص کے مطلع کرنے سے حضور کو خبر ہوئی۔

۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں عبد الرحمن ابن الازہر سے مروی ہے کہ۔

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم عام الفتح وانا غلام شاب یسئل
عن منزل خالد بن الولید۔

میں نے فتح مکہ کے سال (حبیب کہ میں جوان لڑکا تھا)
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خالد ابن
الولید کے گھر کا پتہ پوچھتے تھے۔

۱۰۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، منن نسائی اور ابی داؤد میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں
کہ مجھ سے خالد بن ولید نے بیان کیا کہ میں ایک اپنی خالد حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا تو میں نے ان کے پاس بٹھائی
ہوئی "گوہ" دیکھی جس کو ان کی بہن "حفیہ" نجد سے لائی تھیں، وہ گوہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
پیش کر دی گئی۔ اور حضور کی عادت تشریف تھی کہ جب تک کھانے کی کیفیت نہ بیان کر دی جاتی اور اس کا نام نہ بتلایا
جاتا، آپ اس کی طرف بہت کم ہاتھ بڑھاتے تھے۔

وکان قلما یقدم یدہ ل طعام
پس آپ نے اپنا دست مبارک گوہ کی طرف بڑھایا تو

۱۱۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور خالد بن ولید اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حقیقی خالہ ہیں۔ ۱۲۔ من

حتى يحدث عنه ويستحي له فاهوى

بيده الى الصنب فقالت امرأة اخبرن

رسول الله صلى الله عليه وسلم بما قدمتم

له قلن هو الصنب يا رسول الله فرجع يده

ایک عورت نے کہا کہ حضور کو بتلا دو کہ حضور کے سامنے

کیا رکھا گیا ہے چنانچہ ازواج مطہرات میں سے جوہر

تھیں، انہوں نے عرض کیا، کہ حضور! یہ گوہ ہے۔ تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھالیا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب وہ گوہ حضور کے سامنے رکھی گئی تو آپ کو معلوم نہ تھا کہ یہ گوہ ہے۔ چنانچہ آپ نے

کھانے کے لئے ہاتھ بھی بڑھا دیا اور بعد میں جب دوسروں کے بتلانے سے اس کا علم ہوا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔

۱۱۔ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ میرے پاس معمولی درجہ کی کھجوریں تھیں

میں نے ان کھجوروں کو دے کر ان کے بدلے میں ان سے ادھی عمدہ کھجوریں لے لیں اور حضور کی خدمت میں

حاضر کیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ان سے اچھی کھجوریں آج تک ہم نے نہیں دیکھیں۔ تم یہ کہاں سے لائے ہو حضرت

بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:-

میں نے وہ تبادلے کا واقعہ بیان کر دیا تو حضور نے

فرمایا ابھی جاؤ اور ان کو واپس کر کے آؤ (کیونکہ یہ

ربو ہو گیا)۔

من این هذا لك يا بلال ؟

فحدثته بما صنعت فقال انطلق

فردده علي صاحب الخ

۱۲۔ مصنف عبد الرزاق میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ

وسلم اپنی بعض ازواج کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں بہت عمدہ کھجوریں دیکھیں۔ دریافت فرمایا

کھجوریں تمہارے پاس کہاں سے آئیں، انہوں نے عرض کیا۔

ہم نے دو صاع اپنی معمولی کھجوریں دے کر یہ ایک صاع

اچھی کھجوریں لے لی ہیں۔ حضور نے فرمایا، ایک صاع

کے بدلے میں دو صاع، اور ایک درہم کے بدلے میں

دو درہم جائز نہیں۔

من این لكم هذا ؟ قلن ابد لنا

صاعين بصاع فقال (صلى الله عليه وسلم)

لا صاعين بصاع ولا درهمين بدرهم

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضور کو اس ناجائز تبادلہ کی اطلاع دوسروں کے عرض کرنے سے پہلے

۱۳ : روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور امام احمد نے مسند میں۔ اور ابو نعیم نے کتاب المعرفہ میں۔

حضرت عبداللہ بن سلام سے ، اور عبدالرزاق نے ابوامامہ سے اور ابن جریر نے ابن ساعدہ سے کہ جب اہل قبا کی شان میں یہ آیت فیہ رجال یحبون ان یتطہروا نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا کو بلا گرفت فرمایا کہ

ما هذا الطهور الذي قد خصصتم

بہ فی هذه الآية وفي بعض الروایات

نہا طہورکم وفي بعضها ان الله قد اثنی

علیکم فی الطهور خیرا

تمہاری وہ کیا خاص طہارت ہے جس کی تعریف خداوند تعالیٰ اپنی مقدس کتاب میں فرماتا ہے ؟

انہوں نے عرض کیا کہ ہم استنجا میں ڈھیلے کے ساتھ

پانی کا بھی استعمال کرتے ہیں۔

۱۴ : صحیح مسلم ، جامع ترمذی ، سنن ابو داؤد اور سنن نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے ہجرت پر حضور سے بیعت کی اور حضرت کو یہ علم نہ تھا۔

ولم یسعر انہ عبد ف جاء سیدہ
یریدہ فقال له صلی اللہ علیہ وسلم بعثیہ
فاستراہ بعدین اسودین ثم لویا بایح
احدا بعدہ حتی یسل اعبدا هو ؟
کہ وہ غلام ہے۔ بعد میں اس کے لینے کے ارادہ سے
اس کا آقا آیا تو حضور نے اس سے فرمایا کہ تم اس غلام
کو ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو۔ چنانچہ آپ نے دو حبشی غلام
دے کر اس کو خرید لیا اور اس کے بعد آپ کسی کو بیعت
نہیں کرتے تھے جب تک کہ یہ دریافت نہ فرمالیں کہ وہ غلام
تو نہیں ہے۔

۱۵ : صحیح بخاری اور جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (مدینہ میں سریانی زبان کے جاننے والے صرف یہودی تھے۔ اگر کہیں سے سریانی میں کوئی خط آتا تو وہی پڑھتے اور کسی کو سریانی میں کچھ لکھوانا ہوتا تو وہ انہیں سے لکھواتا۔ جب حضور کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو) آپ نے مجھ کو سریانی سیکھنے کا حکم فرمایا اور فرمایا خدا کی قسم ، میں اپنی خط و کتابت میں یہودیوں کی طرف سے مطمئن نہیں رہا واللہ ما امن یہود علی کتابہ

پس نصف مہینہ پورا نہیں ہوا تھا کہ میں نے سریانی سکھ لی اور مجھے اس میں خاصی مہارت ہو گئی۔ پھر میں ہی آنحضرت کی طرف سے یہودیوں کو خط لکھتا تھا اور میں ہی ان کے خطوط پڑھتا تھا۔

اس روایت میں یہودیوں کی طرف سے جس خطرے کا ذکر ہے وہ جبب ہی ممکن ہے کہ حضور کو اس سریانی زبان کا علم نہ ہو جس کا علم اس زمانہ کے یہودیوں کو تھا۔ اگرچہ اس مدعا کے لئے حضور کا اُمتی ہونا بھی کافی ہے جس کی شہادت قرآن مجید میں دی گئی ہے مگر میں نے یہ روایت اس لئے نقل کر دی کہ یہ اس اُمتیت کی ایک عملی تفسیر ہے جس کے بعد کسی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی، کیوں کہ تاویل صرف اقوال والفاظ میں چل سکتی ہے نہ کہ واقعات و حالات میں۔

یہاں تک پانچ آیتوں اور پندرہ حدیثوں سے صرف یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عہد رسالت میں بہت سے جزئی واقعات پیش آتے تھے اور حضور کو ان کا اطلاع نہیں ہوتی تھی اور دوسرے لوگوں کو ہو جاتی تھی۔ لیکن صرف ان جزئی معلومات کی وجہ سے (جن کو امور دین و دیانت اور فرائض نبوت و رسالت سے کوئی خاص تعلق بھی نہیں) نہ ان دوسرے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم دان کہا جاسکتا ہے اور نہ ان علوم کے عدم حصول سے حضور کے کمال علمی میں کوئی کمی آتی ہے۔

علامہ سید محمود آؤسی مفتی بغداد علیہ الرحمۃ اپنی بے نظیر تفسیر ”روح المعانی“ میں ارقام فرماتے ہیں۔

ولا اعتقد فوات کمال بعدم العلم	اور میں دنیوی اور جزئی حوادث کے علم نہ ہونے کی وجہ سے
بحوادث دنیویۃ جزئیۃ لعدم العلم بما	کمال کے فوت ہو جانے کا قائل نہیں جیسے کہ زید کے روزِ بزرگ
یصنع زید مثلاً غف بیتہ وما یجری علیہ	کے خانگی حالات کا علم (سوائے علوم کے نہ ہونے سے
فی یومہ وغدہ۔	کمال نہیں جاتا)۔

(روح المعانی ج ۸، ص ۳۵)

دسواں مقدمہ

اگر زید کو ایک ہزار باتوں کا علم ہو اور عمرو کو لاکھوں کر ڈر دن باتوں کا، لیکن یہ کے ان ایک ہزار معلومات میں سے دس بیس ایسے ہوں جو عمرو کو حاصل نہ ہوں تو ان دس بیس علوم کی وجہ سے (جو زید کو حاصل ہیں اور عمرو کو حاصل نہیں) زید کو علی الاطلاق ”اعلم من عمرو“ (عمرو سے

زیادہ علم مانا نہیں کہا جاسکتا، درآن حالانکہ عمرو کو لاکھوں اور کروڑوں وہ علوم حاصل ہیں جن کی زید کو ہوا بھی نہیں لگی، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ زید کو فلاں فلاں معلومات ہیں اور عمرو کو نہیں۔ مثلاً حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو شریعت کے لاکھوں اور کروڑوں علم حاصل تھے اور ابن رشد کو بھی علوم شرعیہ میں خاصی دستگاہ تھی، لیکن حضرت امام ابوحنیفہ کے عشر عشر بھی نہیں تھی۔ مگر فلسفہ یونان کے متعلق جو معلومات ابن رشد کو حاصل تھے، وہ یقیناً حضرت امام ابوحنیفہ کو حاصل نہ تھے۔ کیوں کہ ان کے زمانہ میں فلسفہ یونان عربی میں منتقل ہی نہیں ہوا تھا لیکن اس کی وجہ سے ابن رشد کو حضرت امام ابوحنیفہ سے اعلم نہیں کہا جاسکتا۔

علی ہذا حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ، امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کو کتاب و سنت کے لاکھوں علوم حاصل تھے مگر تاریخ و سیر میں جو معلومات ابن خلدون اور ابن خلکان کے تھے وہ تمام بحیثیت مجموعی انہ حضرات کو یقیناً حاصل نہ تھے۔ کیوں کہ ابن خلکان اور ابن خلدون کے علم میں تو بہت سے وہ تاریخی واقعات بھی تھے جو ان حضرات ائمہ کی وفات کے بعد وقوع میں آئے۔ لیکن اس کی وجہ سے ابن خلکان و ابن خلدون کو یا آج کل کے کسی مؤرخ کو ان ائمہ دین سے اعلم نہیں کہا جاسکتا۔

علی ہذا ایک موٹر ڈرائیور کو ڈرائیوری کے متعلق اور ایک موچی کو حفت دوزی کے متعلق جو معلومات حاصل ہوتے ہیں وہ یقیناً خود مولوی احمد رضا خان صاحب کو حاصل نہ تھے۔ لیکن میرے نزدیک کوئی اعلیٰ درجہ کا احمق بھی اس کی وجہ سے ہر موٹر ڈرائیور اور موچی کو خان صاحب موصوف سے زیادہ وسیع العلم کہنے کی جرأت نہ کریگا۔

بہر حال جب کسی ایک شخص کو دوسرے کے اعتبار سے علی الاطلاق اعلم (زیادہ علم والا) کہا جائے گا تو مجموعہ علوم کے اعتبار سے اور بالخصوص علوم دینیہ شرعیہ ہی کے اعتبار سے کہا جائے گا۔ اور اگر کوئی شخص زید کے لئے کسی خاص علم کی وسعت تسلیم کرے اور عمرو کے لئے تسلیم نہ کرے تو اس سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ اس نے زید کو عمرو سے اعلم مان لیا۔ بالخصوص جب کہ وہ علم علوم عالیہ کمالیہ میں سے بھی نہ ہو۔ اور پھر خصوصاً جب کہ شخص مذکور عمرو کے لئے اعلیٰ درجہ کے لاکھوں اور کروڑوں علوم ایسے مان رہا ہو جن کی زید کو بلکہ دنیا کے کسی انسان کو ہوا بھی نہ لگی ہو۔

تک عشرہ کاملہ۔

ادوسع علما من رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم۔

غور فرمایا جائے، کہاں صرف علم زمین کی وسعت اور کجا مطلق علم کی وسعت۔
ہیں تفادست رہ از کجاست تا بکجب

ہم ناظرین کی سہولت کے لئے ایک مثال بھی پیش کرتے ہیں۔ اور اسی سے انشاء اللہ عبارت برائین کی پوری
ترغیح بھی ہو جائے گی۔

فرض کیجئے کہ مصنف انوار ساطعہ کی ذہنیت رکھنے والا مولوی احمد رضا خان صاحب کا کوئی دوسرا بھائی
مثلاً ”زید“ کہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ”شعر“ کا علم حاصل تھا اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ بہت سے
فاسقوں اور کافروں کو یہ فن آتا ہے۔ امراء القیس بہترین کافر تھا اور ساتھ ہی اعلیٰ درجہ کا شاعر بھی۔ فردوسی فاسد العقیدہ
شیعی تھا اور فارسی کا بہترین شاعر بھی۔ پس جب کہ فاسقوں اور کافروں تک کو یہ فن حاصل ہے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم کو جو افضل المرسلین سید الاولین والآخرین ہیں ضرور حاصل ہوگا۔ اس کے جواب میں مولانا خلیل احمد صاحب کا کوئی
ہم مسک مسلمان کہے کہ۔

”امراء القیس اور فردوسی کا حال تاریخ کی متواتر شہادتوں سے معلوم ہوا۔ اب آپ کسی افضل کو
قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں۔ اول
تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جائیں، بلکہ قطعی ہیں قطعیات لصوص سے
ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں۔ لہذا اس کا اثبات جب قابل التفات ہو کہ قطعیات
سے اس کو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد کب
چاہے تو کب قابل التفات ہوگا۔

دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے۔

قرآن پاک میں ہے۔

یعنی ہم نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ

کو عیب لگایا اور حضور کی شان گھٹائی تو وہ (حضور کو) گالی دینے والا ہے۔ (لہذا کافر و مرتد)

ناظرین بالانصاف غور فرمائیں کہ کیا اس مفتی نے خیانت نہیں کی؟ کیا مذکورہ بالا عبارت میں مطلق علم یا علوم عالیہ کمالیہ کی بحث تھی؟ اور کیا شخص مذکور نے امراء القیس اور فردوسی کے لئے مطلق علم کی یا علوم عالیہ کمالیہ کی وسعت تسلیم کی ہے؟ اور کیا اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلق وسعت علی سے انکار کیا ہے؟ یا علوم متعلقہ نبوت و رسالت و علوم عالیہ و کمالیہ سے اس کو انکار ہے؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے کچھ بھی نہیں بلکہ ہر صنف علم شعر کی بحث ہے اسی کی وسعت کو امراء القیس جیسے کافر اور فردوسی وغیرہ کے لئے تسلیم کیا گیا ہے۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نفی کی گئی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ شخص مذکور نے امراء القیس جیسے کافر اور فردوسی جیسے فاسد العقیدہ کو حضور سے زیادہ وسیع العلم مان لیا۔ یا تو ایسے عیار و معیار کا کام ہے جو اپنا اوسیدہ ہار کرنے کے لئے مسلمانوں میں تفریق ڈالنا چاہتا ہے، یا ایسے جاہل اور احمق کا کام ہے جو ”اعلم“ اور ”اوسع علما“ کے معنی سے بھی نا آشنا ہے۔ ہم دسویں مقدمہ میں ثابت کر چکے ہیں کہ ایک کو دوسرے کے اعتبار سے اعلم (زیادہ وسیع العلم) علوم عالیہ کمالیہ اور مجموعہ علوم ہی کے اعتبار سے کہنا جاتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ ایک مروجی، ایک مندرجہ ذیل بلکہ سب سے نیچے کے ایک ناپاک کیڑے کو بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کے مقابلہ میں اعلم کہنا صحیح ہو، اس کی تفصیل آٹھویں اور دسویں مقدمے کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

اگرچہ ادبائے فہم کے لئے اسی قدر کافی ہے مگر بدقسمتی سے سابقہ ایسی جماعت سے پڑا ہے جس میں جہل کی کثرت ہے اور پھر اللہ کی عنایت سے جو علماء ہیں وہ بھی جہلا سے کمتر نہیں بلکہ بدتر ہیں۔ لہذا تفصیل کے لئے ہم ایک مثال اور عرض کرتے ہیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے ایک اٹو کی عجیب و غریب کہانی بیان فرمائی ہے۔

ملہ منقولہ بالا عبارت بعینہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی ہے۔ ہم نے صرف تطبیق مثال کے لئے اہلیں کے بجائے

امراء القیس اور فردوسی کا نام لکھ دیا ہے۔ ۱۲ منہ

خان صاحب بریلوی کا کہانی اُلو

خان صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔

” تین صاحب جا رہے تھے دور سے ایک جنگل میں دیکھا کہ بہت آدمیوں کا مجمع ہے۔ ایک راہرگی پر بیٹھا ہے۔ جو اُلو حاضریں، ایک فاحشہ ناچ رہی ہے، شمع روشن ہے، یہ صاحب تیر اندازی کے بڑے مشاق تھے آپس میں کہنے لگے کہ اس مجلس فسق و فجور کو درہم برہم کرنا چاہئے، کیا تدبیر کی جائے؟

ایک نے کہا راہر کو قتل کر دو کہ سب کچھ اسی نے کیا ہے۔ دوسرے نے کہا، اس ناپختہ والی حرکت کو قتل کر دو، تیسرے نے کہا کہ اسے بھی نہ قتل کر دو کہ وہ خود نہیں آتی، راہر کے حکم سے آتی ہے، اپنی غرض تو مجلس کا درہم برہم کرنا ہے، اس شمع کو گل کر دو۔ یہ رائے پسند ہوئی۔ انہوں نے تاک کر شمع کی نو پر تیرا مارا، شمع گل ہوئی، اب ندوہ راہر دبا، نہ فاحشہ، نہ مجمع، نہایت تعجب ہوا، البقیہ رات وہیں گزار دی۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ ایک اُلو مرا پڑا ہے اور اس کی پونچ میں وہی تیر لگا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ سب کام اسی اُلو کی روح کر رہی تھی۔“

اب فرض کیجئے کہ خان صاحب کا ترجمہ (علیم الدین) جو خان صاحب کو محدث، مفسر، فقیہ، صوفی، حافظ، قاری سبھی کچھ سمجھتا ہے مگر کتابت کے اعلیٰ حضرت کو مسمریزم نہیں آتا تھا۔ اور ایک دوسرا مرید (حفیظ الدین) کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو مسمریزم آتا تھا اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ بالا مخطوط شریف سے معلوم ہوا کہ ایک اُلو مسمریزم کا اتنا ماہر تھا کہ اپنی ایک نگاہ میں اچھا خاصا بھانسی کا تماشا دکھاتا تھا تو ہمارے اعلیٰ حضرت مجدد ملت جو خدا کے بڑے مقبول بندے تھے اور اس اُلو سے یقیناً ہزاروں بلکہ لاکھوں درجہ افضل تھے تو بھلا ان کو

لے پیشہ در لوندیاں ۱۲۔ لے جناب خان صاحب نے یہ قصہ مسمریزم کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے

ملاحظہ ہو مخطوطات حصہ چہارم۔ مطبوعہ حسنی پریس بریلی۔ ۱۲ منہ

کیوں نہیں آتا ہوگا؟ اس پر علیم الدین کہتا ہے کہ اُو کی سرسبزیم دانی تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے محفوظ شریف سے معلوم ہوئی، مگر اعلیٰ حضرت کی سرسبزیم دانی کا کیا ثبوت ہے؟ اور اعلیٰ حضرت کو اُو پر قیاس کیوں؟ قیاس فاسد بلکہ نہایت بیہودہ حرکت ہے۔

ترکیا خان صاحب کے کسی مرید یا وارث کو حق پہنچتا ہے کہ اس غریب علیم الدین پر اعلیٰ حضرت کے علم کی تنقیص کا دعویٰ دائر کر دے اور یہ کہے کہ اس نے ایک اُو کو حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد الملت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادتی علم مان لیا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ایسا سمجھنے والا اور کہنے والا ہی اُو ہے۔ اور اگر بیچارے علیم الدین کو رضا خانی برادری سے خارج کرنے کے لئے دانستہ طور پر ازراہ عیاری اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے تو اعلیٰ درجہ کا فریبی اور پلے سرے کا خائن ہے۔

بہر حال خان صاحب کی پہلی نسیانت تو یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں ایک خاص علم کی وسعت یعنی علم روئے زمین کی وسعت میں کلام تھا۔ اُسی کو مولوی احمد رضا خان کے مشربی بھائی مولوی عبد السمیع صاحب نے شیطان اور ملک الموت کے لئے دلائل سے ثابت کر کے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنا برافضلیت قیاس سے ثابت کیا تھا۔ اور مصنف براہین نے اسی قیاس کو رد کیا تھا۔ نیز عبارت میں ایسے الفاظ بھی موجود تھے جنہوں نے بحث کو صرف علم زمین کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ چنانچہ ”براہین قاطعہ“ کے صفحہ ۲۴ سے خان صاحب نے جو فقرہ نقل کیا ہے اس کے شروع میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

”الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف

نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے“

اس فقرے میں ”علم محیط زمین“ کا لفظ موجود ہے جس کے بعد کوئی شبہ ہی نہیں رہتا، مگر خان صاحب

کی دیانت ملاحظہ ہو کہ آپ نے ”حسام“ میں اس فقرے کا آخری خط کشیدہ جز یعنی صرف ”خبر“ تو نقل کر دی لیکن پہلا جز یعنی ”مبتدأ“ جس میں علم محیط زمین کی تصریح تھی، صاف ہضم کر گئے، اور اس پر آپ کا لقب ہے

مجددِ مائتہ حاضرہ ، موبد ملت طاہرہ وغیرہ وغیرہ ۔

پھر اسی جگہ اسی قسم کی ایک اور خیانت ملاحظہ ہو۔ خان صاحب کی نقل کردہ عبارتِ برابین سے ٹھیک دوسرے بعد اسی صفحہ پر یہ عبارت شروع ہوتی ہے۔

” پس اعلیٰ علیتین میں روحِ مبارک علیہ السلام کے تشریف رکھنے اور ملک الموت سے افضل ہونے کی

وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ ”

اس عبارت میں بھی ” ان امور ” کا لفظ صاف بتلا رہا ہے کہ بحث صرف علمِ روئے زمین کی ہے نہ مطلق علم

نہ علومِ عالیہ کمالیہ کی، جن پر فضلِ انسانی کا مدار ہے، لیکن خان صاحب نے اس عبارت کو بھی صاف اڑا دیا۔

بہر حال برابینِ قاطعہ میں یہ تمام تصریحات ہوتے ہوئے بھی (جن سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں بحث صرف

علمِ روئے زمین کی ہے نہ مطلق علم کی) خان صاحب نے بے دریغ لکھ مارا کہ۔

” اُس نے اپنی کتاب ” برابینِ قاطعہ ” میں تصریح کی کہ ان کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم سے زیادہ ہے ”

یہاں تک خان صاحب کی پہلی خیانت کا ذکر تھا اور اس کے ضمن میں موصوف کے پہلے اعتراض کا شافی جواب بھی ہو گیا جس کے بعد کسی مصنف بلکہ متعنت اور متعصب کو بھی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ فلتہ الحمد۔

حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ برابینِ قاطعہ میں ملک الموت اور شیطان کے لئے (ان دلائل کی بنا پر جو مولوی

عبد السميع صاحب مصنف الوارِ ساطعہ نے پیش کئے ہیں) صرف علمِ زمین کی وسعت تسلیم کی گئی ہے اور اسی مخصوص وسعت کو

حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر ثابت بالنقض کہا گیا ہے اس کو مطلق وسعتِ علی کے انکار پر محمول کرنا اور یہ

نتیجہ نکالنا کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم تشریف کو شیطان کے علم سے کم بتلا دیا، صرف اسی جاہل

اور احمق کا کام ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ عالی کو اسی عالمِ سفلی میں محدود سمجھتا ہو۔ لیکن جس کے نزدیک

آپ کے علم کی پرواز عرشِ دکرسی سے بھی بالاتر ہو وہ ایسی حماقت کا ارتکاب کیونکر کر سکتا ہے ؟

اگر آج کوئی شخص کہے کہ تعمیرات کے فن میں فلاں یورپین انجینئر کے معلومات حضرت امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ وسیع

میں تو کوئی احمق سے احمق بھی یہ نہیں کہے گا کہ اس شخص نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے علم کو اس کا فرانجینئر کے علم سے گھٹا دیا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں شرابی کو شراب کے متعلق بہت کچھ معلومات ہیں اور فلاں غوث و قطب کو وہ معلومات چھل نہیں تو اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ اس شخص نے اس شرابی کو غوث و قطب سے زیادہ وسیع العلم مان لیا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ گمراہ کرنے کے لئے شیطان کو جن وسائل کی ضرورت تھی (بندوں کی آزمائش کے لئے) حق تعالیٰ نے وہ سب اس کو عنایت فرمائے، قیامت تک کی عمر دی، وہ عجیب و غریب قدرت دی کہ انسان کی لگ و پنے میں خون کی طرح دوڑ سکے، بندگان خدا کو گمراہ کرنے کے لئے جس علم کی ضرورت تھی وہ بھر پور دیا، تاکہ وہ اپنی اہلیان کو کشتیں ختم کر لے اور دنیا دیکھ لے کہ ”عباد الرحمن“ کے مقابلے میں اس کے سارے ہتھیار کس طرح بیکار ہوتے ہیں۔

اُس کو ضرورت ہے کہ بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے ان کے امیال و عواطف (جذبات و خواہشات) سے واقف ہو، اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ فلاں جگہ تنہائی میں ایک نوجوان عورت ہے اور فلاں ادارہ نوجوان کو اس تدبیر سے دہان تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ فلاں جگہ مجلس رقص ہے اور شوقین مزاج نوجوانوں کا فلاں جگہ مجمع ہے اور اس حیلہ سے ان کو اس مجلس فواحش میں بھیجا جاسکتا ہے۔ بہر کیف اس کو ان شیطانی معور کی تکمیل کے لئے اس عالم سفلی کے وسیع معلومات کی ضرورت ہے، لیکن مقربان بارگاہ خداوندی کو ان لغویات سے کیا غرض؟ ان کا کام تو ارشاد و ہدایت ہے۔ اور اس کے لئے جن پاکیزہ علوم کی ضرورت ہے وہ حق تعالیٰ نے ان کو بے نہایت عطا فرمائے۔ پس اگر اس عالم سفلی کے کچھ علوم شیطان کو حاصل ہوں اور حضرات انبیاء علیہم السلام چھل نہ ہوں تو کون احمق اور شیطان کا کون سا امتی ہوگا جو صرف علوم سفلیہ کی وجہ سے شیطان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسرے نبی علیہ السلام سے زیادہ وسیع العلم کہہ دے، دران حالیہ علوم النبیہ اور معارف ربانیہ سے ان کو ذرا حصہ ملا ہے جو کسی مقرب سے مقرب فرشتہ کو بھی نصیب نہیں۔

ہم مقدمات کے ذیل میں اس موضوع پر کافی سے زیادہ روشنی ڈال چکے ہیں اب یہاں صرف ایک چیز اور عرض کرتے ہیں اور اسی پر انشاء اللہ اس بحث کا خاتمہ ہے۔ دشمنان صداقت سے تو ہمیں کوئی توقع نہیں، ہاں جن حق پسندوں کو اللہ تعالیٰ توفیق دے ان سے ضرور قبولِ حق کی امید ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی صفائی میں

مولوی عبد السمیع و مولوی احمد رضا خاں صاحبان کی زبردست شہادت

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخانے کیا خود پاک دامن ماہ کنگوں کا

ہمارے بیان سابق سے یہ تو معلوم ہو چکا کہ مصنف براہین قاطعہ کا جرم اس قدر ہے کہ اس نے ایک خاص علم یعنی علم زمین کی وسعت (بنا برتن لائل کو جو آپ کے مولوی عبد السمیع صاحب نے انوارِ ساطعہ میں پیش کئے ہیں، ملک الموت اور شیطان کے لئے تسلیم کی ہے اور اسی وسعت علی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر ثابت بالہنس کہا ہے لیکن

۴۰ ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

۴۱ ذرا اسی بحث میں انوارِ ساطعہ کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

”اور تمنا شاید کہ اصحابِ محفل میلاد تو زمین کی تمام پاک و ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوائے کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک، ناپاک، کفر، غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔“

کہتے اتنی صفائی کے ساتھ تو مولانا خلیل احمد صاحب نے بھی نہیں لکھا۔ انہوں نے تو صرف علم زمین کی اُس مخصوص وسعت کو غیر منصوص بتلایا تھا۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کے یہ شرابی بھائی مولوی عبد السمیع صاحب تو صاف قائل ہیں کہ در ملک الموت اور شیطان کا حاضر ہونا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہی نہیں بلکہ) زیادہ تر مقامات میں پایا جاتا ہے۔“

منقولہ بالا عبارت انوارِ ساطعہ کے اس پہلے ایڈیشن میں بھی ہے جو براہین قاطعہ سے پہلے شائع ہوا ہے اور

اس میں بھی جو بعد میں مولوی عبد السمیع صاحب کی نظر ثانی اور ترمیم کے بعد شائع ہوا ہے اور جس پر مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تقریباً چار صفحات کی تقریظ بھی ہے جس میں مولوی عبد السمیع صاحب اور ان کی انوارِ ساطعہ کی تعریف میں خوب زمین و آسمان

کے قلابے ملائے گئے ہیں۔ لہذا مولوی احمد رضا خان صاحب کے اخلاف و تبعین فرمائیں کہ۔

۱ : مولوی عبد السمیع صاحب اس عبارت کی وجہ سے کافر ہوئے یا نہیں ؟

۲ : اور خود خالصا صاحب اس پر تقریظ لکھنے کی وجہ سے کہاں پہنچے ؟

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو دیدۂ بصیرت دے۔ آپ حضرات نے مصنف براہین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت دیکھی ؟ ان خان صاحب نے جو الزام ان پر رکھا تھا وہ خود ہی اس میں گرفتار ہو گئے

اس وقت ہم اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہیں۔ اور مناسب سمجھتے ہیں کہ خاتمۂ بحث میں رسالہ "التصدیقات

لدفن التلبیسات" سے مصنف براہین قاطعہ (علیہ الرحمۃ) کا وہ کلام بھی نقل کر دیں جو آں مرحوم نے خان صاحب

کے اسی شیطان والے بہتان کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔

حبیب مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی محنت اور کمائی کا یہ نتیجہ (فتوائی کفر) لے کر حرمین شریفین پہنچے اور وہاں

سے ان علمائے کرام سے جو حقیقت حال سے ناواقف تھے دھوکا دے کر تصدیق کرائی اور حرمین شریفین میں بھی علماء دیوبند

کے متعلق یہ چرچے ہوئے تو وہاں کے بعض اہل علم نے حضرات علمائے دیوبند و سہارنپور سے ان کے عقائد کے متعلق چھبیس

سوال کئے۔ ان سوالوں کا جواب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا۔ پھر یہ مجموعہ بغرض

تصدیق و توثیق حرمین شریفین، شام، دمشق، حلب، مصر وغیرہ بلاد اسلامیہ کے علمائے کرام کی خدمت میں بھیجا

گیا۔ اور ان علماء کرام و مفتیان عظام نے اس کی تصدیق و تصویب فرمائی اور پھر وہ جواب مع ان تصدیقات کے چھپوا

دیا گیا اور اسی زمانہ میں "التصدیقات لدفن التلبیسات" کے نام سے اس کا پہلا ایڈیشن مع ترجمہ کے شائع ہو

گیا۔ پھر اس کے بعد سے اس وقت تک اس کے بہت سے ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

اس میں انیسواں سوال مولوی احمد رضا خان صاحب کے اسی شیطان والے بہتان کے متعلق ہے۔ ذیل میں ہم

وہ سوال و جواب بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے کہ ہم نے جو کچھ اس بحث میں لکھا ہے وہ درحقیقت

اسی اجمالی جواب کی تفصیل ہے جو خود مصنف براہین نے اپنی زندگی میں دیا ہے۔

السؤال التاسع عشر

أترون ان ابليس اللعين اعلم من

سيد الكائنات عليہ السلام و اوسع

علما من مطلقا و هل كتبتم ذلك

في تصنيف ما و بھ تحكمون علی من

اعتقد ذلك .

الجواب

قد سبق منا تحرير هذه المسئلة

ان النبي عليہ السلام اعلم الخلق علی

الاطلاق بالعلوم والحكم والاسرار و

غيرها من ملكوت الافاق و نتيقن

ان من قال ان فلانا اعلم من النبي عليہ

السلام فقد كفر و قد افتي مشائخنا

بتكفير من قال ان ابليس اللعين اعلم من

النبي عليہ السلام فكيف يمكن ان توجد

هذه المسئلة في قالب ما من كتبنا غير ان

غيبوبة بعض الحوادث الجزئية للقيرة

عن النبي عليہ السلام لعدم التفات اليه

لا يورث نقصا ما في اعلميته علي

السلام بعد ما ثبت ان اعلم الخلق

بالعلوم الشريفة اللاتفة بمنصبه الاعلى

السؤال ١٩

کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ ملعون شیطان کا علم سید الکائنات

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے زیادہ اور مطلق

و وسیع تر ہے اور کیا یہ مضمون تم نے اپنی کسی تصنیف

میں لکھا ہے، جس کا یہ عقیدہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب

اس مسئلہ کو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا علم

حکم و اسرار وغیرہ کے متعلق مطلقا تمام مخلوقات سے

زیادہ ہے اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں

شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور

ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے

ہیں جو یوں کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے

پھر مصلحتاً ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ کماں پایا جاسکتا ہے

ہاں کسی جزئی حادثہ حقیقہ کا حضرت کو اس سے معلوم نہ ہونا

کہ آپ نے اس کی جانب توجہ نہیں فرمائی، آپ کے اعلم ہونے

میں کسی قسم کا نقصان پیدا نہیں کر سکتا جب کہ ثابت ہو

چکا کہ آپ ان شریف علوم میں جو آپ کے منصب اعلیٰ کے

مناسب ہیں ساری مخلوق سے بڑھے ہوئے ہیں جیسا کہ شیطان

کو بہتیرے حقیر حادثوں کی شدت التفات کے سبب اطلاع

مل جانے سے اس مردود میں کوئی شرافت اور علی کمال محال

کمالا یورث الاطلاع علی اکثر تلك الحوادث
الحقيرة لشدة التفات ابليس اليها شرفا
وكمال علميا فيه فانه ليس عليها مدار
الفضل والكمال ومن ههنا لا يصح ان
يقال ان ابليس اعلم من سيدنا رسول
الله صلى الله عليه وسلم كمالا يصح ان
يقال لصبي علم بعض الجزئيات انه اعلم
من عالم متبحر مجتهد في العلوم والفنون
التي غابت عند تلك الجزئيات ولقد
تلونا عليك قصة الهدم مع سليمان
على نبينا وعليه السلام وقوله اني احطت
بالموت تحط به ودواوين الحديث
ودفاتر التفسير مشحونة بنظائرها
للمحاضرة المشتملة بين الانام وقد اتفق
الحكماء على ان افلاطون وجالينوس

نہیں ہو سکتا کیونکہ ان پر فضل و کمال کا مدار نہیں ہے
اس سے معلوم ہوا کہ یوں کہنا شیطان کا علم سیدنا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے ہرگز صحیح نہیں
جیسا کہ کسی ایسے بچہ کو جسے کسی جزئی کی اطلاع ہو گئی ہے
یوں کہنا صحیح نہیں کہ فلاں بچہ کا علم اس متبحر و محقق سے زیادہ
ہے جس کو جملہ علوم و فنون معلوم ہیں مگر یہ جزئی معلوم نہیں
اور ہم ہد ہد کا سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ساتھ پیش
آنے والا قصہ بتا چکے ہیں۔ اور یہ آیت پڑھ چکے ہیں کہ ”مجھے
وہ اطلاع ہے جو آپ کو نہیں“ اور کتب حدیث و تفسیر
اس قسم کی مثالوں سے بھر پور ہیں نیز حکماء کا اس پر اتفاق ہے
کہ افلاطون و جالینوس وغیرہ بڑے طبیب ہیں جن کو
دواؤں کی کیفیت و حالات کا بہت زیادہ علم ہے اور یہ
بھی معلوم ہے کہ نجاست کے کڑے نجاست کی حالتوں اور
مزے اور کیفیت سے زیادہ واقف ہیں تو افلاطون و
جالینوس کا ان ردی حالات سے ناواقف ہونا ان کے

سہ یہ واقعہ سورۃ نمل میں مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت سلیمان ؑ نے ہد ہد کو تلاش کیا تو نہیں
پایا تو بہت زیادہ ناراضی کا اظہار فرمایا۔ جب وہ دیر کے بعد حاضر ہوا تو اس سے باز پرس کی تو اس نے کہا کہ میں ملک ”سبا“ سے ایک
نہایت عظیم الشان خبر معلوم کر کے لایا ہوں جس کا آپ کو علم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہد ہد جیسے پرندہ کو ایک ایسی بات معلوم ہو سکتی
ہے جو نبی وقت کے علم میں نہ ہو۔ ۱۲

سہ ہم نوین مقدمہ میں اس مضمون کی پانچ آیتیں مع اقوال مفسرین اور پندرہ حدیثیں پیش کر چکے ہیں۔ ۱۱

وامثالهما من اعلم الاطباء بکيفيات
 الادوية واحوالهما مع علمهما ان دیدان
 النجاسة اعرف باحوال النجاسة وذوقها
 وكيفياتها فلم تضر عدم معرفة افلاطون
 وجالينوس هذه الاحوال الرديّة في
 اعليتهما ولم يمرض احد من العقلاء
 والحمقى بان يقول ان الديدان اعلم من
 افلاطون مع انها اوسع علما من افلاطون
 باحوال النجاسة ومبتدعة ديارنا يشبّون
 للذات الشريفة النبوية عليه الف الف تحية
 وسلام جميع علوم الاسافل والاراذل والافاضل
 الاكابر قائمین انه عليه السلام لما كان
 افضل الخلق كافة فلا بد ان يحتوى على
 علومهم جميعها كل جزئي جزئي وكلی کلی
 ونحن انكرنا اثبات هذا الامر بهذا
 القياس الفاسد بغير نص من النصوص
 المعتمدة بها الا ترى ان كل مؤمن
 افضل واشرف من ابليس فيلزم على
 هذا القياس ان يكون كل شخص من
 احاد الامة حاويا على علوم ابليس
 ويلزم على ذلك ان يكون

اعلم من ابليس في علمه من ابليس
 کہنے پر راضی نہ ہو گا کہ ابليس کا علم افلاطون سے زیادہ ہے
 حالانکہ ان کا نجاست کے احوال سے افلاطون کی بہ نسبت
 زیادہ واقف ہونا یقینی امر ہے اور ہمارے ملک کے متبعین
 سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام شریف و اولی و اعلیٰ
 و اسفل علوم ثابت کرتے اور یوں کہتے ہیں کہ حیب آنحضرت
 ساری مخلوق سے افضل ہیں تو ضرور سب ہی کے علوم جنی
 ہوں یا کلی آپ کو معلوم ہوں گے، اور ہم نے بغیر کسی مختبر نفس
 کے محض اس فاسد قیاس کی بنا پر اس علم کلی و جزئی کے
 ثبوت کا انکار کیا۔ ذرا غور تو فرمائیے ہر مسلمان کو شیطان پر
 فضل و شرف حاصل ہے پس اس قیاس کی بنا پر لازم
 آئے گا کہ ہر امتی بھی شیطان کے ہتھکنڈوں سے آگاہ ہو
 اور لازم آئے گا کہ سلیمان علیہ السلام کو خبر ہو اس واقعہ
 کی جسے ہمارے جناب، اور افلاطون و جالینوس واقف ہو
 کیڑوں کی تمام واقفیتوں سے اور سارے لازم باطل ہیں
 چنانچہ مشاہدہ ہو رہا ہے۔ یہ ہمارے قول کا خلاصہ ہے
 جو براہین قاطعہ میں بیان کیا ہے جس نے کُنڈ ذہن بد دینوں
 کی رگیں کاٹ دیں اور دجال و مفتری گروہ کی گردنیں توڑ
 دیں، سو اس میں ہماری بحث صرف بعض حوادث جزئی
 میں تھی اور اسی لئے اشارہ کا لفظ ہم نے لکھا تھا تاکہ دلالت
 کرے کہ نفی و اثبات سے مقصود صرف یہ ہی جزئیات ہیں

سليمان على نبينا وعليه السلام عالما بما
علمه الهدى الهدى وان يكون افلاطون و
جالينوس عارفين بجميع معارف الديدان
واللوازم باطلة باسرها كما هو المشاهد و
هذا خلاصة ما قلناه في البراهين القاطعة
لمردق الاغبياء المارقين القاصمة لاعناق
الدجالة المفترين فلم يكن بحثنا فيه
الا من بعض الجزئيات المستحدثة
ومن أجل ذلك اتينا في بلفظ الاشارة
حتى تدل أن المقصود بالنفي والاثبات
هناك تلك الجزئيات لا غير لكن المفسدين
يحرفون الكلام ولا يخافون محاسبة
الملك العلام وانا جازمون ان من قال
ان فلانا اعلم من النبي عليه السلام
فهو كافر كما صرح به غير واحد من
علماءنا الكرام ومن افترى علينا
بغير ما ذكرناه فعليه بالبرهان خائفا
عن مناقشة الملك الديان والله على
ما نقول وكيل *

لیکن مفسدین کلام میں تحریف کیا کرتے ہیں اور شاہنشاہی
محاسبہ سے نہیں ڈرتے ہیں اور ہمارا پختہ عقیدہ ہے
کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے
زیادہ ہے وہ کافر ہے پچانچہ اس کی تصریح ہم نہیں ہمارے
بہترے علماء کرچکے ہیں اور جو شخص ہمارے بیان کے خلاف
ہم پر بہتان باندھے اس کو لازم ہے کہ شاہنشاہ روز جزا
سے خائف بن کر دلیل بیان کرے اور اللہ ہمارے قول پر
وکیل ہے ۔

تہ انصاف ! کیا خود مضطرب براہین کے اس جواب کے بعد بھی اس بہتان کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے ؟

لا والله الحساب يوم الحساب *

براہین قاطعہ پر مولوی احمد رضا خان صاحب کے دوسرے اعتراض کا جواب

مؤلف براہین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر خان صاحب بریلوی کا دوسرا سنگین اعتراض یہ تھا کہ "انہوں نے شیطان کے لئے علم محیط تسلیم کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسی علم کے اثبات کو شرک کہا۔ حالانکہ جس چیز کا کسی ایک مخلوق کے لئے ثابت کرنا شرک ہے، دوسری تمام مخلوقات کے لئے بھی اس کا اثبات شرک ہی ہو گا۔ تو گویا مصنف "براہین قاطعہ" نے شیطان کو خدا کا شریک مان لیا" (سبحان اللہ و بجدہ)

لیکن اگر ناظرین کرام غور فرمائیں گے تو معلوم ہو گا کہ خان صاحب کا یہ اعتراض پہلے سے بھی زیادہ غلط اور بے بنیاد ہے۔ اور اس کو حقیقت سے اتنا ہی بُعَد ہے جتنا کہ خان صاحب اور ان کے فتوے کو دیانت و صداقت سے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ "براہین قاطعہ" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی کے اثبات کو شرک بتلایا گیا ہے اور (ان دلائل کے بموجب جو خان صاحب کے مشرب بھائی مولوی عبد السمیع صاحب نے "انوارِ ساطعہ" میں پیش کئے ہیں) شیطان کے لئے صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی ثابت کرنے سے لازم آتا ہے جیسے کہ پہلے مقدمہ کے ذیل میں ہم خود خان صاحب کی تصریحات سے اس کو ثابت کر چکے ہیں۔

براہین قاطعہ میں جا بجا ایسی تصریحات موجود ہیں جن سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ شیطان کے لئے صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کے اثبات کو کہا گیا ہے جس سے خان صاحب کو بھی اختلاف نہیں، مگر افسوس ہے ان کی مجددانہ دیانت پر کہ براہین قاطعہ کی ان تمام تصریحات سے چشم پوشی کرتے ہوئے صاحبِ براہین کے متعلق صاف لکھ ڈالا کہ۔

"ابلیس کے لئے تو زمین کے علم محیط پر ایمان لایا ہے اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آیا تو کہتا ہے یہ شرک ہے۔ حالانکہ شرک تو اسی کا نام ہے کہ اللہ عز و جل کے لئے کوئی شریک ٹھہرایا جائے، تو جس چیز کا مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے ثابت کرنا شرک ہو، وہ تو تمام جہان میں جس کے لئے ثابت کی جائے یقیناً شرک ہو گا"۔

ہم کو خان صاحب کے اس کلیہ سے اتفاق کلی ہے کہ مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے جس کا اثبات شرک ہے

وہ تمام جہان میں سے جس کے لئے بھی ثابت کی جائے یقیناً شرک ہوگا (یہ نہیں ہو سکتا کہ مشرکین عرب اگر اپنے بتوں کے لئے تصرف ثابت کریں تو شرک ہو اور مشرکین ہند قبروں یا قبر والوں کے لئے وہی تصرف ثابت کریں تو شرک نہ ہو۔ اور اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جو امور عادۃ طاقت بشریہ سے خارج ہیں مثلاً اولاد دینا، کاروبار میں نفع دینا، مارنا، جلانا وغیرہ وغیرہ ان امور میں بتوں سے مدد مانگنا تو شرک ہو، اور زندہ یا مردہ بزرگوں سے مدد مانگنا اور ان کو فاعل یا اختیار سمجھنا شرک دہر، جیسا کہ قبر پرستوں کا خیال ہے۔)

بہر حال مولوی احمد رضا خان صاحب کے اس کلیہ سے ہم کو بالکل اتفاق ہے لیکن صاحب براہین پر اس کو چیل کرنا خان صاحب کی وہی مخصوص کارروائی ہے جس کو خیانت یا تحریف کہتے ہیں۔ علاوہ اس ذاتی اور عطائی فرق کے اس موقع پر خان صاحب نے ایک کھلا افتراء یہ کیا کہ صاحب براہین نے شیطان کے لئے ”علم محیط“ مان لیا، حالانکہ یہ وہ جھوٹ ہے جس میں سچائی کا شائبہ تک نہیں۔

مگر افسوس ہے کہ رضا خانی جماعت میں کوئی ایسا دیانت دار اور راست باز بھی نظر نہیں آتا جو اپنے مقتدا کی اس قابل نفرت حرکت کو اگر خیانت نہیں تو نادانستہ غلطی ہی تسلیم کر لے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے برادر مشربی مولوی عبد السمیع صاحب انوار ساطعہ میں شیطان کے علم کی وسعت ثابت کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

”در مختار کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا

بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے۔ علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم

کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچا لیا۔ بعد اس کے لکھا ہے۔ ”واقدرہ علی ذلک کما

اقدّر ملک الموت علی نظیر ذلک یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت

دے دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے۔“

(انتہی کلامہ انوار ساطعہ)

پس مولوی عبد السمیع صاحب کی اس دلیل سے شیطان کے لئے جتنا علم ثابت ہوتا ہے اس کو بے شک مولانا خلیل احمد صاحب نے تسلیم کیا ہے اگر اسی کو مولوی احمد رضا خان صاحب روئے زمین کا علم محیط سمجھتے ہیں تو یہ ان کی علمی قابلیت ہے جس کی داد

اہل علم ہی دیں گے ورنہ کجا شیطان کا آدمیوں کے ساتھ رہنا اور کجا روئے زمین کا علم محیط جس کے لئے ذرے ذرے قطرے قطرے اور پتے پتے کا علم ضروری ہے۔

اور اگر خان صاحب کی خاطر اسی کو علم محیط مان لیا جائے تو بھی شیطان کے علم محیط پر پہلے ایمان لانے والے بلکہ دوسروں کو ایمان لانے کی دعوت دینے والے خان صاحب کے برادر بزرگوار مولوی عبد السمیع ٹھہریں گے اور اس کے شرک کے فتوے کے اولین مصداق وہی ہوں گے کیوں کہ انہوں نے ہی شیطان کے لئے یہ وسعت علم دلائل سے ثابت کی ہے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب "توصیف" "سنتا" "کننے" ولے ہیں۔ بہر حال خان صاحب نے اس موقع پر ایک افتراء تو یہ کیا کہ بالکل خلاف واقعہ مصنف براہین کے متعلق لکھ دیا کہ "ابلیس کے لئے زمین کے علم محیط پر ایمان لایا" اور دوسری خیانت یہ کی کہ براہین قاطعہ میں شیطان کے لئے مولوی عبد السمیع صاحب کے پیش کردہ دلائل کے بموجب صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا تھا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی ثابت کرنے کو شرک قرار دیا تھا جناب خان صاحب نے یہ ذاتی اور عطائی کا زبردست فرق بالکل ہی نظر انداز کر دیا۔ اب ہم ان دونوں باتوں کا ثبوت عرض کرتے ہیں کہ تسلیم علم عطائی کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کو کہا گیا ہے۔

امر اول کا ثبوت براہین قاطعہ کی اسی بحث بلکہ اسی قول میں صفحہ ۵۰ کی چودھویں سطر میں ہے۔
 "شیطان کو جس قدر وسعت علم دی" الہ
 پھر اسی کے چار سطر بعد ہے۔

"اور شیطان و ملک الموت کو جو یہ وسعت علم دی" الہ

ان دونوں فقروں میں تصریح ہے کہ شیطان کے لئے علم کی جو وسعت تسلیم کی گئی ہے وہ خدا کی دی ہوئی ہے۔

امر دوم کا ثبوت پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ مصنف براہین قاطعہ اس بحث میں اس قیاس کو رد فرما رہے ہیں کہ جب شیطان اور ملک الموت کو علم کی یہ وسعت حاصل ہے (جو انوار طبع

کے حوالہ سے مذکور ہو چکی) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی افضلیت کی وجہ سے اس سے زیادہ یعنی روئے زمین کا علم خود ہی پیدا کر لیں گے۔ اور اسی خیال کو صاحب براہین نے شرک قرار دیا ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد ملاحظہ ہو۔

براہین قاطعہ میں جس جگہ یہ بحث ہے اس کی پہلی سطر ہے۔

اپنے اندر خود ہی ساری زمین کا علم پیدا کر لیں گے) شرک نہیں تو کون مہایان کا مصہب ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (یعنی اللہ کے حکم سے بہت سے مواقع زمین کا علم ہونا) نص سے ثابت ہوئی (یعنی اس نص سے جو مولوی عبد السمیع صاحب نے پیش کی) فخر عالم کی وسعت علم کی دلخنی علم ذاتی کی کیونکہ قیاس فاسد اور محض اٹکل سے تو وہی ثابت کیا جا رہا ہے اور حضرت مولانا اس کی بحث فرما رہے ہیں جیسا کہ اوپر کے مضمون سے معلوم ہو چکا اور آئندہ خود حضرت مرحوم کی تصریح سے معلوم ہو جائے گا) کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے ؟

اس آخری جملہ سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم یہاں اُسی وسعت علم کی بحث فرما رہے ہیں جس کا ثابت کرنا شرک ہے اور یہ سب سے پہلی سطر نے بتلادیا تھا کہ شرک صرف اسی علم کا ثابت کرنا ہے جو عطاءِ خداوندی کے علاوہ ذاتی طور پر ثابت کیا جائے۔

الغرض زیر بحث عبارت سے پہلی عبارت اور اس سے متصل ہی اس کے بعد کی عبارت صاف طور سے بتلا رہی ہے کہ صاحب براہین اس موقع پر صرف وسعت علم ذاتی میں کلام فرما رہے ہیں اور اسی کو انہوں نے شرک قرار دیا ہے۔ یہاں تک تو سیاق و سباق کے قرائن سے ہم نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے، اور اگرچہ یہ قرائن بھی تصریحات سے کچھ کم نہیں لیکن اس کے بعد ہم مصنف براہین کی صاف و صریح عبارت پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اس کو واضح کر دیا ہے کہ میری یہ بحث صرف علم ذاتی میں ہے نہ کہ عطائی میں۔ ملاحظہ ہو اسی بحث اور اسی قول میں خان صاحب کی نقل کردہ عبارت سے چند ہی جملوں کے بعد یہ عبارت ہے۔

” اور یہ بحث اس میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا کہ جملہ کایہ عقیدہ ہے۔ اگر یہ جانے کہ حق تعالیٰ اطلاع دے کہ حاضر کر دیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بدولت شرعی کے اس پر عقیدہ درست بھی نہیں “

غور فرمایا جائے، مصنف براہین نے کتنی وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کر دیا کہ شرک کا حکم صرف اس صورت میں ہے جب کوئی شخص حضور کے لئے علم ذاتی ثابت کرے۔

ملہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ۔

اور ہم پہلے مقدمہ کے ذیل میں ”الدولۃ المکیۃ“ اور ”خالص الاعتقاد“ کے حوالے سے خود خان صاحب کی تصریح نقل کر چکے ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ کے سوا کسی کے لئے بھی ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر کا علم ذاتی ثابت کرے تو وہ مشرک ہے۔

پس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی جرم ایسا نہیں جس میں خان صاحب برابر کے شرک و شکیوک نہ ہوں اور اگر بغرض براہین میں یہ تصریح بھی نہ ہوتی اور سیاق و سباق کے وہ قرائن بھی نہ ہوتے جو علم ذاتی کے مراد لینے کے لئے کر رہے ہیں، تب بھی اس جگہ وسعت علم سے علم عطائی کی وسعت مراد لینا بالخصوص مولوی احمد رضا خان صاحب کے لئے کسی طرح جائز نہ تھا۔ وہ ”خالص الاعتقاد“ صفحہ ۲۸ پر بطور قاعدہ کلیہ کے لکھ چکے ہیں کہ۔

”آیات و احادیث و اقوال علماء جن میں دوسرے کے لئے علم غیب سے انکار ہے ان میں قطعاً

یہی دو قسمیں (ذاتی یا محیط کل) مراد ہیں“

پس براہین قاطعہ میں جس علم کے اثبات کو شرک کہا گیا ہے وہ بدرجہ اولیٰ ذاتی یا محیط کل پر محمول ہونا چاہئے

لیکن افسوس ہے کہ شوق تکفیر نے اپنا لکھا ہوا اصول بھی بھلا دیا۔ یہ ہے سُبْحَانَكَ الشَّيْءُ يُبَيِّنُ دَيْصُكَ۔

یہاں تک براہین قاطعہ کے متعلق خان صاحب کے دوسرے اعتراض کا جواب ہوا جس کا حاصل صرف اس قدر ہے

لے (حاشیہ صفحہ گزشتہ) مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے رسالہ ”الموت المحمور“ میں براہین قاطعہ کی اس عبارت پر

بڑا بیچ و تاب کھایا ہے اور بہت زیادہ زور اس پر دیا ہے کہ مولوی عبد السمیع صاحب نے انوارِ ساطعہ میں کہیں علم ذاتی ثابت نہیں

کیا پس ان کے جواب میں علم ذاتی کا ابطال کسی طرح امر معقول نہیں نیز دوسرے رضا خانی صاحبان بھی اس بحث میں ان ہی کی

پیروی میں ہی کیا کرتے ہیں۔ سر دست اس کے متعلق ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ یہ بات تو صاحب براہین کی تصریحات سے

ثابت ہے کہ شرک کا حکم صرف علم ذاتی کے اثبات پر ہے۔ اب یہ کہنا کہ جانب مخالف جب اس کا ثبوت نہیں تو اس کا ابطال اور

شرک کا حکم لگانا کیسا؟ ایک الگ علمی بحث ہے جس کا محبت تکفیر سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اگر تکفیر کی غلطی تسلیم کر لینے کے بعد

ہم سے یہ سوال کیا جائے تو انشاء اللہ اس کا بھی ایسا تشفی بخش جواب دیا جائے گا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی روح بھی حیرت

کرے کہ اتنی کھلی جہوتی چیز مجھ سے کیوں مخفی رہی۔ ۱۲ (مؤلف)

کہ اعتراض جب وارد ہو سکتا تھا کہ شیطان کے لئے جو علم تسلیم کیا گیا تھا اسی کے اثبات کو شرک کہا گیا ہوتا۔ ملاحظہ
واقعہ اس کے خلاف ہے شیطان کے لئے علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم فانی کے اثبات کو کہا گیا ہے۔ وشتان
ما بینہما۔

برائین قاطعہ پر خانصاحب کے تیسرے اعتراض کا جواب

مؤلف برائین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر خانصاحب کا تیسرا اعتراض یہ تھا
” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف پر تو نص قطعی کا مطالبہ کرتا ہے اور نفی کے موقع
پر خود ایک باطل روایت سے استدلال کیا “

روایت کی حیثیت کے متعلق تو انشاء اللہ ابھی چوتھے اعتراض کے جواب میں عرض کیا جائے گا، یہاں تو
ہم صرف خان صاحب کے اس علی مغالطہ کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ ” ثبوت کے لئے نص قطعی کا مطالبہ کیا اور نفی
کے موقع پر خود ایک روایت پیش کی “

کاش خان صاحب اعتراض کرنے سے پہلے یہ غور فرمالتے کہ مصنف برائین نے اس موقع پر جو حدیثیں پیش
کی ہیں وہ مدعی اور مستدل ہونے کی حیثیت سے پیش کی ہیں، یا مانع اور معارض ہونے کی حیثیت سے، اور کاش اصول
مناظرہ کی کسی کتاب میں ان دونوں حیثیتوں کا فرق بھی ملاحظہ فرمالتے۔

واقعہ یہ ہے کہ صاحب برائین نے عقیدہ کے اثبات کے لئے نص قطعی کا مطالبہ کیا ہے اور مولوی عبد السمیع
صاحب مصنف ” انوار ساطعہ “ کے قیاس کے معارضہ میں خود احادیث پیش کی ہیں اور یہ دونوں چیزیں صحیح ہیں۔
عقیدہ کے ثبوت کے لئے بے شک نص قطعی ہی کی ضرورت ہے۔ خود مولوی احمد رضا خان صاحب کو بھی اصولاً یہ تسلیم
ہے (ملاحظہ ہو انبار المصطفیٰ) اور بے شک قیاس کے معارضہ میں احادیث کیا معنی قیاس بھی پیش کیا جاسکتا ہے
(ملاحظہ ہو مناظرہ رشیدیہ اور اس کے حواشی)۔

چوتھا اعتراض یہ تھا کہ "صاحبِ برائین

برائین قاطعہ پر چوتھا اعتراض اور اس کا جواب

عبدالحق محدث دہلوی نے جس روایت کو نقل کر کے رد کیا، اس کو ان کی طرف منسوب کر کے نقل کر دیا اور رد کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا تو گویا "لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ" تو لے لیا "أَنْتُمْ مُسْكَرُونَ" کو چھوڑ دیا۔

خان صاحب کی دریت ہمیں معاف فرمائے، یہاں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ چونکہ وہ خود اس قسم کی کاروائیوں کے حامی تھے اس لئے انہوں نے دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھا، لیکن ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان باتوں کی ضرورت صرف اہل باطل کو پیش آتی ہے حق پرستوں کو اس کی حاجت نہیں، مگر چونکہ خان صاحب کا یہ اعتراض بھی موضوع تکفیر سے غیر متعلق ہے اس لئے اس کے جواب میں بھی یہاں ہم اختصار ہی سے کام لیں گے۔

دیکھنا یہ ہے کہ اس موقع پر "صاحبِ برائین" کے الفاظ کیا ہیں؟ ملاحظہ ہو، صفحہ ۵۱ کی ساتویں سطر میں فرماتے ہیں۔

"اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں"

یہاں صاحبِ برائین نے شیخ کی کسی خاص کتاب کا نام نہیں لیا ہے۔ پس اگر شیخ کی کسی ایک کتاب میں بھی یہ روایت بغیر جرح و تردید مذکور ہو تو صاحبِ برائین کا سوال بالکل صحیح ہے۔ اور یہ سمجھا جائے گا کہ انہوں نے وہیں سے نقل کیا ہے۔ اس کے بعد ملاحظہ ہو مشکوٰۃ المصابیح باب صفۃ الصلوٰۃ کی فصل ثالث کے اخیر میں ذیل کی حدیث درج ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو (ایک دفعہ) ظہر کی نماز پڑھائی اور پچھلی صفوں میں ایک شخص تھا جس نے نماز اچھی طرح نہیں پڑھی۔ پس جب سلام پھیر دیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پکارا کہ اے فلاں! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم کیسی نماز پڑھتے ہو؟ تم

عن ابی ہریرۃ ر: قال صلی بنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہر
وفی مؤخر الصفوف رجل فاساء الصلوۃ
فناداه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یا فلاں الا تمقی اللہ الا تری کیف
تصلی انکم ترون انہ یخفی علی شیء

مما تصنعون والله انى لارى من
خلفى كما ارى من بين يدي -
(رواه احمد)

سمجھتے ہو کہ جو کچھ تم کرتے ہو، اس میں سے کوئی بات
مجھ پر پوشیدہ نہیں ہے۔ خدا کی قسم! میں اپنے پیچھے
کے لوگوں کو اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنے سامنے
والوں کو۔ (روایت کیا اس کا امام احمد نے)۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ «اشعة اللمعات» صفحہ ۳۹۲ پر
ارتقا فرماتے ہیں۔

«ہاں کہ ایں دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم از پس و پیش بطریق خرق عادت
بود بوحی یا بالہام دگاہ گاہے بود نہ دائم و مؤید آن
است انچه درخبر آمدہ است کہ چون ناقد آنحضرت م
گم شد و دریافت کہ بگرفت منافقان گفتند کہ
محمدؐ می گوید کہ خبر آسمان می رسانم و منی داند کہ ناقد او
بگاست۔ پس فرمود آنحضرت م و اللہ من منی دانم مگر
انچه بداناندم را پروردگار من اکنون بنمود مرا پروردگار
من کہ وے در جائے چنین و چنان است و مہارے
در شاخ درختے بند شدہ است و نیز فرمودہ است
کہ من بشرم نمی دانم کہ در پس این دیوار چیست یعنی
بے دانانیدن حق سبحانہ۔

(اشعة اللمعات جلد اول صفحہ ۳۹۲)

جان کہ دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آگے اور پیچھے
بطور خرق عادت تھا، وحی یا الہام سے اور کبھی کبھی تھا
نہمیشہ۔ اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقدہ مبارکہ گم ہو گئی اور یہ
معلوم ہوا کہ کہاں گئی، تو منافقوں نے کہا کہ محمد
(علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہتے ہیں کہ میں آسمان کی خبر دیتا
ہوں اور ان کو کچھ خبر نہیں کہ ان کی ناقدہ کہاں ہے، تب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اللہ کی میں نہیں
جانتا مگر وہ کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بتلا دیا ہے۔
اب میرے پروردگار نے مجھ کو دکھا دیا ہے کہ وہ فلاں جگہ
ہے اور اس کی مہار ایک درخت کی شاخ میں بندھی ہوئی
ہے۔ اور یہ بھی حضور م نے فرمایا کہ میں بشر ہوں میں
نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے، یعنی بے بتلائے
حق سبحانہ کے۔

میں شیخ م نے اس روایت کو نقل فرمایا اور کوئی سرج نہیں فرمائی۔ لہذا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب علیہ الرحمۃ

کا سوال بالکل صحیح ہوا۔ بلکہ غور کیا جائے تو شیخؒ کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک قابل اعتبار ہے۔ کیوں کہ یہاں اس کو شیخؒ نے اپنے دعوے کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اور شیخؒ کی ثقاہت سے یہ بعید ہے کہ وہ کسی روایت کو باطل محض سمجھتے ہوئے اپنے دعوے کی تائید میں پیش کریں۔ پس مقام تائید میں شیخؒ کا اس روایت کو نقل فرمانا صریح دلیل اس کی ہے کہ یہ ان کے نزدیک معتبر ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ شیخؒ نے ”مدارج النبوت“ میں ایک جگہ اسی روایت کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے کہ ”اس کی کوئی اصل نہیں“ سو اگرچہ اس سوال کا جواب ہمارے ذمہ نہیں۔ مگر تاہم ناظرین کے دفع خیال کے لئے اس کے متعلق بھی کچھ مختصراً عرض کرتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مشہور محتاط اور متشدّد محدث حافظ ابن جوزیؒ (حدیث کے بارے میں جن کی غیر معمولی احتیاط اور حد اعتدال سے بڑھا ہوا تشدد اہل علم کو معلوم ہے) نے اس روایت کو اپنی بعض کتابوں میں بلا اسناد کے نقل فرمایا ہے۔ اور ان جیسے محتاط ناقد بصیر محدث کا کسی روایت کو بغیر جرح کے نقل کرنا اس کے معتبر ہونے کی کافی دلیل ہے۔ اور اسی وجہ سے شیخ علیہ الرحمۃ نے روایت کو معتبر سمجھا اور ”اشعۃ اللمعات“ کی مذکورہ بالا عبارت میں اپنے دعوے کی تائید میں پیش کر دیا، مگر چونکہ اس روایت کی اسناد منقول نہیں، اس لئے ”مدارج النبوت“ میں ایک جگہ یہ بھی فرمایا کہ ”اس کی کوئی اصل نہیں“ یعنی اسناد نہیں۔ اس طرح شیخؒ کے کلام کا تعارض بھی دفع ہو جاتا ہے اور کوئی اشکال بھی باقی نہیں رہتا۔ اور یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا کلام بھی اس روایت کے متعلق بظاہر اس طرح متعارض ہے۔ چنانچہ قسطلانیؒ ”موابہب لدینیہ“ میں حافظ سخاویؒ کی مقاصد حسنہ سے ناقل ہیں کہ۔

حدیث ما علم ما خلف جدارى هذا
قال شيخنا شيخ الاسلام ابن حجر لا اصل
له قلت ولكنه قال فى تلخيص تخريج احاديث
الرافعى عند قوله فى الخصائص ويرى
من وراء ظهره كما يرى من قدامه
هو فى الصحيحين وغيرهما من حديث
یہ حدیث کہ ”میں نہیں جانتا جو میری اس دیوار
کے پیچھے ہے“ ہمارے شیخ، شیخ الاسلام حافظ ابن
حجرؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”اس حدیث کی اصل
نہیں“ میں کہتا ہوں کہ مگر تخریج احادیث رافعی کی تلخیص
میں خصائص کے بیان میں اس کے اس قول کے پاس کہ
”اور آپ دیکھتے تھے اپنے پس پشت جس طرح دیکھتے تھے“

انس و غیرہ والا حدیث الواردة بذلك
مقيدة بحالة الصلوة وبذلك يجمع
بينه وبين قوله عليه السلام لا اعلوما
وراء جداري هذا انتهى وهذا
مشعر بورودہ -

اپنے آگے " خود انہی (حافظ ابن حجر) نے فرمایا ہے کہ
یہ حضرت انس کا وغیرہ سے صحیحین اور ان کے علاوہ دوسری
کتب حدیث میں (مرفوعی ہے اور جن احادیث میں یہ مرفوعی
(یعنی حضرت اقدس م کا پس شخصیت کی چیزوں کو دیکھنا)
وارد ہوا ہے وہ نماز کی حالت کے ساتھ مقید ہیں اور اس
توجیہ سے تطبیق ہو جاتی ہے اس میں اور حضور علیہ السلام
کے فرمان میں کہ " میں نہیں جانتا اس کو جو میری اس دیوار
کے پیچھے ہے " ختم ہوا (کلام حافظ ابن حجر کا، اس کے بعد
حافظ بخاری فرماتے ہیں کہ) اور (ہمارے شیخ کے) اس کلم
سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث وارد ہوئی ہے "۔

علامہ زرقانی " شرح مواہب میں حافظ سخاوی کے اس قول کے بعد فرماتے ہیں کہ -

فینانی قوله لا اصل لها فهو تناقض
منه و يمكن ان مراده لا اصل
له معتبر لكونه ذكر بلا اسناد
لا ان مراده بطلانه -

پس ان کا (یعنی حافظ ابن حجر کا، یہ قول ان کے اس قول
کے منافی ہے) جن میں انہوں نے اس حدیث کے متعلق کہا
ہے کہ " اس کی اصل نہیں " پس یہ ان کی جانب سے
(کھلا ہوا) تناقض ہے اور ممکن ہے کہ اس قول سے ان کی مراد
یہ ہو کہ " اس حدیث کی اصل معتد نہیں " کیوں کہ وہ بلا
اسناد منقول ہوئی ہے، یہ مطلب نہیں کہ سرے سے باطل۔

پس ہم نے شیخ علیہ الرحمۃ کے مدارج والے قول کی جو توجیہ کی ہے وہ بعینہ وہی ہے جو علامہ زرقانی " نے حافظ ابن حجر
کے کلام کی کی ہے -

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا، وہ شیخ " کے قول " اصل نہ دارد " کی توجیہ سے متعلق تھا اور اپنے فریضہ سے زائد
ورنہ ہمارے ذمہ صرف اسی قدر تھا کہ شیخ " کی کسی تصنیف سے بس اتنا ثابت کر دیتے کہ انہوں نے اس کو بلا جرح نقل فرمایا ہے۔

یہ ہمارا بترج تھا کہ ہم نے شیخ کے طرز عمل سے روایت کا معیار ہونا بھی ثابت کر دیا اور ان کے دونوں قولوں کے ظاہری تعارض کو بھی اٹھا دیا۔ **فلنہ الحمد للہ**۔

اور قطع نظر ان تمام چیزوں سے اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ یہ روایت معنا صحیح ہے اور بہت سی صحیح حدیثیں اس کے مضمون کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ صحیحین اور سنن نسائی میں حضرت زینب زوجہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں زکوٰۃ کے متعلق ایک مسئلہ پر پچھنے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر حاضر ہوئی جب میں پہنچی تو اسی ضرورت سے ایک انصاری بی بی بھی وہاں کھڑی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ہمارے پاس آئے تو ہم نے ان سے کہا۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلٰى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
فَاخْبِرْہِ اَنْتِ اِمْرَاَتِیْنَ بِالْبَابِ تَسْلُکُہِ
اَتَجْزِی الصَّدَقَۃَ عَنْہُمَا عَلٰی اَزْوَاجِہُمَا
وَعَلٰی اٰیَتَامَ فِی حُجُوْرہُمَا وَلَا تَخْبِرْہِ
مَنْ غَنَ فَسَا لَہٗ بِلَالٌ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلٰى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مَنْ ہُمَا فَقَالَ اِمْرَاۃٌ
مِّنَ الْاَنْصَارِ وَزَیْنِبٌ فَقَالَ لَہٗ اَعِیْ
الْزَیْنَبُ قَالِ اِمْرَاۃٌ عِبْدَ اللّٰهِ فَقَالَ لَہُمَا
اِحْوَانٌ اَجْرُ الْقَرَامِیۃِ وَاجْرُ الصَّدَقَۃِ۔

آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جائے اور ان کو اطلاع دیکھئے کہ دو عورتیں دروازہ پر کھڑی ہیں اور یہ مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہروں اور ان یتیم بچوں پر جو ان کی پرورش میں ہیں صدقہ کر دیں تو کیا ادا ہو جائے گا؟ اور (اے بلال رضی اللہ عنہ) دیکھو حضرت م کو یہ مرت خبر دینا کہ ہم کون ہیں۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور سے وہ مسئلہ اسی طرح دریافت کیا۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ وہ پوچھنے والی کون ہیں؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ایک کوئی انصاری بی بی ہیں اور ایک زینب، حضور نے فرمایا کہ کون زینب؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ تو حضور نے فرمایا کہ اس صورت میں ان کو دو اجر ملیں گے ایک صدقہ کا ایک قرابت کا۔

سو اگر حضور کو دیوار کے پیچھے کی سب باتیں معلوم ہو جایا کرتیں تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نام دریافت کرنے کی کیا ضرورت

ہوتی ؟ پس آپ کا نام دریافت فرمانا اور زینب نام معلوم ہونے پر یہ فرمایا کہ کون سی زینب ؟ صریح دلیل اس کی ہے کہ آپ کو دیوار کے پیچھے کی بعض باتیں معلوم نہیں ہوتی تھیں۔

نیز حیاتِ طیبہ کے اخیر دنوں میں حالتِ مرض میں حضورؐ کا اپنی جماعت کو دیکھنے کے لئے حجرہ مبارکہ دروازہ پر تشریف لانا اور پردہ ہٹا کر مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے والی جماعت کو دیکھنا (جس کا ذکر کتب صحاح میں ہے) اور بالخصوص آخری دن بار بار یہ دریافت فرمانا کہ أَصَلَّى النَّاسُ ؟ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ؟ حالانکہ مسجد مبارکہ اور حجرہ شریفہ میں صرف دیوار ہی حائل تھی ، صریح دلیل اس کی ہے کہ دیوار کے پیچھے کی کچھ باتیں حضورؐ کو معلوم نہیں ہوتی تھیں۔ پس اگر کسی حدیث میں یہ وارد ہوا ہو کہ۔

واللہ لا ادری ما وراء جداری هذا او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(یعنی اللہ کی قسم ! میں نہیں جانتا اس کو جو اس دیوار کے پیچھے ہے) تو اس میں کیا استبعاد ہے۔ بہر حال اس روایت کی معنوی صحت سے تو کسی کو بھی انکار کی جرات نہیں ہو سکتی۔

اور پھر اگر ان باتوں سے بھی قطع نظر کر لیا جائے تو یہ ہر منصف مزاج کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ صاحبِ برائین نے اس روایت کو علم ذاتی کی نفی کے موقع پر پیش کیا ہے۔ کیونکہ ہم خود صاحبِ برائین کی تصریحات سے ثابت کر چکے ہیں کہ ان کی وہ تمام بحث علم ذاتی کے متعلق ہے تو گویا اس روایت کو انہوں نے علم ذاتی کی نفی پر محمول کیا ہے۔ اور ہم خود مولانا احمد رضا خان صاحب کی تصریحات سے ثابت کر چکے ہیں کہ وہ بھی علم ذاتی کے قائل نہیں ، بلکہ جو شخص ایک ذرہ یا اس سے بھی کمتر سے کمتر کا علم ذاتی غیر اللہ کے لئے مانے وہ ان کے نزدیک بھی کافر و مشرک ہے۔ پس اس اعتبار سے تو یہ روایت خان صاحب کے نزدیک بھی معنیاً صحیح ہے۔ اور وہ تو خود فرما چکے ہیں کہ

» آیات و احادیث و اقوال علماء جن میں دوسروں کے لئے اثبات علم غیب سے انکار ہے ، ان میں

قطعاً یہی دو قسمیں (یعنی ذاتی یا محیط کل) مراد ہیں « خالص الاعتقاد ، ص ۲۸۔

پس جب کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو علم ذاتی کی نفی پر محمول فرما رہے ہیں۔ تو پھر خان

صاحب یا ان کی ذریت کے لئے کیا محل اعتراض ہے۔

ہم شروع ہی میں عرض کر چکے ہیں کہ یہ بحث موضوع تکبر سے غیر متعلق ہے۔ اس لئے ہم اسی قدر اکتفا کرتے ہیں۔

یہاں تک عباراتِ براین قاطعہ کی بحث ختم ہو گئی اور خان صاحب کے چاروں اعتراضوں کے جوابات سے ہم بخون اللہ تعالیٰ فارغ ہو گئے۔ اب حسام الحرمین کی آخری بحث متعلق عبارت حفظ الایمان شروع ہوتی ہے۔

لے واضح ہے کہ خان صاحب کے دوسرے اعتراض کے جواب میں جو ذاتی اور عطفانی کا فرق ہم نے دکھلایا ہے وہ پہلے اعتراض کے جواب میں بھی جاری ہو سکتا ہے۔ فافہم و تامل۔ ۱۲ منہ



حکیم الامت حضرت تھانویؒ

توہینِ شانِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بہتان

اور
اُس کا جواب

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے

متعلق — حسام الحرمین — صفحہ ۲۰ و ۲۱ پر فرماتے ہیں۔

اور اس فرقہ و ماہیہ شیطانہ کے بڑوں میں ایک اور شخص
اسی گنگوہی کے دُم پھیلوں میں ہے جسے اشرف علی تھانوی
کہتے ہیں۔ اس نے ایک چھوٹی سی رسلیا تصنیف کی چار
ورق کی بھی نہیں، اور اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں
کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے
اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے
اور اس کی ملعون عبارت یہ ہے۔

آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا
اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافتِ طلب یہ امر ہے کہ اس
غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل۔ اگر بعض علوم غیبیہ

ومن کبراء هؤلاء الوهابیۃ
الشیطانیۃ رجل آخر من اذ ناب الگنگوہی
یقال له اشرف علی التانوی منصف
رسیلۃ لا تبلغ اربعۃ اوراق وصرح فیہا
بان العلم الذی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بالمغیبات فان مثله حاصل کل
صبی وکل مجنون بل کل حیوان وکل
بہیمۃ وهذا لفظہ الملعون۔ ان صح
الحکم علی ذات النبی المقدسۃ بعلم
المغیبات کما یقول ب زید فالمرسئول